قائد اعظم کی رفیقہ حیات

خواجہ رضی حیدر

خواجہ رضی حیدر نے ۱۹۶۶ء میں بحیثیت صحافی اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۱ء میں انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی حیات و خدمات کے حوالے سے تحریک پاکستان کے رہنماؤں اور قائداعظم کے رفقاء کے متعدد انٹرویوز کئے اور انہی انٹرویوز کے نتیجہ میں خواجہ حیدر کی ان موضوعات سے دلچسپی کو اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ انہوں نے کئی سال کے مطالعہ اور تحقیق کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کی ایک ضخیم سوانح عمری "قائداعظم کے ۷۲ سال" لکھی جو ۱۹۷۶ء میں قائداعظم کے صد سالہ جشن پیدائش کے موقع پر منظرعام پر آئی۔ اس کتاب کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اب تک اس کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۸۱ء میں خواجہ رضی حیدر کی دوسری کتاب "تذکرہ محدث سورتی" شائع ہوئی جو برصغیر جنوبی ایشیا کے ایک عظیم محدث حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کے احوال و آثار پر مبنی تھی۔ اسی سال انہوں نے قائداعظم اکادمی سے بحیثیت ریسرچ فیلو وابستگی اختیار کرلی۔ ۱۹۸۵ء میں ان کی کتاب "قائداعظم خطوط کے آئینہ میں" اور ۱۹۹۰ء میں "قرارداد پاکستان' تاریخ و تجزیہ" شائع ہوئی۔ اس دوران انہوں نے پروفیسر شریف المجاہد' جناب لطیف احمد شیروانی اور محترمہ فاطمہ جناح کی انگریزی کتابوں کے اردو تراجم کئے جو قائداعظم اکادمی سے ہی شائع ہوئے۔ مزید برآں تحریک پاکستان اور قائداعظم کے حوالے سے اب تک ان کے ایک سو سے زائد مضامین مختلف اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

خواجہ حیدر رضی حیدر نے ان موضوعات پر بیشتر کام اردو میں کیا ہے۔ معروف محقق اور دانشور پروفیسر شریف المجاہد نے خواجہ حیدر رضی کی ایک کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "تحریک پاکستان اور قائداعظم پر اردو میں تحقیقی و تخلیقی کام کرنے والوں کی راہ میں سب سے بڑی دشواری یہ ہوتی ہے کہ اس موضوع سے متعلق بیشتر بلکہ تمام تر بنیادی مواد اور ماخذ انگریزی زبان میں ہیں چنانچہ ہر مورخ' مصنف یا محقق کو اس موضوع پر اردو میں قلم اٹھاتے ہوئے اپنے اصل کام سے قبل تمام تر صحت کے ساتھ اس بنیادی مواد کے اردو ترجمہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تحریک پاکستان اور قائداعظم پر اردو میں دستاویزی حوالوں' ضمیموں اور تحقیقی نوعیت کے حواشی سے مرصع بنیادی نوعیت کی وقیع اور جامع کتابیں بہت کم شائع ہوئی ہیں۔ تاہم

رتی جناح
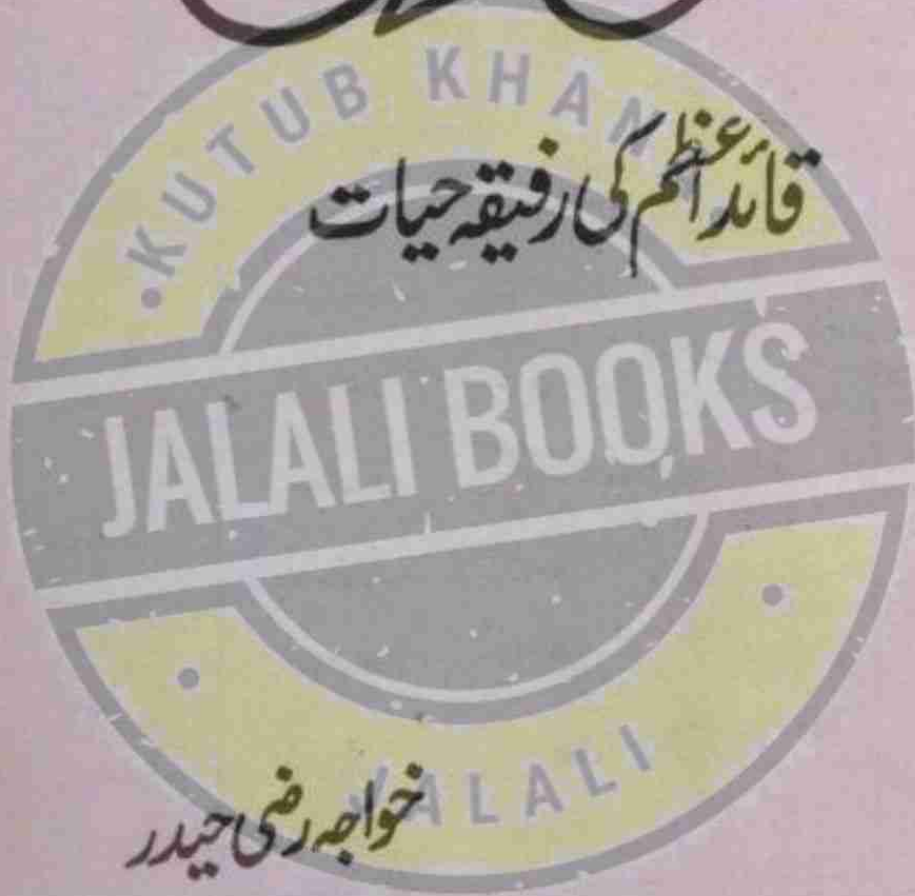
قائداعظم کی رفیقہ حیات

خواجہ رضی حیدر

ناشر
ویلکم بک پورٹ (پرائیویٹ) لمیٹڈ
مین اردو بازار کراچی۔ فون: ۲۶۳۳۱۵۱

اشاعت: ۱۹۹۵ء

تعداد: ۵۰۰

ناشر: ویلکم بک پورٹ (پرائیویٹ) لمیٹڈ

سرورق: سیف الاسلام کوئی

کتابت: طاہر اکرام

پرنٹر: خالد پرنٹرز

انتساب

اپنی شریک حیات

رشید رضی کے نام

خواجہ رضی حیدر

زیر اہتمام

سید محمد قیصر زیدی (چیئرمین)

ویلکم بک پورٹ (پرائیویٹ) لمیٹڈ
مین اردو بازار کراچی
فون: ۲۱۸۰۱۹-۲۶۳۳۱۵۱، فیکس: ۲۶۳۸۰۸۹

تفصیل

ضمیمہ جات

قائداعظم محمد علی جناح

بیگم رتی جناح

پیش لفظ

قائد اعظم کی رفیقہ حیات، رتی جناح کے متعلق متعدد مضامین تو شائع ہو چکے ہیں، لیکن ان کی باقاعدہ سوانح حیات کو اردو زبان میں کتابی شکل میں پیش کرنے کا سہرا خواجہ رضی حیدر کے سر رہا۔ رتی جناح کے بارے میں ان کے جاننے والوں کی آراء اور زندگی کی بعض تفصیلات یا تو ادھر ادھر اخبارات میں بکھری پڑی تھیں یا کانجی دوارکاداس کی انگریزی کتاب میں ملتی تھی جو مستند سمجھی جاتی ہے۔ خواجہ صاحب نے اس منتشر مواد کو یکجا کر کے اسے مربوط شکل دی اور ہماری تاریخ کی ایک بڑی کمی کو پورا کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ رتی کی شخصیت نہایت مسحور کن ہے ان کا حسن اور حسن مذاق، وطن دوستی اور جبر و غلامی سے دشمنی، اصول پرستی اور اعلیٰ کردار، ذہنی صلاحیت اور وسیع علم، بڑے سے بڑے آدمی کے سامنے نہ جھکنے والی

گردن، محبت اور رحم و کرم سے بھرا ہوا دل جو انسان تو انسان حیوانوں تک کی تکلیف سے تڑپ اٹھتا تھا انہیں ایک ہیروئن کا درجہ عطا کرتا ہے۔ جس نے ٹوٹ کر محبت کی اور پھر عین عالم جوانی میں وہ دنیا کو چھوڑ گئی۔ محمد علی جناح جیسے معروف، اور سخت اصول پرست شخص کا دل جیتنا کسی معمولی عورت کا کام نہیں تھا۔ حد تو یہ ہے ان کی اٹھتی جوانی کے دنوں میں بھی کافر ادا دوشیزائیں انہیں اپنی زلف گرہ گیر میں گرفتار نہ کر سکیں جب کہ سولہ برس کی رتی نے انہیں اس وقت رام کر لیا جب وہ اپنی عمر کا تقریباً نصف حصہ گذار چکے تھے۔ آخر رتی میں کوئی بات تو تھی جس نے ایک کامیاب، تجربہ کار اور مشہور شخص کو متوجہ کر لیا۔ زیر نظر کتاب میں کئی زاویوں سے اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رتی اور جناح کی محبت کئی پہلوؤں سے تاریخ کا ایک دلچسپ باب ہے۔ یہ کتاب محض ایک رومانی داستان نہیں ہے بلکہ اس سے مس رتی پیٹیٹ اور آنریبل مسٹر ایم اے جناح دونوں کے کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ قدرت نے یہ دونوں ہی کردار اس غضب کے تخلیق کیے تھے جن کا جواب نہیں ملتا۔ دونوں اصول پرست، نڈر، راست باز، ذہین اور دلکش تھے۔ مگر رتی کی حاضرات اور خوابوں اور روحوں سے دلچسپی کے باعث، ذہنی کشمکش، بے خوابی اور بیماری اور بالآخر موت ایسے واقعات ہیں جو آج بھی ہمیں اداس کر دیتے ہیں۔ رتی قائد اعظم کی تنہائی کی زندگی میں ہوا کے ایک معطر اور خوش گوار جھونکے کی طرح آئیں ایک سچی رفیق زندگی کی طرح رہیں۔ مگر

خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود

یہ واقعہ افسانے سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اگر کہیں اور پیش آتا تو نہ معلوم اب تک کتنی فلموں اور ناولوں کا موضوع بنتا ـــــ رتی اور جناح کی کہانی پڑھ کر معلوم ہوگا کہ قائد جو بظاہر ایک سرد اور غیر جذباتی انسان مشہور تھے اپنے دل میں سلوک و محبت کی کتنی صلاحیتیں رکھتے تھے ـــــ مگر ساتھ ہی اصول کے کتنے پابند تھے۔ یہ کہانی سیاست دانوں، ادیبوں، نفسیات کے ماہروں سبھی کے لئے دلچسپی کا سامان لئے ہوئے ہے اور عام آدمیوں کے علاوہ شاید شاعر اور تمثیل نگار بھی اس کی طرف توجہ کریں ـــــ رتی کے علاوہ قائد نے ایک محبت اور کی ـ اور وہ تھی قوم سے محبت' اسی کا نتیجہ ہمارا یہ آزاد ملک ہے۔ اس کتاب کے ہیرو اور ہیروئن دونوں عظیم دل ربا بھی ہیں اور لاثانی بھی۔ اور ان کا رابطہ ایک دلچسپ حقیقت بھی ہے اور اثر کہانی بھی۔ اور اس کہانی کو سنانے والے خواجہ رضی حیدر ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔

مختار زمن

حرف آغاز
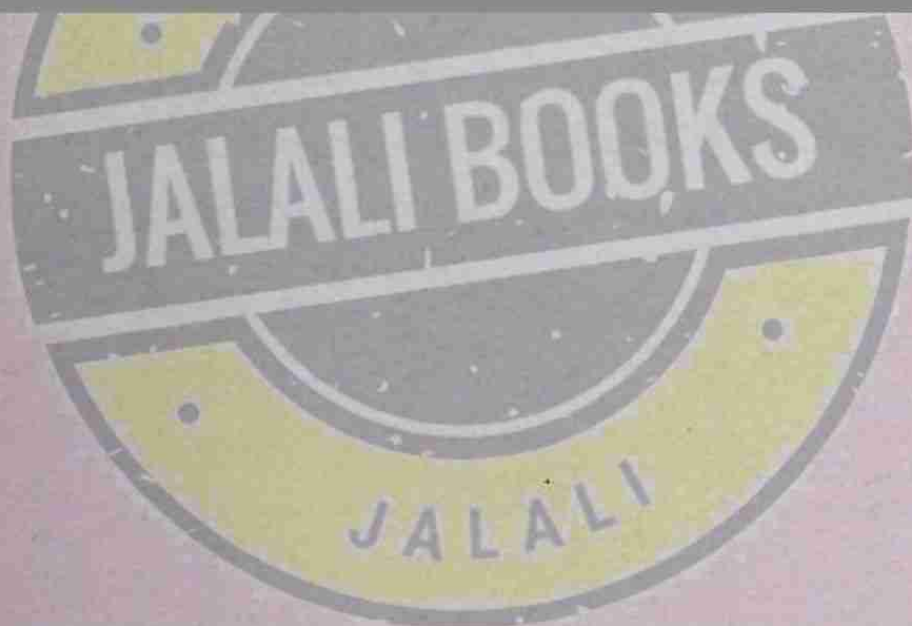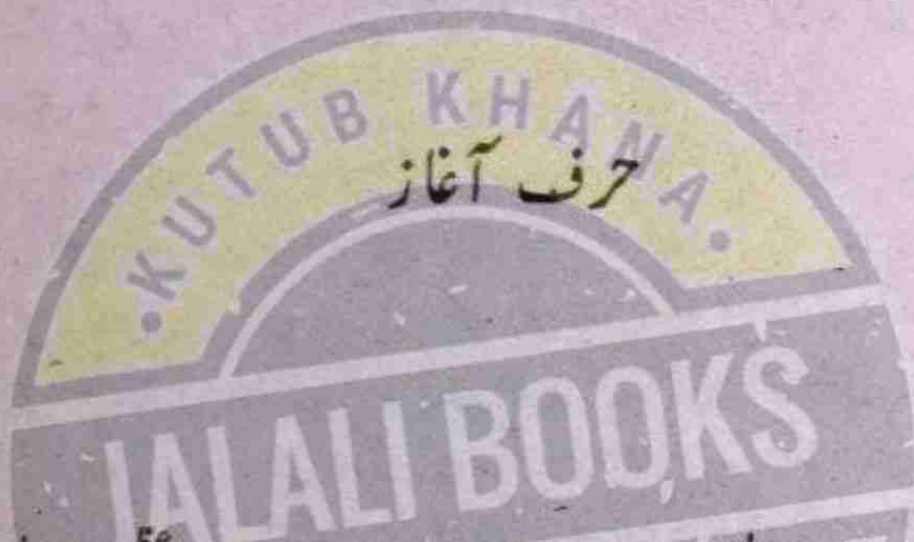
۱۹۱۶ء میں "بلبل ہند" سروجنی نائیڈو نے جب قائد اعظم محمد علی جناح کو میثاق لکھنؤ کی کامیاب تکمیل پر "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" قرار دیا تھا۔ تو ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ۱۹۱۸ء میں ہندو مسلم اتحاد کا یہ سفیر ایک پارسی لڑکی کو مسلمان کرکے اپنی شریک حیات بنالے گا۔اس دور میں محمد علی جناح کی سیاسی افتاد طبع کے پیش نظر سرڈنشا پیٹٹ کی صاجزادی رتن بائی سے محمد علی جناح کی شادی صرف سروجنی نائیڈو کے لیے ہی حیران کن نہیں تھی بلکہ اس واقعے پر پورا ہندوستان حیرت و تجسس کی تصویر بن گیا تھا۔ ہر شخص اس شادی کی تفصیلات جاننے کا آرزو مند تھا۔ کیونکہ اگر ایک طرف قائد اعظم محمد علی جناح کی متاثر کن شخصیت تھی! تو دوسری طرف رتن بائی کی نوعمری اور سحر انگیز خوب صورتی کا

چرچا۔ جس نے سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کرلی تھی۔ یہ ایک ڈرامائی شادی تھی۔ جس کی تفصیلات نہ ہونے کے برابر عام تھیں۔ پھر یہ شادی جب ازدواجی زندگی میں تبدیل ہوئی تب بھی اس کی تفصیلات عام نہیں ہوئیں اور جب یہ ازدواجی زندگی رتی کی موت کے المیے پر ختم ہوئی تب بھی اس کی تفصیلات حرف زیرلب ہی رہیں۔

اس دور میں مسلمانوں کی سیاست میں جناح کی حیثیت ایسی ناگزیر نہ تھی جیسی ۱۹۳۷ء میں قائداعظم کا خطاب ملنے کے بعد ہوگئی تھی۔ اس لیے اس دور میں محمد علی جناح کی نجی زندگی کے بارے میں جاننے کی خواہش شاید ایسی شدید بھی نہیں تھی جیسی ۱۹۳۷ء کے بعد کے دور میں ہوگئی تھی۔ مگر ۱۹۳۷ء کے بعد ان کی سیاسی زندگی اس قدر اہم اور مرکزی ہوگئی کہ ان کی ذاتی زندگی مزید پردۂ اخفا میں چلی گئی اور آج تک کوئی ایسی کتاب منظر عام پر نہیں آئی جس میں قائداعظم کی ازدواجی زندگی کی تفصیلات کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس حوالے سے میری پیش نظر کتاب غالباً قائداعظم محمد علی جناح کی ازدواجی زندگی کے نادریافت پہلوؤں کو تلاش کرنے کی پہلی باضابطہ کوشش ہے۔ اس کتاب کو صرف "رتی جناح" کی سوانح ہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ کتاب قائداعظم کی غیر سیاسی زندگی کی سوانح بھی ہے۔ اس سوانح کو کتاب کے قالب میں ڈھالنے کا عمل میرے لئے بڑا طولانی اور صبر آزما رہا۔ اس عمل کا آغاز ۱۹۷۶-۷۵ء میں اس وقت ہوا جب اپنی کتاب "قائداعظم کے ۷۲ سال" کی تصنیف کے دوران میری نظر سے رتی جناح کے بارے میں تفصیلات گزریں۔ یہ تفصیلات بڑی دل کش تھیں۔ چنانچہ میں نے اس ضمن

میں نوٹس لینا شروع کر دیئے اور ۱۹۸۱ء میں روزنامہ حریت کراچی کے خواتین ایڈیشن کے لئے رتی جناح پر پہلا مضمون قلمبند کیا۔ اس مضمون پر ملنے والی آراء میرے لیے بہت حوصلہ افزاء اور دل خوش کن تھیں۔ بعض احباب اور خاص طور پر محترم پروفیسر شریف المجاہد کا خیال تھا کہ اس تشنہ تحقیق موضوع پر مزید کام کیا جائے لہٰذا میں نے ایک نئی لگن کے ساتھ مختلف کتابوں، مضامین، خطوط اور دستاویزات سے ایسے حوالے یکجا کیے جن کو قائداعظم کی ازدواجی زندگی کو اجاگر کرنے کے لیے کتابی شکل میں مدون کیا جاسکتا تھا۔ اگرچہ یہ کام میرے لئے جوئے شیر لانے کے برابر تھا لیکن میرے ان ہی احباب کی حوصلہ افزائی نے مجھ میں "جذبہ کوہکنی" پیدا کیا۔

قائداعظم کی ازدواجی زندگی پر کتاب لکھنا اپنے موضوع اور جہت کے اعتبار سے واقعی جوئے شیر لانا تھا۔ اور اس کے دو اہم اسباب تھے۔ اول یہ کہ اس موضوع پر معلومات اور حوالے بہت کم دستیاب تھے۔ دوم یہ کہ یہ موضوع نہایت حساس ہی نہیں بلکہ انتہائی احتیاط کا متقاضی بھی تھا۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ خود قائداعظم محمد علی جناح اپنی زندگی کے اس پہلو کے بارے میں بہت حساس رویہ رکھتے تھے اور کسی کو اس گوشے میں جھانکنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور اگر کبھی کسی نے اس پہلو پر قلم اٹھایا بھی اور اس میں کہیں معمولی سی بھی اونچ نیچ ہوگئی تو وہ فوراً ہی متعلقہ مصنف کو اس کی تصحیح کرنے کی ہدایت کرتے چنانچہ یہ کتاب لکھتے وقت میں نے خود کو ہمہ وقت قائداعظم محمد علی جناح کی روح کے سامنے جواب دہ پایا۔ میرا کام اس لئے بھی مزید مشکل ہوگیا کہ میں نے اس کتاب کے لئے جو اسلوب اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس میں جگہ جگہ

بہک جانے کے امکانات بہت زیادہ تھے۔

بہر حال اس ضمن میں میری کوہ کنی کا عمل جاری رہا۔ بنیادی اور ثانوی نوعیت کی کتابوں سے لے کر قائد اعظم پیپرز، شمس الحسن کلیکشن، مسلم لیگ ریکارڈ، اخبارات کے فائل وغیرہ کی ورق گردانی کی۔ اس تمام عرق ریزی کے نتیجے میں مجھے نہ صرف قائد اعظم کی ازدواجی زندگی کے بارے مین معلومات حاصل ہوئیں۔ بلکہ قائداعظم کی ازدواجی زندگی پر محیط دور (۱۹۱۸ء-۱۹۲۹ء) میں ہندوستان میں رونما ہونے والی سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کو بھی از سر نو پڑھنے کا موقع ملا۔ اس طرح تفہیم کے کچھ نئے گوشے مجھ پر روشن ہوگئے۔

وقت گزرتا رہا، معلومات قطرہ قطرہ جمع ہوتی رہیں۔ پھر ۱۹۸۷ء آگیا۔ تب مین نے اپنے کاسہ معلومات کا جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر بہت اطمینان ہوا کہ "دشکوہ کوتاہی" کے باوجود دامن اتنا بھر چکا ہے کہ حاصل معلومات کی بنیاد پر ایک کتاب مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا جاسکتا ہے۔ تونگری کے اس احساس کے بعد میں نے خواتین کی کئی سوانح عمریوں کا مطالعہ کیا۔ ان خواتین میں بیگم جہاں آراشاہنواز، وجے لکشمی پنڈت اور اندرا گاندھی سرفہرست تھیں۔ یہ مطالعہ میرے لئے کئی اعتبار سے مفید ثابت ہوا۔ مجھے جہاں ایک طرف ان خواتین کی حیات وخدمات سے آگاہی حاصل ہوئی وہاں میرے ذہن میں اپنی کتاب کا ایک خاکہ بھی تیار ہوتا گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ اعتماد بھی پیدا ہوا کہ میں نے رتی جناح کی سوانح کے لئے جو اسلوب اپنانے کا فیصلہ کیا تھا وہ درست ہے کیوں کہ قائداعظم کی اہلیہ رتی جناح کو قریب سے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ان کی

شخصیت بڑی مسحورکن تھی اور ان کے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ ان بیانات پر مہر تصدیق ثبت کرتی تھیں۔

جس طرح الفاظ کے توسط سے پھول کی خوشبو کو قوت شامہ تک نہیں پہنچایا جاسکتا' صرف ذہن کو معطر کیا جاسکتا ہے اسی طرح کسی شخصی پیکر کی سحر انگیزی کو لفظوں میں اس کی اصل کے مطابق مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اس نوعیت کی کوشش شاعرانہ کاوش تو ہو سکتی ہے جس میں ''صنعت غلو'' سے کام لینا کوئی عیب نہیں لیکن ایک ایسی شخصیت کے بارے میں غلو سے کام لینا جو قائداعظم محمد علی جناح جیسے شخص کی شریک حیات رہی ہو میرے نزدیک بھی اور تحقیقی نقطہ نگاہ سے بھی معیوب ونامناسب تھا۔ لہٰذا میں نے کوشش یہ کی ہے کہ کہیں پر بھی اسلوب کی زد میں آکر حقائق مجروح نہ ہوں۔

گزشتہ دس سال کے عرصہ میں مختلف اخبارات وجرائد کے لئے بھی میں نے اس موضوع پر متعدد مضامین تحریر کئے۔ یہ مضامین لکھنے کا مقصد جہاں ایک طرف رتی جناح کی شخصیت کو متعارف کرانا تھا وہاں دوسری طرف یہ مقصد بھی تھا کہ قائداعظم کی ازدواجی زندگی کے بارے مین جو معلومات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی ہیں یا جو مختلف افراد کے حافظوں میں یادداشتوں کی صورت مین محفوظ ہیں سامنے آسکیں۔ مجھے اپنے اس مقصد میں کسی حد تک کامیابی حاصل ہوئی اور کئی افراد نے اس موضوع پر ایسے مضامین تحریر کئے جن میں بعض نئی اور ایسی معلومات تھین جنکی جزوی طور پر حالات وواقعات سے توثیق بھی ہوتی تھی۔ بعض مشکوک روایات کو یا تو میں نے سرے سے قبول ہی نہیں کیا یا اگر ان کو ناگزیر تصور کیا ہے تو صرف اس مفروضہ پر کتاب کے فٹ نوٹس میں شامل کرلیا ہے کہ شاید

میرے بعد کوئی محقق ان معلومات کی حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے۔

اسی لئے میرے نزدیک میری یہ کتاب دراصل رتی جناح کی زندگی کا آئینہ ہے اور آئینے میں ہر وہ چیز نظر آ سکتی ہے جو عکس کا روپ دھار سکتی ہو۔ میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ رتی کی ایسی واضح تصویر پیش کروں جو نہ صرف حقیقت سے قریب ترین بلکہ عین حقیقت ہو۔ مزید برآں رتی جناح کے بارے میں بہت کچھ جاننے کی خواہش جو ہر پاکستانی کے دل میں موجود ہے۔ اس کی تشفی ہو سکے۔ میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں یہ تو کتاب کے پڑھنے والے ہی بہتر بتا سکتے ہیں۔ البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ رتی جناح کے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ آخری کتاب نہیں۔ اس کتاب کی تکمیل کے دوران میں جن احباب اور کرم فرماؤں کا مجھے تعاون حاصل رہا ان میں واجب الاحترام سید ہاشم رضا، پروفیسر شریف المجاہد۔ مکرمی افسر آذر، محترمہ شگفتہ احمر، مکرمی سید صلاح الدین، جناب حسن عسکری فاطمی، پروفیسر امتیاز احمد سعید، مکرمی علامہ شاہ حسین گردیزی برادرم احسن سلیم اور سید شوکت سلطان کے علاوہ ڈیپارٹمنٹ آف نیشنل آرکائیوز کے ڈائرکٹر جنرل جناب عتیق ظفر شیخ اور ڈپٹی ڈائرکٹر سید اشرف علی خاص طور پر قابل ذکر ہیں مزید برآں میں تحریک پاکستان کے قابل فخر طالب علم رہنما جناب مختار زمن۔ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے میری کتاب کے مسودہ کو حرف بہ حرف پڑھا اور اس پر اپنی رائے تحریر کی۔

پیش نظر کتاب کو اصولی طور پر تین سال قبل زیور طبع سے

آراستہ ہو جانا چاہیے تھا لیکن میں ذاتی طور پر اس عرصہ میں کچھ اس قدر مصروف رہا کہ کتاب کی اشاعت کی جانب توجہ نہ دے سکا جس کا مجھ سے زیادہ میرے احباب کو افسوس تھا چنانچہ برادر عزیز جناب قمر زیدی نے میری توجہ اس جانب مبذول کرائی اور میں نے کچھ وقت نکال کر کتاب کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا لہٰذا اب جبکہ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے کتاب کی اشاعت کا تمام سرا بھی جناب قمر زیدی کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں مزید برکت اور وسعت عطا فرمائے۔

احقر

خواجہ رضی حیدر

پیلی بھیت ہاؤس

۲ ڈی ۵ / ۱۶ ناظم آباد

کراچی

۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء
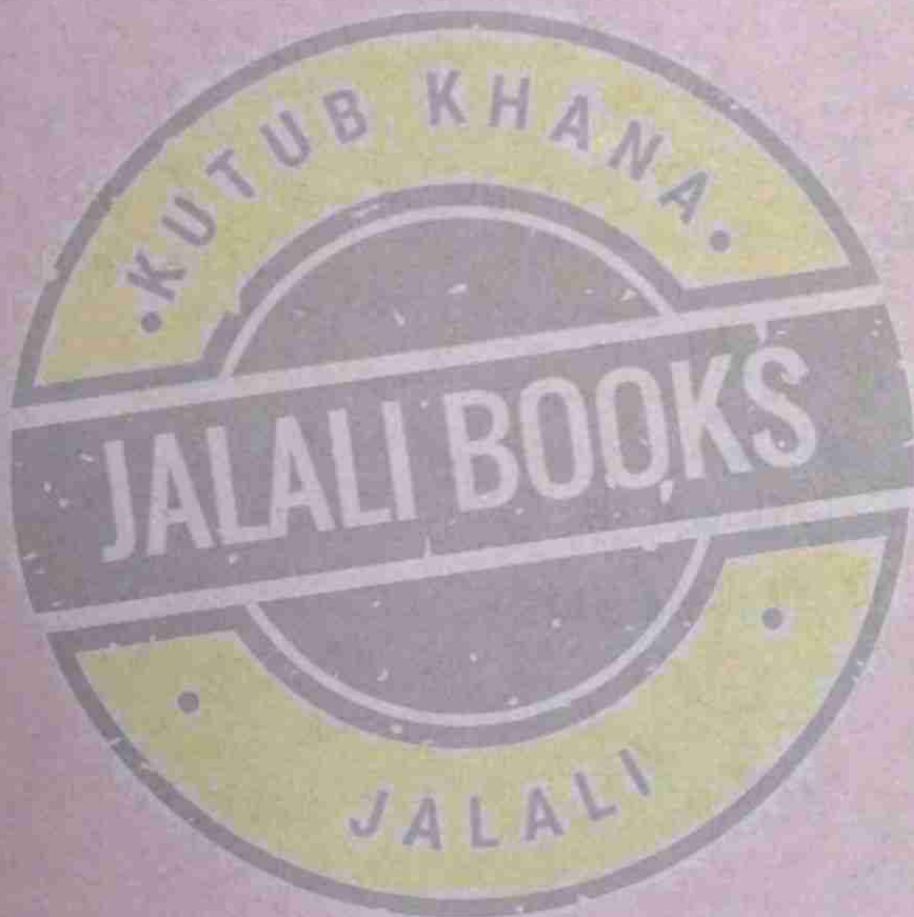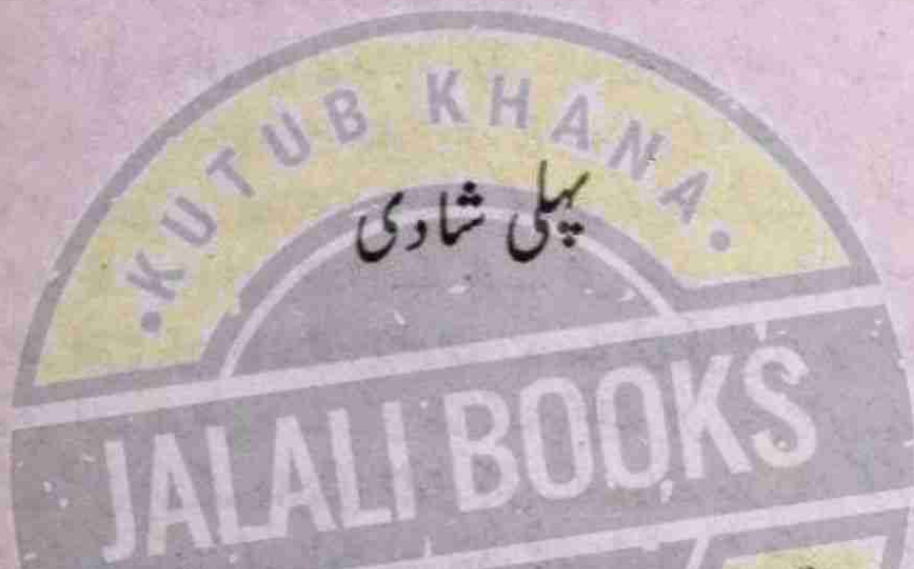
پہلی شادی

قائد اعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶-۱۹۴۸) کی پہلی شادی ۱۸۹۲ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی اور وہ پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ سندھ مدرستہ الاسلام کے داخلہ رجسٹر کے مطابق انہوں نے ۳۰ جنوری ۱۸۹۲ کو اسکول سے چھٹی لی۔ اسکول کے رجسٹر پر ان کے نام کے آگے درج ہے شادی کے لئے "کچھ" چلے گئے۔ (۱) چونکہ اسکول سے رخصت ۳۰ جنوری ۱۸۹۲ کو حاصل کی گئی تھی، اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ جناح کی شادی فروری کے مہینے کی کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ شادی کے مقام کے بارے میں البتہ مورخین کے مابین قدرے اختلاف موجود ہے۔ مطلوب الحسن سید نے اپنی کتاب میں شادی کا مقام "راجکوٹ" درج کیا ہے۔ (۲) جب کہ الانہ نے گونڈل "پانیلی" لکھا ہے

(۳) جس کی تصدیق محترمہ فاطمہ جناح کی کتاب سے بھی ہوتی ہے (۴) لیکن رضوان احمد کا بیان ہے کہ شادی "ہریانہ جام نگر" میں ہوئی (۵) بہر حال اس ضمن میں سب سے اہم رائے محترمہ فاطمہ جناح کی تصور کی جاسکتی ہے جو اگرچہ اس شادی کی چشم دید گواہ تو نہیں کہلائی جاسکتی ہیں کیونکہ اس وقت ان کی عمر ایک سال یا تقریباً دس ماہ تھی۔ لیکن قریبی خاندانی ذرائع سے ان کو بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی تھیں اور اسی بنا پر ان کے بیان کو پہلے مرحلے پر معتبر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس شادی کے بارے میں سب سے زیادہ تفصیلات فاطمہ جناح، جی الانہ اور رضوان احمد نے جمع کی ہیں۔ یہ تفصیلات اگرچہ ایک دوسرے سے کسی حد تک مختلف ہیں لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ جناح کی شادی بمبئی کے دولت مند تاجر گوکل لیرا کھیم جی کی بیٹی "ایمی بائی" سے ہوئی تھی۔ جی الانہ، ہیکٹر بولا تھو او فاطمہ جناح نے گوکل لیرا کھیم جی کی بیٹی کا نام "ایمی بائی" لکھا ہے۔ جب کہ رضوان احمد نے بغیر کسی حوالے کے یہ نام "امربائی" درج کیا ہے (۶) محمد علی جناح شادی کے لئے "پانیلی" گئے اور وہاں کچھ عرصے قیام کے بعد کراچی واپس آگئے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اپنی کتاب میں شادی کی نہایت دلچسپ تفصیل درج کی ہے۔ جب کہ جی الانہ نے فاطمہ جناح کی ہی درج کردہ تفصیلات کو اختصار کے ساتھ اور بڑی حد تک من وعن بیان کر دیا ہے۔ برخلاف اس کے رضوان احمد نے شادی کی تفصیلات کے سلسلے میں قدیم کراچی کے باشندوں اور قائداعظم کے اعزا کے انٹرویوز پر انحصار کیا ہے۔ انہوں نے قیاس کی بنیاد پر بہت سی باتیں درج کی ہیں اور بڑی حد تک یہ تفصیلات فاطمہ جناح کی معلومات سے مختلف ہیں۔

محمد علی جناح نے ۳۰ جنوری ۱۸۹۲ء کو سندھ مدرستہ الاسلام سے شادی کے لئے چھٹی لی اور پھر کراچی واپس پہنچ کر ۸ مارچ ۱۸۹۲ء کو چرچ مشن سوسائٹی ہائی اسکول میں داخلہ لے لیا۔ اس طرح وہ تقریبا ایک ماہ سے زائد عرصے تک کراچی سے باہر رہے۔ انہوں نے اس اسکول میں سات ماہ اور ۲۳ دن تعلیم حاصل کی کیونکہ اسکول کے رجسٹر کے مطابق جناح نے ۳۱ اکتوبر ۱۸۹۲ء کو چرچ مشن سوسائٹی ہائی اسکول چھوڑدیا تھا۔ اس مرتبہ اسکول چھوڑنے کی وجہ بیرون ملک روانگی تھی۔ جیسا کہ بعد میں یعنی جنوری ۱۸۹۳ء کے اوائل ہی میں وہ لندن روانہ ہوگئے۔ شادی کے بعد سے لندن روانگی تک محمد علی جناح نے نہ صرف اپنی تعلیم جاری رکھی بلکہ اپنے والد کے کاروبار میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ جس کا ثبوت ان کے والد جناح پونجا کے خلاف دائر کئے جانے والے مقدمات کی کاروائیوں سے ملتا ہے۔ جناح پونجا نے اگست ۱۸۹۲ء میں اپنے بیٹے کے نام سے ایک کمپنی میسرز محمد علی جناح بھائی قائم کی (۷) یہ کمپنی مچھلیاں انگلستان بھیجتی تھی۔ محمد علی جناح نے تقریبا پانچ ماہ تک اس کاروبار کی نگرانی کی اور جنوری ۱۸۹۳ء میں لندن روانہ ہوگئے۔ فاطمہ جناح اور رضوان احمد نے لکھا ہے کہ لندن روانگی کا مقصد تجارت تھا۔ لیکن بعد میں انہوں نے "لنکنزان" مین داخلہ لے لیا اور بیرسٹری کی تعلیم حاصل کی۔ لندن میں محمد علی جناح کے قیام اور ابتدائی مصروفیات کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ بہر حال یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ ابتداً وہ کاروبار کے لئے لندن گئے تھے اور بعد میں انہوں نے قانون کی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی تھی (۸)

محمد علی جناح کو ۲۹ اپریل ۱۸۹۶ء کو بیرسٹری کی سند ملی اور جولائی یا اگست ۱۸۹۶ء میں وہ ہندوستان واپس لوٹے۔ جناح کی ہندوستان واپسی کے بارے میں جناح کے سوانح نگاروں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ہیکٹربولا تھو اور جی الانہ نے لندن سے جناح کی واپسی کراچی میں دکھائی ہے۔ جب کہ رضوان احمد نے لکھا ہے وہ لندن سے لوٹے تو سیدھے بمبئی پہنچے (۹) اسی قسم کا اختلاف جناح کی اہلیہ ایمی بائی کے انتقال کے بارے میں بھی موجود ہے۔ جی الانہ اور فاطمہ جناح نے لکھا ہے کہ جب محمد علی جناح لنکنز ان میں زیر تعلیم تھے تو کراچی میں ان کی اہلیہ ایمی بائی کا انتقال ہوگیا لیکن رضوان احمد نے لکھا ہے کہ محمد علی جناح نے لندن سے واپسی پر بمبئی میں وکالت شروع کردی۔ اس دوران ان کا قیام "اپالو ہوٹل" میں تھا جب کہ ان کے والد، اہلیہ اور ہمشیرگان بمبئی کے خوجہ محلے میں مقیم تھے۔ ان ہی دنوں بمبئی میں ہیضہ کی وبا پھیلی اور جناح کی نوعمر بیوی اس کی لپیٹ میں آکر ہلاک ہوگئیں۔ (۱۰)

ایمی بائی کا انتقال جناح کے لئے یقیناً ایک اندوہناک سانحہ ہوگا۔ مگر حالات وشواہد سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس سانحہ کو نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا اور تن دہی کے ساتھ بحیثیت وکیل اپنی ساکھ قائم کرنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔ اگرچہ جناح کے لئے ایمی بائی سے شادی ان کی ازواجی زندگی کے باب میں کوئی قابل ذکر تجربہ نہ تھا لیکن ایمی بائی کے انتقال کے بعد انہوں نے بڑی حد تک دوسری شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ ابتداً ان کے والد نے بھی ان کو دوسری شادی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے آمادگی ظاہر نہیں کی اور تقریباً بائیس سال تک وہ اپنے اس فیصلے پر

قائم رہے۔

حوالہ جات

(۱) سندھ مدرستہ الاسلام کا داخلہ رجسٹر جس میں داخلہ نمبر ۴۳۰ کے آگے "محمد علی جناح بھائی" اور آخری کالم میں "Left for Cutch on marriage" درج ہے۔

(۲) مطلوب الحسن سید : Mohammad Ali Jinnah : A Political Study (لاہور : ۱۹۴۵ء) دوسرا ایڈیشن، دیکھئے صفحہ ایک کا فٹ نوٹ۔

(۳) جی الانہ Quaid-i-Azam Jinnah: The Story of a Nation (کراچی : ۱۹۶۷ء) ص ۱۴

(۴) فاطمہ جناح My Brother (غیر مطبوعہ مسودہ، نیشنل آرکائیوز، اسلام آباد) ص ۶۹

محترمہ فاطمہ جناح کی یہ کتاب پروفیسر شریف المجاہد نے ۱۹۸۷ء میں قائد اعظم اکادمی سے شائع کی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے جو قائد اعظم اکادمی سے ہی ۱۹۸۸ء میں "میرا بھائی" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔

(۵) رضوان احمد، قائد اعظم کے ابتدائی تیس سال (کراچی : ۱۹۷۷ء) ص ۲۷

(۶) دیکھئے جی الانہ کی محولہ بالا کتاب، ص ۱۳۔ ہیکٹر بولائتھو کی کتاب Jinnah: Creator of Pakistan (لندن: ۱۹۵۴ء) ص ۴۔ فاطمہ جناح کی محولہ بالا کتاب،

ص ٦٩ اور رضوان احمد کی محولہ بالا کتاب ص ۲،۷-
واضح رہے کہ کاٹھیا واڑ اور گجرات میں اکثر ناموں کا تلفظ بگڑ جاتا ہے۔ خصوصاً جب کسی نام کو مختصر کرتے ہیں تو اس کے معنی اور مفاہیم بھی بدل جاتے ہیں جس طرح زلیخا کو عموماً "جلو" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ زبیدہ کو "جبی" اور فاطمہ کو "فتو" کہتے ہیں۔ اس طرح امینہ سے "امی" یا "ای" ہوجاتا ہے۔ اس لئے امربائی کے مقابلے میں "امی بائی" زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ کاٹھیا واڑ اور گجرات میں عورت کے لئے بطور تقدیس "بائی" کے لفظ کا اضافہ کردیا جاتا ہے جیسے اردو میں خواتین کے ناموں کے ساتھ بیگم یا خاتون بڑھادیتے ہیں۔ قائد اعظم کی دوسری بیوی کا نام اسلام قبول کرنے سے پہلے رتی پیٹٹ تھا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا اسلامی نام رتن بائی رکھا گیا۔

(۷) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ محمد علی جناح اپنے نام کے ساتھ ابتدا عام خاندانی رواج کے مطابق لاحقہ کے طور پر بھائی کا لفظ استعمال کرتے تھے، جیسا کہ سندھ مدرستہ الاسلام کراچی، چرچ مشن ہائی اسکول اور لنکنزان کے داخلہ رجسٹر، لنکنزان کے بینچ ماسٹرز کے نام ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو دی جانے والی ایک درخواست اور ۲۴ ستمبر ۱۸۹۵ء کو ایک برطانوی جہازراں کمپنی "ڈیمنر میتھیو زیلنگ" کی جانب سے جناح پونجا اور ان کے بیٹے محمد علی جناح پر دائر کئے گئے ایک مقدمے کی فائل سے ظاہر ہے۔ بعد میں محمد علی جناح نے لنکنزان سے بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے پر لنکنزان کی کونسل کو ایک درخواست دی جس میں کہا گیا تھا

کہ ان کے نام کے ساتھ ''بھائی'' کا جو لاحقہ ہے اسے خارج کر دیا جائے۔ چنانچہ ۲۴ اپریل ۱۸۹۶ء کو ان کی خواہش کے مطابق یہ لاحقہ حذف کر دیا گیا۔ اس طرح وہ محمد علی جناح بھائی سے محمد علی جناح ہوگئے۔ انہوں نے ۲۹ اپریل ۱۸۹۶ء کو بیرسٹری کی سند ملنے پر لنکنز ان کے رجسٹر پر اپنے دستخط ایم اے جناح کئے ہیں (مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے، سندھ مدرسۃ الاسلام، چرچ مشن سوسائٹی ہائی اسکول اور لنکنز ان کا داخلہ رجسٹر، مقدمہ نمبر ۱۸۴، ۱۸۹۵ء کا فائل جو سندھ ہائی کورٹ کراچی کی لائبریری میں موجود ہے۔ رضوان احمد کی محولہ بالا کتاب، ص ۱۰۷، اور راقم الحروف کی کتاب، قائد اعظم خطوط کے آئینے میں (کراچی ۱۹۸۵ء) ص ۵۳، ۵۴ اور ۵۵،

(۸) محمد علی جناح کی لندن روانگی اور ان کے والد کے کاروبار اور اس کاروبار سے متعلق مقدمات کی تفصیلات کے لئے دیکھئے ڈاکٹر ریاض احمد کی کتاب

Quaid-I-Azam Muhammad Ali Jinnah:

The formative years 1892 - 1920.

ڈاکٹر ریاض احمد کی مذکورہ کتاب میں محمد علی جناح کی پہلی شادی اور نام کی تبدیلی کے بارے میں بھی تفصیلات موجود ہیں۔

(۹) دیکھیے میکٹر بولائتھو کی محولہ بالا کتاب ص ۱۴' جی الانہ کی کتاب ص ۲۲ اور رضوان احمد کی کتاب ص ۱۱۲۔

(۱۰) جی الانا' ص ۱۸' فاطمہ جناح ص ۸۳ اور رضوان احمد ۱۱۴' ۱۱۵

بمبئی آمد
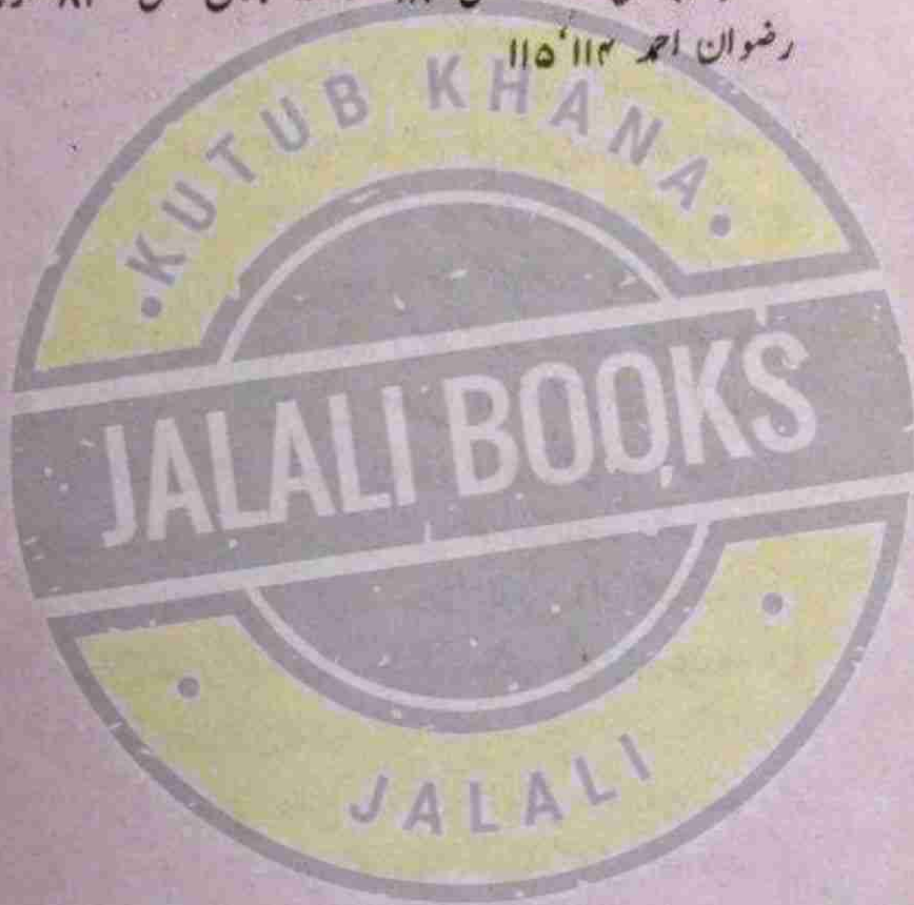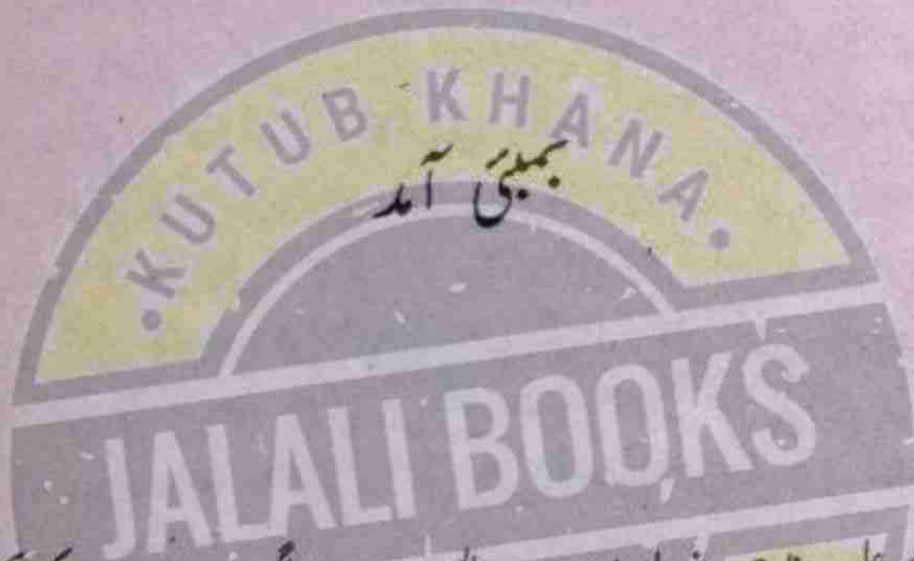
محمد علی جناح نے لندن سے واپسی پر ۲۴ اگست ۱۸۹۶ء کو بمبئی ہائی کورٹ میں بحیثیت وکیل اپنا رجسٹریشن کرایا اور تقریباً تین سال کی شدید جدوجہد کے بعد بیسویں صدی کے آغاز میں ان کا شمار بمبئی کے معروف وکلاء میں ہونے لگا (۱) اسی دوران یعنی مئی ۱۹۰۰ء میں بمبئی پریذیڈنسی کے مجسٹریٹ کی حیثیت سے ان کا عارضی تقرر ہوا اور تقریباً چھ ماہ بعد یعنی نومبر ۱۹۰۰ء میں وہ اس عہدے سے سبکدوش ہو گئے۔ اس عہدے پر مامور ہونے کے بعد جناح میں اس قدر خود اعتمادی، لگن، اور دوربینی پیدا ہو گئی تھی کہ جب جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ بمبئی کے ممبر انچارج سر چارلس اولیونٹ نے ان کو مجسٹریٹ کے مستقل عہدے پر تقرر کی پیش کش کی تو انہوں نے یہ پیشکش یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اب میں ہر روز پندرہ سو روپے

کمانے کے لئے آزادانہ وکالت کروں گا (۲) جناح کے اس فیصلے نے ان کی مقبولیت میں اس قدر اضافہ کیا کہ ان کو بمبئی کی عدالت کا لارڈ سائمن کہا جانے لگا (۳) ان کی اسی مقبولیت سے متاثر ہو کر بمبئی کی ایک مقتدر شخصیت سر فیروز شاہ مہتہ (۱۸۴۵-۱۹۱۵ء) نے ان کو بمبئی پریذیڈنسی ایسوسی ایشن کی رکنیت دی اور ۱۹۰۳ء میں میونسپل کارپوریشن بمبئی کا قانونی مشیر مقرر کیا۔ پھر ۱۹۰۵ء میں ان کو ایک وفد کا رکن نامزد کیا گیا۔ یہ وفد گوپال کرشنا گوکھلے (۱۸۶۶-۱۹۱۵ء) اور دیگر کانگریسی رہنماؤں پر مشتمل تھا اور اس کا مقصد لندن جا کر برطانوی انتخابات میں ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کا مسئلہ پیش کرنا تھا۔ (۴) محمد علی جناح نے ۱۹۰۶ء میں انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کی اور اس طرح انہوں نے ہندوستان کی سیاسی زندگی میں عملی طور پر حصہ لینا شروع کر دیا۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۶ء تک محمد علی جناح کو ہندوستان کی قومی سیاست میں ایک منفرد مقام حاصل ہو گیا تھا۔ اس عرصے میں جہاں انہوں نے لیجسلیٹو کونسل کے رکن کی حیثیت سے وقف علی الاولاد کا بل منظور کرایا۔ وہاں اکتوبر ۱۹۱۳ء میں سید وزیر حسن اور مولانا محمد علی جوہر کی تجویز پر آل انڈیا مسلم لیگ کی رکنیت حاصل کر کے خود کو مسلمانوں کی عملی سیاست سے وابستہ کر دیا۔ اس طرح وہ ہندو مسلم معاملات میں ایک درمیانی آدمی کی حیثیت اختیار کر گئے اور انہوں نے اپنی اسی حیثیت میں انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لئے جدوجہد شروع کی۔ اس جدوجہد میں ان کو بعض عاقبت نا اندیش افراد کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے تن دہی سے اپنا مشن جاری رکھا۔ چنانچہ ان کی ہی کوششوں سے ۲۵ دسمبر ۱۹۱۵ کو بیرسٹر مظہر الحق

(۱۸۶۶- ۱۹۳۰) کی صدارت میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بمبئی میں اس وقت منعقد ہوا جب وہاں لارڈ سنہا کی صدارت میں انڈین نیشنل کانگریس کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔

بمبئی میں مستقل رہائش اور وکالت کے فروغ کے ساتھ ساتھ محمد علی جناح کے تقریباً ہر طبقہ خیال کے افراد سے مراسم استوار ہو گئے۔ خصوصاً مئی ۱۹۰۰ء میں بمبئی پریذیڈنسی کے مجسٹریٹ کی حیثیت سے ان کے عارضی تقرر نے ان کو بمبئی کے سماجی اور سیاسی حلقوں میں شہرت عطا کی اور اسی عرصے میں ان کے بمبئی کے پارسیوں سے تعلقات میں اضافہ ہوا۔ جیسا کہ ان مقدمات سے پتہ چلتا ہے جن کی محمد علی جناح نے بحیثیت مجسٹریٹ تقریباً ۵۰ تک سماعت کی (۵) کیونکہ بیشتر مقدمات میں مدعی، یا مدعا علیہ یا ماخوذ پارسی ہیں۔ علاوہ ازیں بحیثیت وکیل انہوں نے جو ابتدائی مقدمات لڑے وہ بھی پارسیوں کے ہی تھے۔ خاص طور پر "کوکس کیس" جس میں جناح کو بقول ہیکٹر بولائتھو پہلی مرتبہ اپنی مکمل صلاحیتیں دکھانے کا موقع ملا (۶) جو ایک پارسی سر فیروز شاہ مہتہ سے متعلق تھا۔

پارسی فرقے سے محمد علی جناح کے قریبی مراسم کی اساس و بنیاد یہی واقعات بنے اور ایک وقت وہ آیا کہ جناح بمبئی میں پارسیوں کے کلب یا جماعت خانے کے مستقل مہمان بن گئے (۷) جناح کی بمبئی میں پارسیوں کے کلب میں آمدورفت سے بجا طور پر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جناح کو پارسیوں میں کس درجے مقبولیت حاصل ہوگئی تھی، کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں آباد اقلیتوں میں پارسی وہ واحد اقلیت ہیں جو دیگر اقلیتوں یا اپنے سے مختلف عقیدے کے افراد سے نہ صرف محدود میل جول رکھتے

ہیں بلکہ ان کو اپنی تقریبات وغیرہ میں بھی بہت کم شامل کرتے ہیں۔

حوالہ جات

(۱) بمبئی آنے کے بعد محمد علی جناح کی تنگ دستی اور شدید مشقت کا تذکرہ مطلوب الحسن سید نے بڑی تفصیل سے کیا ہے' وہ لکھتے ہیں۔ پہلے تین سال بڑی تنگ دستی میں گزرے وہ بڑی باقاعدگی سے ہر روز اپنے دفتر جاتے لیکن اس عرصے میں ایک بھی مقدمہ ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ اگر بمبئی کے لمبے اور پر ہجوم فٹ پاتھ بول سکتے تو وہ ضرور زبان حال سے اس جواں سال وکیل کی سعی لاحاصل کی شہادت دیتے جو ہر صبح شہر میں اپنی قیام گاہ سے.... قلعے میں اپنے دفتر تک پیدل جاتے... اور ہر شام جب امیدوں کے چراغ گل ہونے لگتے تو تھک ہار کر گھر لوٹ جاتے (دیکھئے مطلوب الحسن سید کی کتاب Mohammad Ali Jinnah: A Political Study ص ۷

(۲) ہیکٹر بولائتھو کی کتاب ص ۱۷

(۳) سرجان سائمن (۱۸۷۳-۱۹۵۴) کا شمار برطانیہ کے عظیم وکلاء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے نہایت کم عمری میں اپنی قانون فہمی کی بناء پر اعلیٰ اعزازات حاصل کیے۔ خصوصاً خارجہ امور کے سلسلے میں برطانوی حکومت نے ہمیشہ ان کی خدمات حاصل کیں۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان پر مشتمل وفد جو "سائمن کمیشن" کے نام سے ۱۹۲۷ء میں ہندوستان آیا تھا۔ اس کے بھی سربراہ سرجان سائمن تھے۔ ان کو اپنے دیدہ زیب لباس

مخصوص طرز گفتگو اور انداز و ادا کی وجہ سے برطانیہ کی عدالتوں میں منفرد حیثیت حاصل تھی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔

Who was Who والیوم ۵، ص ۱۰۰۱، ۱۰۰۲

Who's who of British اور Members of Parliament 1919-1945 (سیکس ۱۹۷۹) والیوم ۳ ص ۳۲۸، ۳۲۹

محمد علی جناح کو اگرچہ لارڈ سائمن سے تشبیہ دی گئی اور اسے ان کے لئے اعزاز بھی تصور کیا گیا لیکن ہندوستان کے ہی بعض افراد جنھوں نے محمد علی جناح کی صلاحیتوں کا بڑے قریب سے مشاہدہ کیا تھا اس اعزاز کو ان کے لئے کم تر تصور کرتے تھے، مثلاً جوکھم اولوا نے اپنے ایک مضمون میں محمد علی جناح کی شخصیت اور اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔ "مختصراً وہ (جناح) وکالت کے اعلیٰ ترین اوصاف کے حامل تھے۔ ان کو خراج تحسین پیش کیا گیا کہ وہ ہندوستانی عدالتوں کے لارڈ سائمن ہیں لیکن یہ خراج تحسین ان کی شخصیت اور صلاحیتوں کے اعتبار سے بہت کم تر ہے" دیکھئے جوکھم اولوا کی کتاب Leaders' of India (بمبئی: ۱۹۴۲) ص ۸۱۔

(۴) اے اے رؤف، Meet Mr. Jinnah (لاہور۔ ۱۹۵۵) ص ۵ اور پروفیسر شریف المجاہد کی کتاب

Quaid-i-Azam Jinnah:

Studies in Interpretation

(کراچی :۱۹۸۱ء) ص ۵۱۳

(۵) قائد اعظم نے مجسٹریٹ کی حیثیت سے کس طرح خدمات انجام دیں اور انہوں نے کس نوعیت کے مقدموں کی سماعت کی۔ اس ضمن میں تفصیلات کے لئے دیکھیے ڈاکٹر ریاض احمد کی کتاب Quaid-i-Azam: As Majistrate (راولپنڈی : ۱۹۸۳)

(۶) ہیکٹر بولائتھو، ص ۲۰

(۷) جی الانہ، ص ۱۹۶
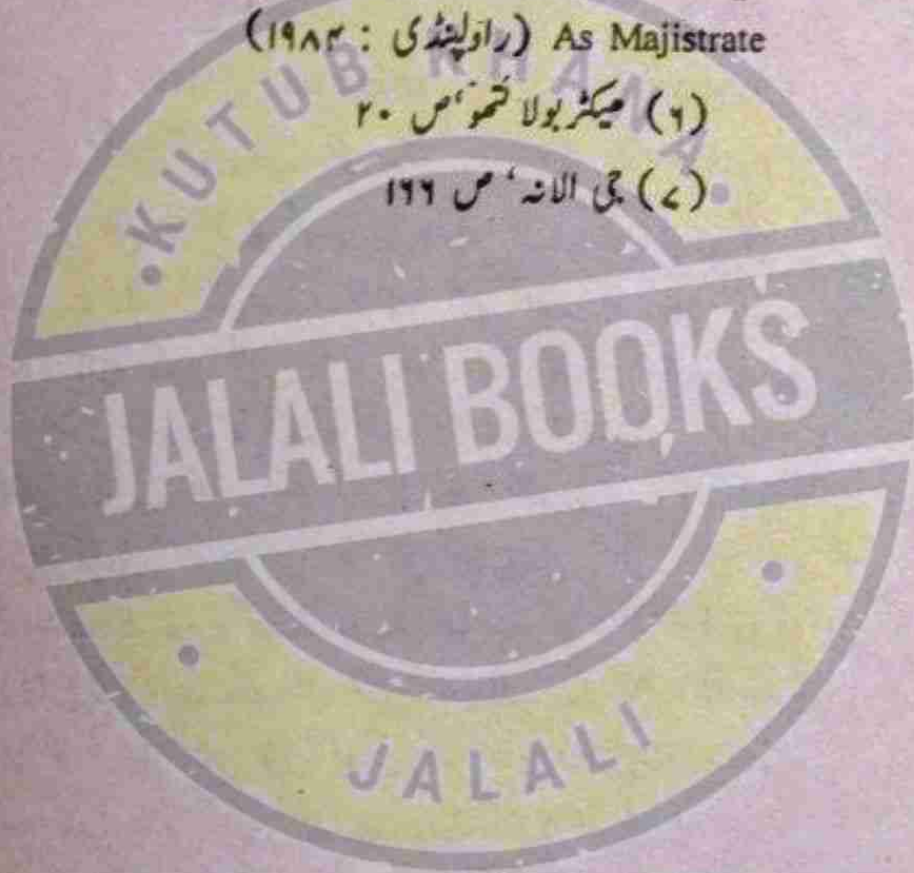
رتی پٹیٹ سے ملاقات

پارسیوں کے کلب میں آمدورفت کے دوران محمد علی جناح کے جن پارسی خاندانوں سے دوستانہ مراسم استوار ہوئے ان میں ایک خاندان سر ڈنشاپٹیٹ کا تھا (۱) جو ہندوستان کے نامی گرامی روساء میں شمار کیے جاتے تھے۔ محمد علی جناح اکثر شام کو ان کی کوٹھی پر جاتے اور گھنٹوں مختلف مسائل و امور پر تبادلۂ خیالات کرتے اور بیشتر رات کا کھانا بھی سر ڈنشاپٹیٹ کے ساتھ کھاتے۔ ان ہی ملاقاتوں اور آمد و رفت کے دوران محمد علی جناح کی ملاقات سر ڈنشاپٹیٹ کی اکلوتی بیٹی رتی پٹیٹ سے ہوئی جو اگرچہ نوعمر تھیں لیکن نہایت ذہین اور شوخ و شنگ۔ محمد علی جناح کی پر وقار شخصیت، مخصوص طرز استدلال اور ذہانت نے رتی پٹیٹ کو متاثر کیا اور وہ ان کی ذات میں دلچسپی لینے لگیں اور پھر یہ دلچسپی بہت جلد ان کے دل کی

دھڑکنوں کا حصہ بن گئی۔

رتی پٹیٹ تقریباً چوبیس برس محمد علی جناح سے چھوٹی تھیں لیکن ان کی ذہانت، علم دوستی اور خوش پوشاکی کا تذکرہ عام تھا۔ رتی نے اس کم عمری میں اپنی مخصوص ذاتی صلاحیتوں کی بنا پر خود کو بمبئی کی باوقار خواتین کی صف میں لاکھڑا کیا تھا۔ ان کی پرورش شاعرانہ ماحول میں ہوئی تھی گیارہ سال کی عمر میں ہی انھوں نے الفرڈ ٹینی سن، شیلے، بائرن، کیٹس، براوننگ اور برنس جیسے شعرا کے علاوہ انگریزی کے افسانوی ادب کا بھی کثرت سے مطالعہ کیا تھا۔ یہی نہیں انھوں نے اپنے کورس میں بھی ملٹن کی "پیراڈائز لوسٹ" پڑھی تھی اور اس کے متعدد بند ان کو زبانی یاد تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی ذاتی لائبریری میں موجود رتی کی کتابوں کا جائزہ لینے سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بچپن سے ہی شعر و ادب کا مطالعہ ان کے پسندیدہ مشاغل میں شامل تھا۔ رتی کے اس ذوق کی آبیاری میں ان کے والدین بھی شریک تھے۔ سر ڈنشا پٹیٹ اور ان کی اہلیہ کو بھی انگریزی ادب سے دلچسپی تھی چنانچہ اکثر مواقع پر سر ڈنشا پٹیٹ اپنی بیٹی کو شعر و ادب کی شاہکار کتابیں "تحفتاً" دیتے رہتے تھے ایسی کتابوں میں چارلس براوننگ کی تصنیف "شرلے" اور ٹینی سن کی نظموں کا مجموعہ قابل ذکر ہے جو سر ڈنشا پٹیٹ نے ۱۸/ فروری ۱۹۱۲ء اور ۱۲/ دسمبر ۱۹۱۱ء کو رتی پٹیٹ کو اپنے دستخط کے ساتھ "تحفتاً" دیے تھے (۲)

شعر و ادب کی بہترین کتابوں کی رفاقت نے رتی کی سوچ و فکر میں ایک تغیر پیدا کر دیا تھا وہ گفتگو کے دوران کثرت سے شعر و ادب کے حوالے دیتی تھیں چنانچہ ذہنی بلوغت کی اس منزل پر پہنچ کر ان کی

راہ و رسم اپنی ہم عمر لڑکیوں سے بہت کم اور اپنے والدین کے احباب سے بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ وہ شام کو اپنے گھر پر جمع ہونے والے افراد سے گھنٹوں محو گفتگو رہا کرتی تھیں۔ شعر وادب کے حوالے سے ان کو ہندوستان کی عمومی سیاست سے بھی قدرے دلچسپی تھی چنانچہ جب گفتگو سیاست کی ہوتی تو وہ بھی اپنی رائے کا اظہار کرتی تھیں۔ ہندوستان کی آزادی اور سماجی انصاف کی بحالی ان کے پسندیدہ موضوعات تھے یہی وجہ تھی کہ ان کی طبیعت پر قوم پرستی غالب تھی اور وہ ہر لحہ اس فکر میں غلطاں رہتی تھیں کہ کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جائے جو ہندوستان کی عمومی زندگی میں ایک انقلاب اور ہلچل پیدا کردے۔ سر ڈنشاپیٹ کے احباب میں ہندوستان کے تقریباً تمام چوٹی کے سیاستداں اور وکلاء شامل تھے بدرالدین طیب جی، گوپال کرشنا گوکھلے، بنرجی، مسز اینی بیسنٹ، تلک، سر تیج بہادر سپرو، مسز سروجنی نائیڈو، فیروز شاہ مہتہ۔ وغیرہ یہ تمام ایسے رہنما تھے جو سر ڈنشاپیٹ کے گھر آتے تھے اور ان میں سے بیشتر کے ساتھ رتی پیٹ کو گفتگو اور تبادلہ خیال کا موقع ملا تھا مگر محمد علی جناح پہلے اور آخری آدمی تھے جن کے انداز فکر نے رتی کو بے پناہ متاثر کیا اور وہ روز بروز ان سے مانوس ہوتی چلی گئیں۔ شاعرانہ افتاد طبع کی بناپر رتی کی رومانی جبلت بھی بہت شدید ہوگئی تھی اور وہ ۱۹۱۶ء میں اپنی سوچ کی اس منزل پر تھیں جہاں ان کو اپنے خوابوں کے شہزادے کی تلاش تھی۔ محمد علی جناح سے قربت اور مانوسیت نے ایسے مواقع فراہم کئے کہ رتی پیٹ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ محمد علی جناح کے دامن الفت سے خود کو وابستہ کر چکی ہیں۔ (۲)

جی الانہ نے لکھا ہے کہ کیوپڈ کا کوئی مدون ضابطہ قانون نہیں ہے۔ وہ کسی نہ کسی گوشے سے انسان کے دل کو نشانہ بنا ہی لیتا ہے جناح بمبئی کے مالدار پارسی فرقے میں بہت مقبول تھے، اگرچہ یہ فرقہ سماجی اعتبار سے آزاد خیال تھا تاہم غیر پارسیوں کے ساتھ شادی بیاہ کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا تھا۔ بمبئی کے پارسیوں کا ایک مخصوص کلب تھا۔ جہاں بیشتر مالدار پارسی روزانہ شام کو مل بیٹھتے تھے ...... جناح اس کلب کے مستقل مہمان کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ پارسی گھرانوں میں ان کا میل جول خاصا بڑھ گیا تھا۔ ان ہی گھرانوں میں سر ڈنشا پیٹ اور لیڈی پیٹ بھی تھیں جن سے اکثر ان کی ملاقات ہوتی اور وہ ان کے یہاں ڈنر پارٹیوں میں شرکت کرتے تھے۔ محمد علی جناح نہ صرف عدالتوں میں اپنی ذہانت کا سکہ جما چکے تھے بلکہ عام مجلسی زندگی میں بھی ان کا انداز گفتگو نہایت متاثر کن ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ کم سخن خیال کیے جاتے تھے لیکن دوستوں کی محفل میں ان کی گفتگو سے بزلہ سنجی، ظرافت اور ذہانت کے دریا موجیں مارنے لگتے ...... سر ڈنشا کی بیٹی رتی بائی جن کی عمر سترہ سال تھی اور جو اپنی عمر کے مقابلے میں کہیں زیادہ ذہین واقع ہوئی تھیں اپنے گھر پر ہونے والی سنجیدہ بحثوں میں حصہ لیتی تھیں ...... شروع شروع میں جناح سے ان کی دلچسپی کی بنیاد صرف یہ تھی کہ جناح پبلک پلیٹ فارم کی ممتاز شخصیت تھے اور وہ ان کی صلاحیتوں کی ایک مداح (۴)۔ مگر اپریل ۱۹۱۶ء میں جب محمد علی جناح گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے سر ڈنشا کے خاندان کے ہمراہ دار جلنگ گئے تو یہ دلچسپی "محبت" میں بدل گئی۔ (۵)

دار جلنگ میں، رتی کو محمد علی جناح کی شخصیت ، عادات و اطوار اور

سیاسی فلسفہ کا بہت قریب سے جائزہ لینے کا موقع ملا۔ بظاہر سخت گیر، اپنی انا کے اسیر، استقامت اور اولعزمی کی مجسم تصویر، وجیہہ اور سر وقد محمد علی جناح جو پہلی شادی کے بعد سے تجرد کی زندگی گزار رہے تھے رتی بائی کو اپنے باطن میں ایک مختلف انسان دکھائی دیئے۔ ایک ایسا انسان جس کی روح نہایت سبک اور احساس نہایت نرم و نازک تھا۔ بقول محمد حنیف آزاد "وہ طبیعتاً حباب بر آب تھے لیکن وہ ایک بہت بڑا بھنور بن کر رہنا چاہتے تھے" (۶) دار بلنگ کے سبزہ زاروں میں، محمد علی جناح اور رتی بائی گھنٹوں گھڑ سواری کرتے رہتے اور اسی دوران بالآخر انہوں نے فطرت کے حسین مناظر کے سائے میں تمام عمر ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا۔

حوالہ جات

(۱) سر ڈنشا پیٹٹ کا ہندوستان کے ممتاز روسا میں شمار ہوتا تھا۔ وہ سر ڈنشا مانک جی پیٹٹ (۱۸۲۳-۱۹۰۱) کے بیٹے اور نسروان جی کاؤس جی کے پوتے تھے جو ۱۷۸۵ میں سورت سے نقل مکانی کر کے بحیثیت شپنگ ایجنٹ بمبئی آئے تھے۔ نسروان جی کاؤس جی کی بمبئی میں ایک فرانسیسی جہاز راں سے ملاقات ہوئی جس نے ان کو پستہ قامتی کی بناء پر پیٹٹ کہا اور پھر لفظ "پیٹٹ" اس خاندان کی شناخت بن گیا۔ سر ڈنشا کی سر جمشید جی جے بھائی کی بیٹی دین بائی سے ۱۸۸۴ء میں شادی ہوئی ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ اپنی دولت اور ثروت کی بنا پر اس خاندان کو سماجی اور سیاسی حلقوں میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں:

Memoirs of Sir Dinshaw Manakje Patit مرتبہ : ایس ایم ایڈورڈز (آکسفورڈ' ۱۹۲۳)

Who was Who , vol .III (لندن ۱۹۱۴ء) ص ۱۰۷۰

The Indian Year Book 1920 مرتبہ سر اسٹینلے ریڈ (مطبوعہ بمبئی) ص ۸۱۵

(۲) رتی بائی کی تمام کتابیں قائداعظم کے ذاتی کتب خانے میں موجود تھیں اور فاطمہ جناح کے انتقال کے بعد کراچی یونیورسٹی کی لائبریری میں منتقل کر دی گئیں۔ قائداعظم کی کتابوں میں موجود رتی بائی کی کتابوں کی ایک فہرست مرتب کی گئی ہے۔ جس میں ان کتابوں کی کیفیت بھی درج ہے۔ دیکھیے پیش نظر کتاب کا ضمیمہ نمبر (۱)

(۳) قائداعظم محمد علی جناح کو بھی زمانہ طالب علمی ہی سے شعروادب سے شغف تھا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے لکھا ہے کہ "اپنے جامع اور وسیع مطالعہ کی بنا پر وہ انگریزی زبان کے کئی ادیبوں اور شاعروں کی تخلیقات کا گہرا ادراک رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض ادیب اور شاعر ایسے تھے جو انھیں بےحد پسند تھے اور ان کی تخلیقات کا وہ زندگی کے آخری دور تک بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کرتے رہے ۔ لیکن جس شاعر نے ان کو سب سے زیادہ متاثر کیا تھا اور جس کے کلام میں وہ بے حد سحر انگیزی پاتے تھے وہ شیکسپیئر تھا۔ شیکسپیئر سے ان کے لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی کے انتہائی مصروف دور میں بھی جب وہ دن بھر کے جاں گسل اور تھکا دینے والے

کام سے فارغ ہو کر دیر گئے گھر واپس آتے تو وہ شیکسپیئر کا کوئی نہ کوئی ڈرامہ اٹھالیتے اور بستر پر لیٹ کر نہایت خاموشی سے اس کا مطالعہ کرتے رہتے۔ کبھی کبھار جب ہم دونوں رات کے کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے ہوتے تو وہ شیکسپیئر کے ڈراموں سے اپنے پسندیدہ حصے بہ آواز بلند پڑھ کر مجھے سناتے۔ دیکھئے فاطمہ جناح کی کتاب My Brother. (کراچی ۱۹۸۷) ص ۸۰

(۴) جی الانا کی محولہ کتاب ص ۱۶۶، ۱۶۷

(۵) قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ نہایت حسین اور خوبرو تھے لیکن خواتین کی جانب ان کے التفات کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اپنی کتاب "مائی برادر" میں اسی حوالے سے زمانہ طالب علمی کے دوران لندن میں جناح کے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "...... ایک موقع پر پرانی یادیں تازہ کرتے ہوئے انہوں (جناح) نے مجھے بتایا کہ مسز ڈریک ایک نہایت شفیق اور مہربان خاتون تھیں۔ ان کا خاندان خاصہ بڑا تھا اور وہ ان سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ اور انھیں اپنے بیٹے کی طرح چاہتی تھیں۔ ان کی ایک نہایت حسین اور دلکش لڑکی تھی۔ وہ قائد کی ہم عمر تھی۔ یہ حسین اور جمیل لڑکی یعنی مس ڈریک میرے بھائی پر بے حد ملتفت تھی لیکن میرے بھائی ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو راہ میں آنے والی ہر حسین و جمیل چیز پر اپنی محبت نچھاور کرتے پھرتے ہیں۔ غرض ایک عجیب صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ ایک طرف مس ڈریک میرے بھائی کے لئے سراپا

الطاف و کرم تھی۔ وہ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کی ہر ممکن کوشش کرتی لیکن میرے بھائی ہمیشہ اس سے ایک مخصوص فاصلہ قائم رکھتے اور یوں اضطراب و اجتناب کی کشاکش جاری رہی۔ مس ڈریک اکثر اپنے گھر میں مخلوط پارٹیوں کا اہتمام کرتیں۔ جس میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے ۔ ان موقعوں پر مختلف کھیل کھیلے جاتے جن میں ایک مخصوص مغربی کھیل چور سپاہی بھی کھیلا جاتا۔ اس کھیل میں اگر کوئی کسی چھپے ہوئے شخص کو ڈھونڈ لیتا تو سزا کے طور پر بوسہ لیا جاتا۔ مس ڈریک کی مستقل کوششوں اور مسلسل ترغیب اور التجاؤں کے باوجود قائد بوسہ بازی کے اس کھیل سے دور ہی رہتے۔ ایک دن قائد نے ان ہی دنوں کی باتیں کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ کرسمس کا موقع تھا۔ ڈریک فیملی کرسمس منا رہی تھی اور جیسا کہ کرسچین خاندانوں میں روایت ہے اس موقع پر دروازوں کی چوکھٹوں پر آکاس بیل لٹکا دی جاتی تھی۔ عیسائیوں سے روایت ہے کہ اگر کوئی نوجوان ایسی چوکھٹ کے نیچے کسی لڑکی کو کھڑا پالے تو اس کا بوسہ لے سکتا ہے۔ میں اس دن بے خبری میں ایسے ہی ایک دروازے میں کھڑا تھا جس پر آکاس بیل لٹکا دی گئی تھی۔ اتفاق یہ کہ مس ڈریک نے مجھے وہیں پکڑ لیا اور بازوؤں میں لے کر مجھ سے کہا کہ میں اس کا بوسہ لوں لیکن میں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے معاشرے میں نہ تو ایسا ہوتا ہے اور نہ اس کی اجازت ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے مس ڈریک سے اس طرح کا سلوک کیا تھا کیونکہ اس کے بعد سے میں اس کی طرف سے اس کی

عشوہ طرازیوں کے سبب پیدا ہونے والی پریشانیوں سے محفوظ ہو گیا تھا۔" دیکھئے فاطمہ جناح کی کتاب My Brother (کراچی ۱۹۸۷) ص ۷۷-۷۶

(۶)۔ سعادت حسن منٹو کی کتاب "گنجے فرشتے" میں محمد حنیف آزاد کا انٹرویو بعنوان "میرا صاحب" (مطبوعہ لاہور) ص ۳۲
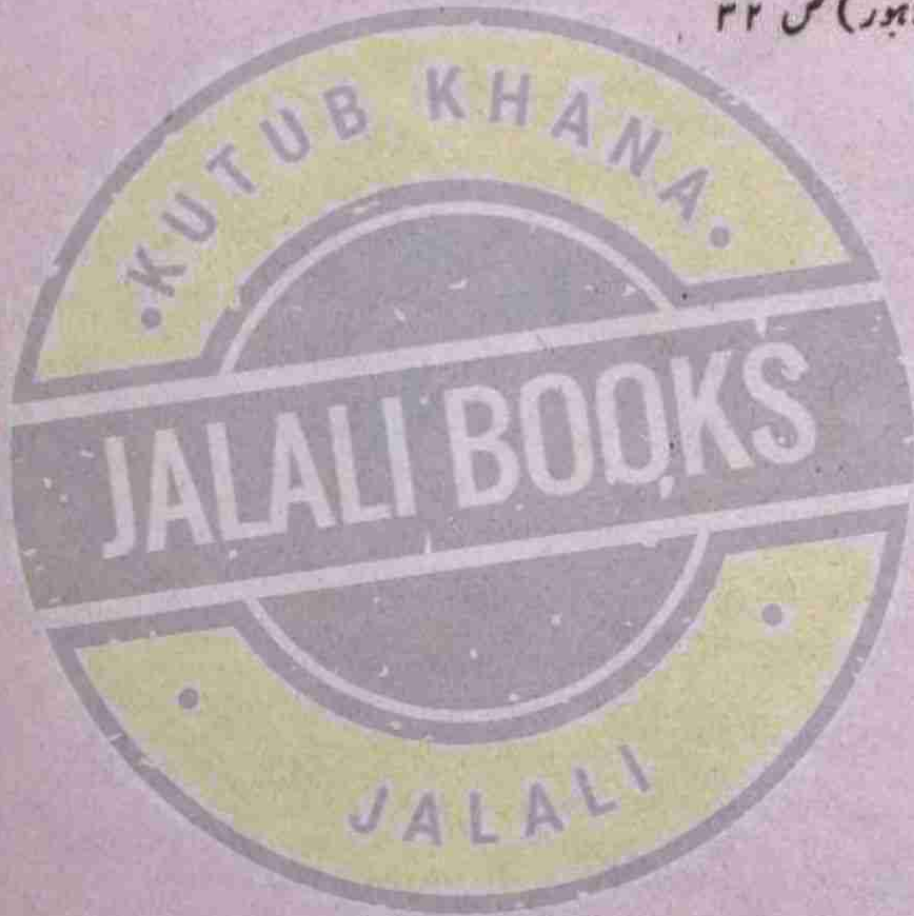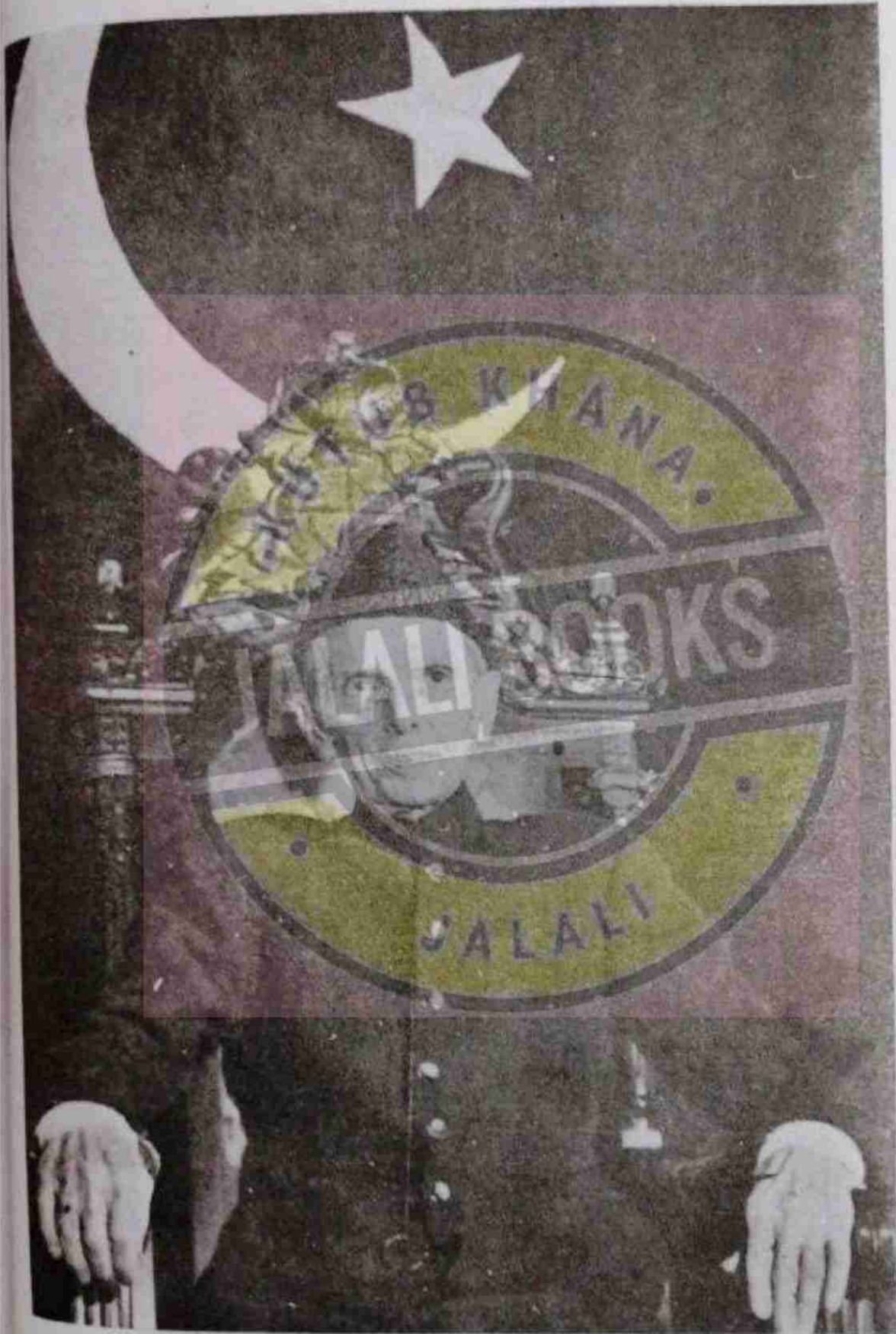
قائداعظم محمد علی جناح

ملاقات پر پابندی

اوائل جون ۱۹۱۶ء میں جب رتی کا خاندان اور محمد علی جناح دار جلنگ میں دو ماہ قیام کرنے کے بعد بمبئی واپس پہنچے تو ہر طرف ان کی شادی کی خبریں گشت کرنے لگیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر رتی پیٹٹ نے اپنے والدین کے سامنے کھل کر اقرار کر لیا کہ وہ محمد علی جناح کو نہ صرف پسند کرتی ہیں بلکہ ان سے فوری طور پر شادی بھی کرنا چاہتی ہیں۔ بقول کانجی دوار کا داس "رتی با اعتبار عمر جناح سے بہت چھوٹی تھیں لیکن وہ جناح سے شادی کرنے کا مصمم ارادہ کر چکی تھیں۔ (۱) رتی کے والدین اپنی بیٹی کی ایک مسلمان سے شادی کے حق میں نہیں تھے۔ جب کہ رتی کسی طرح سے بھی جناح کے خیال کو اپنے دل و دماغ سے محو کرنے پر آمادہ نہیں تھیں۔ یہ صورت حال رتی کے والدین کے لئے شدید پریشان کن اور

پیچیدہ تھی اور اس صورت حال سے نکلنے کا ان کو بظاہر کوئی راستہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔

بھارت کے سابق وزیر خارجہ ایم سی چھاگلہ نے جو اس وقت محمد علی جناح کے چیمبر میں ان کے نائب کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ دار جلنگ سے واپسی پر محمد علی جناح اور سر ڈنشا پیٹٹ کے درمیان ایک مکالمہ اپنی یادداشتوں میں درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”جناح کی شادی کا قصہ بہت دلچسپ ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ بالکل مستند بھی ہے۔ سر ڈنشا پیٹٹ جناح کے نہ صرف گہرے دوست تھے بلکہ وہ جناح کو بے حد پسند کرتے تھے اور ان کی بے باک وغیر متزلزل قوم پرستی اور متاثر کن شخصیت کے بے حد مداح تھے۔ ایک مرتبہ سر ڈنشا نے جناح کو دار جلنگ میں اپنے ساتھ چھٹیاں گزارنے کے لئے مدعو کیا۔ رتی یعنی مستقبل کی مسز جناح بھی وہاں موجود تھیں۔ یہاں رتی اور جناح ایک دوسرے سے اس قدر قریب آگئے کہ انہوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ جناح بعد میں سر ڈنشا کے پاس گئے اور بین المذاہب شادیوں کی بابت ان کی رائے دریافت کی۔ سر ڈنشا نے جو صورتحال سے بے خبر تھے۔ نہایت شدت سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسی شادیوں سے قومی یگانگت میں اضافہ ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ ایسی ہی شادیاں بین المذاہب منافرت کا آخری حل ثابت ہوں۔ جناح نے سر ڈنشا کے اس جواب کے بعد نہایت پرسکون لہجہ میں ان سے کہا کہ ”میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں۔“ سر ڈنشا یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ ان کو علم بھی نہیں تھا کہ ان کی یہ رائے خود ان کی ذات پر اثر انداز ہوگی۔ وہ شدید طیش میں آگئے اور انہوں نے کسی ایسے

موضوع پر گفتگو کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ جو ان کے نزدیک بے کار اور مضحکہ خیز ہو۔ (۲)

محمد علی جناح کے اس تبادلۂ خیال کے بعد بقول کانجی دوار کا داس سرڈنشا پیٹیٹ نے رتی پیٹیٹ کی جناح سے شادی یا دونوں کے درمیان کسی قسم کے روابط کے خلاف عدالت سے حکم امتناعی حاصل کرلیا۔ (۳) کیونکہ رتی کی عمر اس وقت (۱۹۱۶ میں) اٹھارہ سال سے کم تھی۔ سید شریف الدین پیرزادہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ محمد علی جناح اور رتی پیٹیٹ کی پہلی ملاقات اکتوبر ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ جب کہ اپنے اس مضمون میں انہوں نے سرڈنشا کے ساتھ محمد علی جناح کی دار جلنگ سے بمبئی واپسی اوائل جون ۱۹۱۶ء میں ظاہر کی ہے اور حکم امتناعی کا حصول بھی بمبئی واپسی کے بعد ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے بعد دو سال تک جناح اور رتی ایک دوسرے سے نہ مل سکے (۴) اس کے بر خلاف بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ دسمبر ۱۹۱۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس کے مشترکہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ تک سرڈنشا پیٹیٹ اور محمد علی جناح کے تعلقات نہ صرف برقرار تھے بلکہ رتی اور جناح کی ملاقات بھی استوار تھی۔ چودھری خلیق الزماں نے ۱۹۱۶ء کے لکھنؤ سیشن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد علی جناح اس مشترکہ اجلاس میں سرڈنشا پیٹیٹ کی گاڑی میں جلسہ گاہ تک آئے، گاڑی میں رتی اور لیڈی دین بائی پیٹیٹ کے علاوہ عمر سوبانی بھی موجود تھے (۵) کانجی دوار کا داس نے بھی اجلاس لکھنؤ میں رتی کی موجودگی ظاہر کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "میں دسمبر ۱۹۱۶ء میں بھولا بھائی ڈیسائی ان کی اہلیہ اور بیٹے دھیرو کے ہمراہ لکھنؤ گیا تھا۔

متصل کمپارٹمنٹ میں رتی، ہما بائی پیٹٹ (۶) اور آنجہانی بیرسٹر ڈی این بابو جی تھے ... میں نے اسے (رتی) دیکھا لیکن اس سے ملاقات نہیں ہوئی (۷) ان تمام شواہد کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ محمد علی جناح اور رتی کی ملاقات دسمبر ۱۹۱۶ء تک رہی کیونکہ دسمبر ۱۹۱۶ء کے اجلاس میں محمد علی جناح "ہندو مسلم اتحاد کے پیغامبر" بن کر ابھرے اور میثاق لکھنؤ کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہوئی۔ جناح کے امریکی سوانح نگار ڈاکٹر اسٹینلے والپرٹ نے سی ایم چھاگلہ کے حوالے سے اپنی کتاب "جناح آف پاکستان" میں میثاق لکھنؤ کے سلسلے میں جناح کی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جناح کی یہ کامیابی بلا شرکت غیرے تھی۔ یہ مکمل معاہدہ جناح نے تحریر کیا تھا اور اسے دونوں پارٹیوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور اب وہ "ذاتی اطلاق" کے حوالے سے اس کا تجربہ کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس معاہدے کو عملی شکل دینے کا ایک یہ ہی راستہ نظر آیا کہ انہوں نے سر ڈنشا پیٹٹ سے رابطہ کیا... اور اپنے پرانے دوست کو مطلع کیا کہ وہ ان کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں" (۸)

اسٹینلے والپرٹ نے بھی غیر راست طریقے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ محمد علی جناح اور سر ڈنشا پیٹٹ کے درمیان اختلافات کا آغاز دسمبر ۱۹۱۶ء کے بعد ہوا۔ کیونکہ رتی بائی اجلاس لکھنؤ میں موجود تھیں۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ایک اور ابتدائی سوانح نگار اے اے رؤف نے بھی محمد علی جناح کی رتی سے محبت اجلاس لکھنؤ کے بعد ظاہر کی ہے۔ (۹)

کانجی دوارکا داس اور چودھری خلیق الزماں دونوں اجلاس لکھنؤ کے عینی شاہد ہیں اور اس ضمن میں ان کی رائے کو سب سے زیادہ

معتبر تصور کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سر ڈنشا پیٹٹ نے رتی اور جناح کی ملاقات کے سلسلے میں عدالت سے حکم امتناعی دار جلنگ سے واپسی پر نہیں بلکہ اجلاس لکھنؤ کے بعد حاصل کیا تھا۔ (۱۰)

حوالہ جات

(۱) کانجی دوارکا داس Ruttie Jinnah : The Story of a Great Friendship ص ۱۶۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مشہور امریکی صحافی مارگریٹ برک وائٹ نے اپنی کتاب Half way to Freedom میں سر ڈنشا پیٹٹ کی صاحبزادی رتی پیٹٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک خلاف حقیقت واقعہ رقم کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ جناح نے رتی پیٹٹ کو پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا تھا جب وہ اپنے قریبی دوست سر ڈنشا پیٹٹ سے ملنے ان کے گھر گئے جو بمبئی کے ایک دولت مند تاجر تھے رتی اسی وقت پیدا ہوئی تھی جب جناح گھر میں داخل ہوئے۔ چنانچہ سر ڈنشا پیٹٹ نے بچی کو جناح کی گود میں دیتے ہوئے کہا کہ تم میری بیٹی کو گود میں لینے والے پہلے آدمی ہو Half way to Freedom (نیویارک ۱۹۴۹ء) ص ۹۶۔ مارگریٹ برک وائٹ نے تقریباً یہی واقعہ اپنی ایک اور کتاب Interview with India میں درج کیا ہے لیکن انہوں نے دونوں کتابوں میں ذریعہ ظاہر نہیں کیا ہے۔ یوں بھی یہ واقعہ اس بناء پر افسانہ طرازی اور خلاف حقیقت معلوم دیتا ہے کہ رتی پیٹٹ ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئیں' اس وقت محمد علی جناح کو بمبئی میں وارد ہوئے تقریباً ساڑھے تین سال ہوئے تھے اور وہ ابھی تک بمبئی کی

عدالتوں میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر سکے تھے۔ وہ روزانہ شام کو بمبئی کے ایڈوکیٹ جنرل مسٹر میکفرسن کے چیمبر میں قانون کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان کا قیام اپالوبندر کے علاقے میں ایک معمولی فلیٹ میں تھا۔ اس اعتبار سے بمبئی میں ابھی ان کی حیثیت ایک نووارد کی سی ہی تھی۔ چنانچہ یہ بات سرا سر خلاف حقیقت اور خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ۱۹۰۰ء میں جناح کے تعلقات بمبئی کے ایک بیرونٹ سرڈنشا پیٹٹ سے اس حد تک استوار ہوگئے ہوں گے کہ وہ اپنی نومولود بیٹی کو جناح کی گود میں دے دیں۔

Interview with India (لندن ۱۹۵۱ء) ص ۹۵-۹۷ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں۔ رضوان احمد، ص ۱۳۲ اور راقم الحروف کی کتاب قائداعظم کے ۲۷ سال (کراچی ۱۹۷۶) ص ۶۶-۶۷

(۲) ایم سی چھاگلہ Roses in December (بمبئی ۱۹۷۴ء) ص ۱۱۹

(۳) کانجی دوارکاداس، ص ۱۲

(۴) سید شریف الدین پیرزادہ Some Aspects of Quaid-i-Azam's life (اسلام آباد ۱۹۷۸) ص ۴۴

(۵) چودھری خلیق الزماں، شاہراہ پاکستان۔ (کراچی ۱۹۶۵ء) ص ۳۰۸

(۶) ہمابائی پیٹٹ، سرڈنشا پیٹٹ کی بہن اور کروڑپتی مخیر خاتون تھیں۔ ان کو مسز اینی بیسنٹ اور سروجنی نائیڈو کی دوست ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور اسی بناء پر وہ

ہندوستان کی سیاست سے ایک خاموش مبصر کی حیثیت میں دلچسپی رکھتی تھیں۔ انہوں نے تمام عمر شادی نہیں کی۔

(۷) کانجی دوارکا داس کی محولہ کتاب۔ص ۱۰

(۸) اسٹینلے والپرٹ کی کتاب Jinnah of Pakistan (نیویارک ۱۹۸۴) ص ۴۹

(۹) اے اے رؤف Meet Mr. Jinnah ص ۲۰۳

(۱۰) اس دور میں اس قسم کا حکم امتناعی جاری کرنے کا اختیار چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ کو ہوا کرتا تھا اور یہ احکامات لاء ڈاکومنٹس کا حصہ نہیں بنتے تھے۔ بلکہ صرف عدالتی فائلوں تک محدود رہتے تھے۔ چنانچہ جناح کے خلاف حکم امتناعی کا کوئی دستاویزی ثبوت موجود نہیں ہے۔ یہ حکم کسی اخبار میں بھی شائع نہیں ہوا تھا اس لئے اس زمانے کے اہم اخبارات جن میں بمبئی کرانیکل وغیرہ سرفہرست تھے اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ بمبئی کے ایک معمر وکیل رام سروپ تیواڑی کا کہنا ہے کہ بمبئی کی عدالتوں کا قدیم ریکارڈ اب محفوظ نہیں۔ دست برد زمانہ کے ہاتھوں ضائع یا تلف ہوچکا ہے اس لئے جناح کے خلاف حکم امتناعی کا دستاویزی ثبوت ملنا محال ہے (مصنف کے نام ایڈووکیٹ عبدالحفیظ نعیمی کا مکتوب ۱۷ نومبر ۱۹۸۴ء)

قائداعظم محمد علی جناح : ایامِ جوانی کی تصاویر

عرصہ ہجر اور شادی
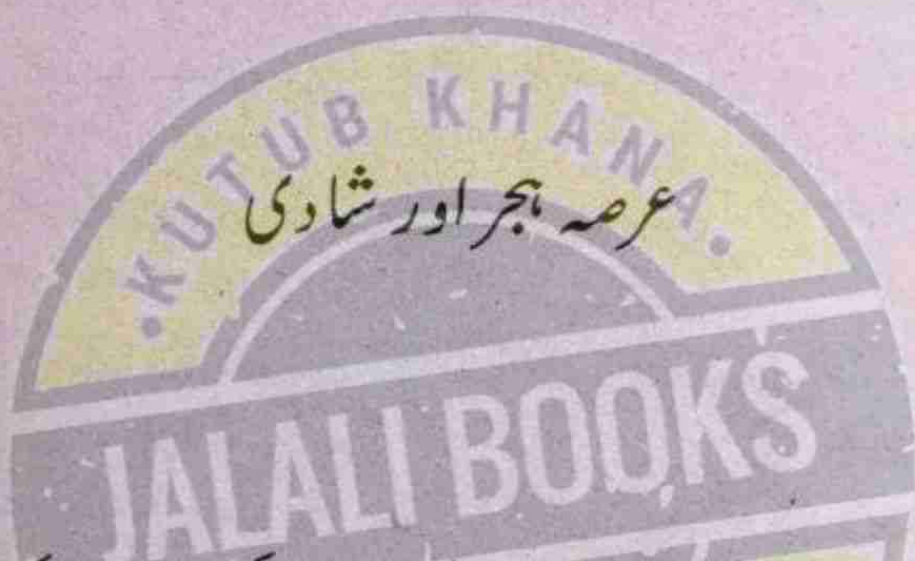
عدالت کے حکم امتناعی کی محمد علی جناح نے مکمل پاسداری کی۔ وہ تقریباً ڈیڑھ سال رتی سے نہیں ملے مگر عرصہ ہجر کی طوالت نے ان کی چاہتوں کو اور شدید کردیا۔ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کے لئے بے قرار رہنے لگے۔ اسی بے قراری نے ان کے اندر انتظار اور ایک دوسرے کی محبتوں پر ایقان کو مستحکم کیا۔ وہ جانتے تھے کہ سماج اور قانون تادیر ان کے درمیان حائل نہیں رہ سکتے۔ اور پھر یہی ہوا۔ جب وقت نے اپنے پر سمیٹے تو رتی بائی اٹھارہ سال کی ہوچکی تھیں (۱) چنانچہ وہ نہایت جرات مندی اور سرشاری کے عالم میں اپنے والدین کی ڈیوڑھی پار کرکے مالابارہل پر واقع محمد علی جناح کی کوٹھی ساؤتھ کورٹ پہنچ گئیں۔ انہوں نے اپنی محبت کی خاطر اپنے والدین کی دولت اور ثروت کو خیر باد کہہ دیا اور صرف ایک

جوڑے میں جو ان کے بدن پر تھا گھر سے نکل کھڑی ہوئیں۔

محمد علی جناح کے لئے جو پیشے اور طبیعت دونوں کے اعتبار سے قانون کی بالادستی کے قائل تھے رتی پیٹٹ کا یہ اقدام اگرچہ پریشان کن تھا لیکن اس لمحہ مصلحتوں اور اندیشوں کی گرد کو محبتوں کی تند و تیز آندھی اڑا لے گئی۔ محمد علی جناح فوری طور پر چند دوستوں کے مشورے سے جن میں عمر سوبانی سرفہرست تھے رتی پیٹٹ کو بمبئی کی جامع مسجد لے گئے۔ جہاں رتی نے ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو مولانا نذیر احمد خجندی کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرلیا۔(۲) رتی پیٹٹ کا اسلامی نام مریم بائی رکھا گیا۔ (۳)

دوسرے دن ہندوستان کے تقریباً تمام اہم اخبارات نے یہ خبر شائع کی کہ سر ڈنشا پیٹٹ کی اکلوتی صاحبزادی مس رتی پیٹٹ نے گزشتہ روز اسلام قبول کرلیا اور آج ان کی شادی آنریبل ایم اے جناح سے ہوگی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ رتی نے جمعرات کے دن اسلام قبول کیا۔ اس دن ہجری سن کے مطابق رجب المرجب کی چھ تاریخ تھی جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے عرس کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو پہلے عمر سوبانی اور بعد میں محمد علی بلا ناغہ پابندی کے ساتھ محمد علی جناح کے یہاں ”خواجہ کی نیاز“ بھیجا کرتے تھے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۱۸ء بروز جمعہ صبح ۹ بجے قائد اعظم کی کوٹھی پر ہی رتی اور محمد علی جناح اسلامی طریقے کی مطابق رشتہ ازواج میں منسلک ہوگئے (۴)۔

محمد علی جناح اور رتن بائی کا نکاح فقہ جعفریہ کے مطابق ہوا۔ رتن بائی کی طرف سے مولانا محمد حسن نجفی اور محمد علی جناح کی طرف سے شریعت مدار آقائے حاجی محمد عبدالهاشم نجفی نے نکاح

نامے پر دستخط کیئے جب کہ گواہان اور وکلاء میں شریف دیوجی کانجی، عمر سوبانی، راجہ محمد علی محمد خاں آف محمود آباد اور غلام علی شامل تھے۔ اگلے دن پھر اخبار نے رتی اور جناح کی شادی کے حوالے سے خبریں شائع کیں۔ لاہور کے اردو اخبار "روزنامہ پیسہ" نے ۲۱ اپریل ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں۔ "مسٹر جناح کی شادی" کے عنوان سے خبر شائع کی۔ اس نے لکھا "۱۸ اپریل کو بمبئی کے مشہور پارسی بیرونٹ سر ڈنشا کی دختر رتی بائی نے اسلام قبول کرلیا۔ ۱۹ اپریل کو ان کی شادی مشہور بیرسٹر آنریبل محمد علی جناح سے ہوگئی"۔ (۵)۔

شریف الدین پیرزادہ نے لکھا ہے کہ "نکاح کے رجسٹر میں اندراج نمبر ۱۱۸ کے تحت اس واقعے کا تذکرہ موجود ہے۔ (۶)۔

نکاح نامہ فارسی میں تحریر کیا گیا تھا۔ جس کی عبارت یوں تھی۔

"یوم جمعہ وقت غروب از روز ہفتم رجب ۱۳۳۹ھ وا کلشور در بنگلہ محمد علی جینا عقد دائی واقع شدیم، جناب محترم مسٹر محمد علی جناح ولد جینا خوجہ اثناء عشری و علیا محترمہ باکرہ بالغہ رشیدہ رتن بائی بنت ڈین شاہ پیٹیٹ فارسی بمصداق معین ۱۰۰۱ روپیہ و مبلغ (۱۲۵۰۰۰) روپیہ عطیہ بوئی دادہ، وکیل زوجہ حضرت شریعت مدار قبلہ آقائے حاجی شیخ ابوالہاشم نجفی مدظلہ العالے و وکیل زوجہ محمد علی خاں راجہ محمودہ آباد بود، وکیل زوجہ رتن بائی و محترم مکرم غلام علی خوجہ اثناء عشری و مسٹر شریف بھائی دیوجی خوجہ اثنا عشری و عمر سوبانی جملہ برائے شہادت

حاضر بودن"

نکاح نامہ کے اندراج کے مطابق اس موقع پر مہر کی رقم ایک ہزار ایک روپیہ مقرر ہوئی تھی۔ جب کہ محمد علی جناح نے اپنی دلہن کو ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپے بطور تحفہ دیئے تھے۔ رتن بائی سے شادی دراصل محمد علی جناح کی ازدواجی زندگی کے دوسرے دور کا آغاز تھا جو تقریباً بائیس سال کے تعطل کی بعد از سر نو شروع ہوا تھا۔

حوالہ جات

(۱) عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ رتی بائی جس دن اٹھارہ سال کی ہوئیں۔ انہوں نے اپنے والدین کا گھر چھوڑ دیا۔ واقعات و شواہد کی روشنی میں یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء کو رتی کی عمر ۱۸ سال ہوگئی تھی جب کہ انہوں نے ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو اپنے والدین کا گھر چھوڑا ایسی صورت میں اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد تقریباً ایک ماہ اور ۲۸ دن مزید وہ اپنے والدین کے گھر مقیم رہیں۔ اس عرصے کے بارے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی لیکن گمان غالب یہ ہے کہ اسی عرصے میں محمد علی جناح اور ان کے درمیان شادی کے بارے میں کوئی طریقہ کار طے ہوا ہوگا جیسا کہ عزیز بیگ نے لکھا ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد عدالت کا حکم امتناعی غیر موثر ہوگیا تھا۔ اب رتی اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکتی تھیں لیکن ابھی ان دونوں محبت کرنے والوں کے

درمیان ایک سوال تصفیہ طلب تھا۔ جناح مسلمان تھے اور رتی زرتشتی۔ سول میرج ایکٹ کے تحت ان دنوں یہ اعلان کرنا پڑتا تھا کہ ہمارا کسی مذہب سے تعلق نہیں ہے۔ اگر جناح سول میرج ایکٹ کے تحت شادی کرتے تو ان کو امپریل لیجسلیٹو کونسل کی اس نشست سے بھی مستعفی ہونا پڑتا جس پر وہ مسلمانوں کے حلقہ انتخاب سے منتخب ہوئے تھے۔ رتی کو چونکہ جناح کا مستقبل عزیز تھا، اس لئے رتی نے اپنا مذہب چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کی اور اپریل کے تیسرے ہفتے میں انہوں نے اپنے والدین کا گھر چھوڑدیا۔ دیکھیے عزیز بیگ کی کتاب Jinnah and His Times (اسلام آباد: ۱۹۸۶ء) ص ۲۰۲-۲۰۳

(۲) مولانا نذیر احمد خجندی ۱۸۸۲ء میں بمقام میرٹھ پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی بعدہ مدرسہ اسلامی عربی میں مولانا نور احمد سے تمام علوم میں فراغت حاصل کی۔ ابتداء ہی سے شاعری اور صحافت کا شوق تھا۔ چنانچہ میرٹھ سے ایک اخبار "تاجر" جاری کیا۔ اپنے برادر بزرگ مولانا احمد مختار صدیقی کے ایما پر بمبئی کی جامع مسجد کے امام و خطیب ہوگئے۔ یہ مسجد مولانا ابوالکلام کے والد مولانا خیر الدین نے بنوائی تھی۔ تحریر و تقریر پر قدرت ہونے کی بناء پر بہت جلد بمبئی میں ہردلعزیزی حاصل ہوگئی۔ تحریک خلافت کے پرجوش رہنما تھے اور اس ضمن میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ ناگپور منعقدہ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت کے ایک وفد کے ساتھ شریک ہوئے۔ عمر سوبانی اور سیٹھ

جان محمد چھوٹانی سے دوستانہ مراسم تھے اور اسی بنا پر
محمد علی جناح سے قربت حاصل ہوئی۔ ۱۹۳۴ء کے بعد
مولانا شوکت علی کے ساتھ مسلم لیگ کی تنظیم نو میں
زبردست حصہ لیا۔ قائد اعظم سے والہانہ عقیدت رکھتے
تھے۔ چنانچہ ۲۵، دسمبر ۱۹۴۶ء کو قائد اعظم کی سترویں
سالگرہ کے موقع پر ایک تہنیتی نظم فی البدیہہ کہہ کر بمبئی
کے ایک جلسے میں جو قائد اعظم کی سالگرہ کی خوشی میں
منعقد کیا گیا تھا۔ پڑھی نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں

نمایاں کرکے آزادی کی رفعت قائد اعظم
مٹادیں گے غلامی کی یہ ذلت قائد اعظم
یہ وہ خادم ہیں جو مخدوم کہلانے کے قابل ہیں
ہمیشہ قوم کی کرتے ہیں خدمت قائد اعظم
ہر اک مخلص کے دل سے یہ صدا اٹھتی ہے ہر لحظہ
سراپا ہیں محبت ہی محبت قائد اعظم

مولانا نذیر احمد خجندی نے جمعیت علماء ہند کی جانب سے
تحریک پاکستان کی مخالفت کا شدید نوٹس لیتے ہوئے متعدد
بار جمعیت کے رہنماؤں کو مناظرے کا چیلنج کیا۔ آخری
عمر میں آپ مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں پر ہی آپ کا
وصال ہوا۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے علامہ محمود احمد
قادری کی کتاب تذکرہ علماء اہلسنت (کانپور: ۱۳۹۱ھ)
ص۔ ۲۵۔ سید شریف الدین پیرزادہ کی کتاب
Foundations of Pakistan (کراچی: ۱۹۷۶ء)
والیوم ۱ ص ۵۵۵ اور محمد عبدالرحمان کی کتاب "قائد
اعظم کا سفر لندن" (بمبئی: ۱۹۴۶ء)

(۲) رتی پٹیٹ کا اسلامی نام "مریم بائی" رکھا گیا یا "رتن بائی" یہ بات متنازعہ ہے کیونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے آفس سیکریٹری سید شمس الحسن (۱۸۸۵-۱۹۸۲) نے اپنی کتاب Plain Mr. Jinnah (کراچی ۱۹۷۶ء) میں رتی کا اسلامی نام "مریم" درج کیا ہے۔ مگر انہوں نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ سید شمس الحسن نے مذکورہ کتاب میں رتی کی ایک تصویر بھی شائع کی ہے جس کے نیچے کیپشن کے طور پر "مسز مریم جناح" درج ہے (دیکھیے Plain Mr. Jinnah' ابتدائی صفحات پر دوسری تصویر' اور ص ۸۳) واضح رہے کہ قائد اعظم کے ایک امریکی سوانح نگار اسٹینلے واپرٹ نے بھی اپنی کتاب میں شمس الحسن کی حوالے سے جناح کی اہلیہ کا نام مریم درج کیا ہے۔ لیکن قوسین میں مریم کے آگے (رتی کا اسلامی نام) بغیر کسی وضاحت کے لکھ دیا ہے۔ (دیکھیے Jinnah of Pakistan ص ۸۹)

(۴) دیکھیے ۱۹ اپریل ۱۹۱۹ء کا "اسٹیٹس مین کلکتہ" سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور اور پیسہ اخبار لاہور۔

(۵) سید شریف الدین پیرزادہ کی محولہ کتاب Some Aspects of Quaid-i-Azam,s life ص ۴۷

(۶) نکاح نامے کے عکس کے لئے دیکھیے پیش نظر کتاب کا ضمیمہ ۲۔
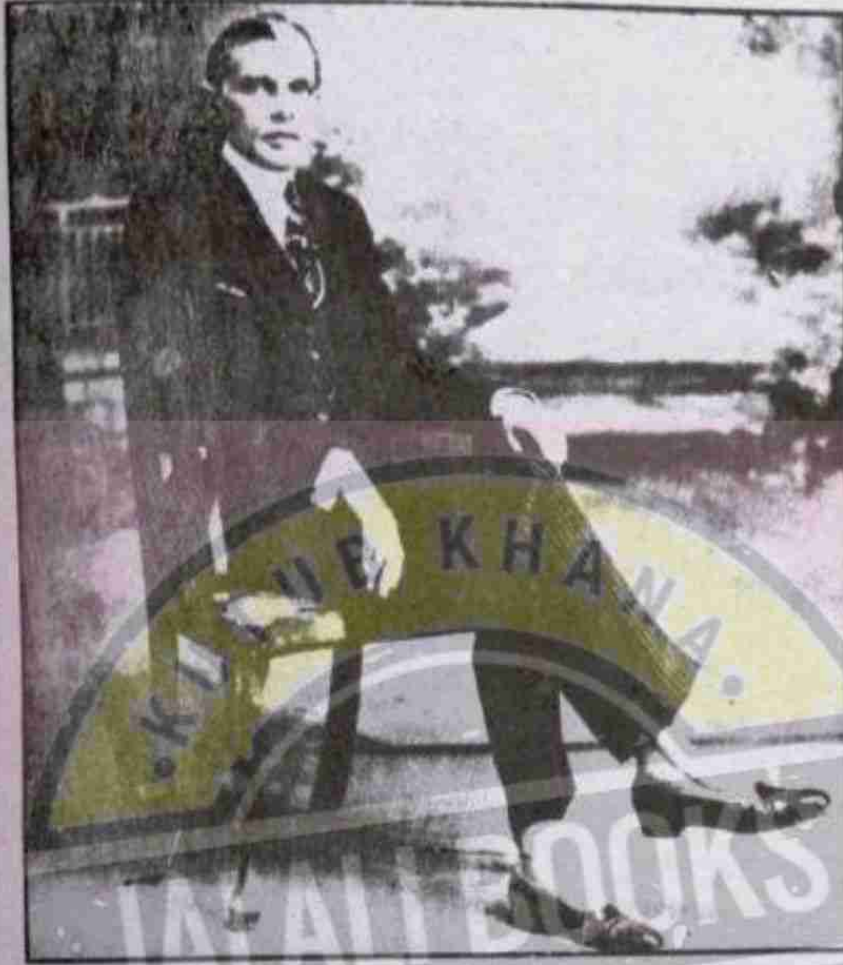
۱۹۴۶ میں قائداعظم کی سالگرہ پر منعقدہ ایک جلسہ کا منظر۔ عمامہ باندھے ہوئے مولانا نذیر احمد خجندی بیٹھے ہیں

ایک غلط بیانی کا ازالہ

رتی پٹیٹ سے محمد علی جناح کی شادی کے بارے میں مختلف قسم کی افواہیں شادی کی فوراً بعد ہی پورے ہندوستان میں گشت کرنے لگیں مگر ان افواہوں پر جناح نے قطعی کان نہیں دھرے اور نہ ہی کسی تردید کی ضرورت محسوس کی لیکن شادی کے تقریباً چھبیس سال بعد جب وہ اسلامیان ہند کے قائد اعظم کے منصب پر فائز ہوچکے تھے بعض قلم کاروں کی جانب سے مغالطے کی بنا پر کچھ ایسی باتیں منظر عام پر آئیں کہ قائد کو فوری طور پر ان کی تردید کرنا پڑی۔

۱۹۴۴ء کے آغاز پر مدراس سے شائع ہونے والے ایک اخبار دکن ٹائمز کے ایڈیٹر اے اے رؤف نے "میٹ مسٹر جناح" کے عنوان سے قائد اعظم کی ایک سوانح عمری شائع کی (۱) جس میں انہوں نے غلط فہمی کی بنا پر لکھ دیا کہ ۱۹۱۸ء میں قائد اعظم کی

شادی کے موقع پر تیس لاکھ روپے کا جہیز دیا گیا تھا۔ ہندو پریس جو ان دنوں قائد اعظم کے خلاف ہمہ وقت پروپیگنڈے میں مصروف رہتا تھا اس نے اے اے رؤف کے اس بیان کو خوب اچھالا۔ مدراس کے روزنامہ ہندو نے بھی اے اے رؤف کی کتاب پر تبصرہ کیا اور اس تبصرے میں بھی اس بیان کو دہرایا۔ قائد اعظم نے اس غلط بیانی کا نوٹس لیتے ہوئے ۹ جون ۱۹۴۴ء کو اے اے رؤف کو ایک خط لکھا اور انہیں کتاب میں موجود بعض بے بنیاد اور غلط اندراجات سے آگاہ کیا۔(۲)

اے اے رؤف نے جو تحریک پاکستان کے حامی اور قائد اعظم کے شیدائیوں میں سے تھے ۷ جولائی ۱۹۴۴ء کو قائد اعظم کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ "آپ کی نجی زندگی اور خصوصاً جہیز کے متعلق جو اغلاط میری کتاب میں لاعلمی کی بنا پر شامل ہوگئی ہیں میں ان کے لیے آپ سے شدید معذرت خواہ ہوں... اگر کتاب میں کوئی اور ایسی غلطی موجود ہو تو اس سے مجھے آگاہ کردیں تاکہ میں آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کرسکوں (۲)۔

قائد اعظم ان دنوں پنجاب کے طویل دوروں اور ملک خضر حیات سے طویل مذاکرات کرنے کے بعد نہ صرف آرام کی غرض سے سری نگر میں مقیم تھے، بلکہ ہندو مسلم مفاہمت کے بارے میں راجگوپال اچاریہ کے تیار کردہ فارمولے پر بھی غور و خوض کررہے تھے۔ چنانچہ آپ نے اے اے رؤف کے خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی دوران کئی افراد نے آپ کی توجہ روزنامہ "ہندو" مدراس میں شائع ہونے والے تبصرے کی جانب مبذول کرائی (۴) لہٰذا آپ نے ۱۹ اگست ۱۹۴۴ء کو روزنامہ ہندو کے ایڈیٹر کے نام خط میں

صورتحال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ

"میری توجہ اس تبصرے کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو میری سوانح عمری پر "ہندو" کی حالیہ اشاعت میں شائع ہوا ہے اور جس میں کہا گیا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں میری شادی کے نتیجے میں مجھے تیس لاکھ روپے کا جہیز ملا تھا۔ یہ قطعی جھوٹ ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر اس تردید کو اپنے اخبار میں واضح طور پر شائع کریں گے۔ میں نے اس ضمن میں مصنف کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔"
(۵)

اے اے رؤف نے ۲ ستمبر ۱۹۴۴ء کو قائد اعظم کے نام ایک اور خط لکھا جس میں اپنے سابقہ خط کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ:

"میں آپ کے خط کا انتظار کر رہا ہوں اور اس وقت تک اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت میرے لئے ممکن نہیں ہوگی ... میں مضطرب ہوں کہ اگر کتاب میں کچھ غلطیاں ہیں تو دوسری اشاعت سے قبل ہی ان کو دور کر دیا جائے۔ اس ضمن میں آپ کی تجاویز کے لئے میں بہت احسان مند رہوں گا۔ دریں اثنا مجھے "ہندو" کے تبصرے میں جہیز کا حوالہ اور اس ضمن میں آپ کا وضاحتی خط پڑھ کر شدید رنج ہوا۔ میں اس بارے میں آپ سے شدید معذرت خواہ ہوں۔ میں نے اب تمام ایسے اخبارات کو جن کو کتاب

بغرض تبصرہ ارسال کی تھی لکھ دیا ہے کہ وہ غلط بیانی پر مشتمل اس اندراج کو حذف تصور کریں۔ جیسا کہ میری خواہش ہے کہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن کو ممکنہ حد تک مستند بنادیا جائے اس کے لئے آپ برائے مہربانی اپنے سلسلہ نسب' برطانیہ میں تعلیم اور نجی زندگی سے متعلق کچھ معلومات ارسال فرمادیں جو بہت کم منظر عام پر آئی ہیں :

(۶)

قائد اعظم نے اے اے رؤف کا خط ملنے پر بمبئی سے ۵ ستمبر ۱۹۴۴ء کو انہیں ایک خط ارسال کیا۔ یہ خط اپنے مندرجات کے اعتبار سے قائد اعظم کی سوانح عمری لکھنے والوں کے لئے ایک ضابطے کا درجہ رکھتا ہے انہوں نے اپنے خط میں لکھا کہ:

"میرا خیال تھا کہ غور و فکر کے بعد آپ کو خود ہی اس بات کا احساس ہوگیا ہوگا کہ آپ کی کتاب پر نظر ثانی کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ کسی شخص کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کی اشاعت سے قبل ان واقعات کی تصدیق کرنا مصنف کی اپنی ذمہ داری ہوتی ہے۔ لہٰذا مستند حقائق کا پتہ چلانا اور افواہوں و افسانہ طرازیوں پر مبنی باتوں کو اپنی کتاب سے حذف کرنا خود آپ کا فرض ہے۔ میں یقیناً اس معاملے کا بہت سنجیدگی سے نوٹس لیتا لیکن اس حقیقت کے پیش نظر کہ آپ میرا حد درجہ احترام کرتے ہیں اور آپ کے ارادے نیک ہیں

میں صرف آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی کتاب سے ایسی ہر بات حذف کر دیں جو میری نجی زندگی سے متعلق ہو اور جس کے بارے میں آپ تصدیق نہ رکھتے ہوں۔ اگر آپ کی کتاب پر نظر ثانی میرے لئے ممکن ہوتی تو میں خود اپنی "خود نوشت" تحریر کرتا لیکن اس کام کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ (۷)

قائد اعظم سے اس خط و کتابت کے بعد اے اے رؤف نے اپنی کتاب سے تمام قابل اعتراض حصے نکال دیئے اور دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں یہ تحریر کیا کہ:

"پہلے ایڈیشن میں شائع ہونے والی اس رپورٹ میں قطعی کوئی سچائی نہیں تھی کہ مسز جناح کو اپنی شادی کے وقت تیں لاکھ روپیہ جہیز میں ملا تھا" (۸)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ "ایر نگری میسور" کے ایک اور مصنف امتیاز نے ایک کتابچہ "دی مائنڈ آف مسلم انڈیا" تحریر کیا اور ۱۵، نومبر ۱۹۴۵ء کو چند نسخے قائد اعظم کو بطور تحفہ ارسال کیئے۔ اس کتابچہ میں بھی چند باتیں بغیر تحقیق کے درج کی گئیں تھیں۔ چنانچہ قائد اعظم نے ۵، دسمبر ۱۹۴۵ء کو کتابچے کے مصنف کے نام ایک خط میں لکھا۔

"میں نہایت افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ آپ نے یہ لکھ کر کہ میری بیوی نے تیں لاکھ روپے کا جہیز وصول کیا تھا پھر وہی غلطی کی ہے جو اس سے قبل مدارس کے ایک مصنف نے کی تھی۔ اس

غلطی کی تردید کی جاچکی ہے اور اس مصنف نے اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح بھی کردی تھی۔ اسی طرح آپ نے یہ لکھ کر ایک اور غلطی کی ہے کہ میری بیٹی نے ایک پارسی سے شادی کی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ آئندہ کسی بھی شخص کی نجی زندگی کے بارے میں واقعات کی تصدیق و تحقیق کے بغیر کچھ نہیں لکھا کریں"
(۹)

حوالہ جات

۱۔ اے اے رؤف نے اپنی کتاب Meet Mr. Jinnah کے پہلے ایڈیشن کے پیش لفظ میں لکھا تھا کہ قائد اعظم کی سیاسی زندگی اظہر من الشمس ہے لیکن ان کی نجی زندگی ایک بند مٹھی کی مانند ہے جس سے صرف چند احباب اور چند اعزاء واقف ہیں : اے اے رؤف کی کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد فروخت ہوگیا تھا کیونکہ اس زمانے میں قائد اعظم کی حیات و خدمات پر کوئی مبسوط کتاب نہیں تھی اور اسلامیان ہند اپنے قائد کے بارے میں جاننے کے لئے مضطرب رہتے تھے اس لئے رؤف کی کتاب کو بڑی پذیرائی حاصل ہوئی راقم الحروف کے پھوپھا محمد اکرام فریدی جو آگرے میں تحریک پاکستان کے ایک سرگرم حامی تھے اور اب حیدر آباد سندھ میں سکونت پذیر ہیں کا بیان ہے کہ قائد اعظم کے بارے میں تحریک پاکستان کے دوران بیشتر مضامین اور کتابیں

انگریزی میں شائع ہوا کرتی تھیں اس لئے ہم جو انگریزی سے کم واقف تھے اکثر انگریزی کی کتاب یا رسالے خرید لیتے اور اپنے پڑوس میں آباد ایک وکیل صاحب سے جو علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے ترجمہ کرواکر قسطوں میں سنا کرتے تھے۔ محمد اکرام فریدی کا بیان ہے کہ اکثر وکیل صاحب کی بیٹھک میں قائد اعظم کے بارے میں جاننے کے خواہشمندوں کی تعداد بیس و پچیس ہوجایا کرتی تھی۔

۲- سید شمس الحسن Plain Mr.Jinnah. ص ۹۷

۳- ایضاً

۴- کانجی دوارکا داس نے ۱۶ اگست ۱۹۴۴ء کو قائد اعظم کے نام اپنے ایک خط میں مذکورہ تبصرہ کی جانب ان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے لکھا کہ کچھ دن ہوئے میں نے "ہندو" میں آپ کی سوانح حیات پر ایک تبصرہ پڑھا۔ اس میں اس بات کا اشارہ تھا کہ رتی کے ساتھ شادی کے موقع پر آپ کو سسرال سے تیس لاکھ روپے ملے تھے۔ حالانکہ یہ ایک لغو اور سراسر بے بنیاد بات ہے میرا خیال ہے کہ آپ "ہندو" اور تبصرہ نگار کے نام ایک تردیدی بیان دے دیں تو مناسب ہوگا" دیکھئے کانجی دوارکا داس کی کتاب

Ten Years to Freedom (بمبئی ۱۹۶۸ء) ص ۱۲۶

۵- قائد اعظم کا یہ خط "ہندو" مدراس کی ۲۷ اگست ۱۹۴۴ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا خط کے انگریزی متن کیلئے دیکھئے Plain Mr.Jinnah ص ۸۱

۶- سید شمس الحسن، ص ۸۰، ۸۱

۷- ایضاً ص ۸۱، ۸۲

۸- اے اے رؤف ص ix

۹- سید شمس الحسن، ص ۸۲، ۸۳
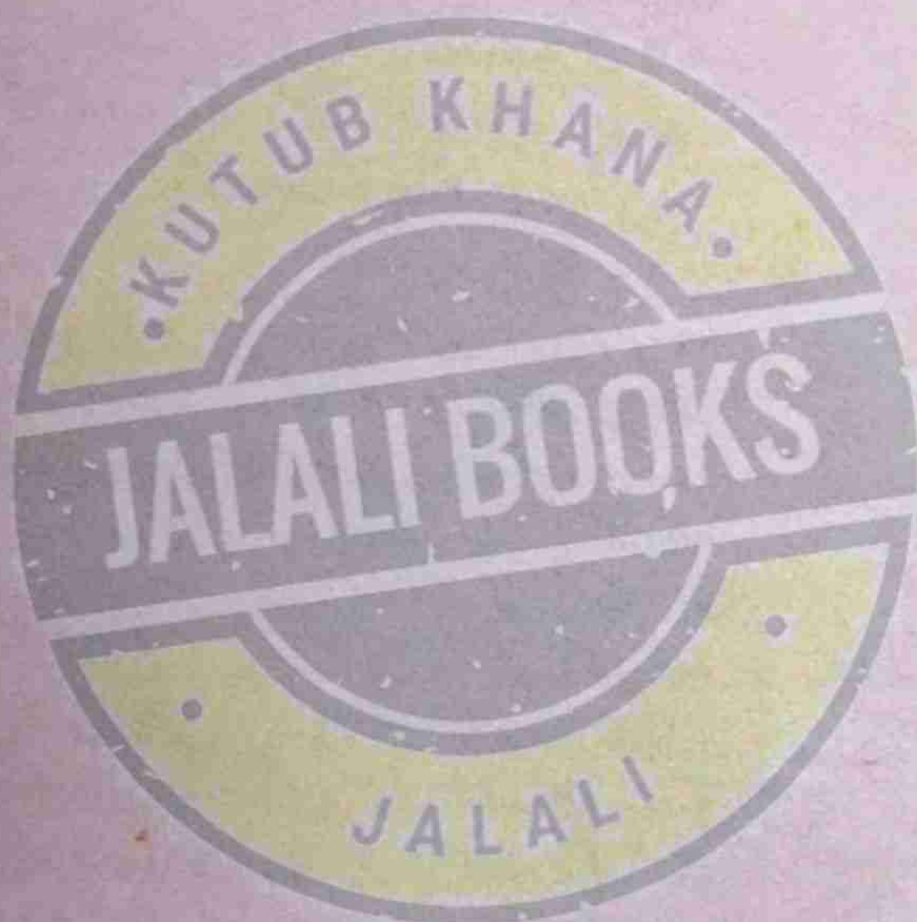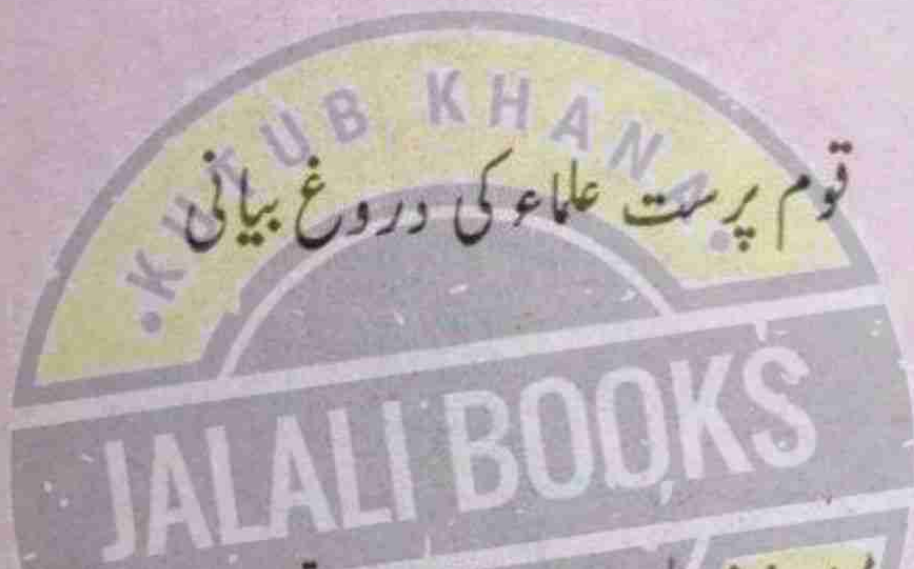
قوم پرست علماء کی دروغ بیانی

رتی پیٹ نے محمد علی جناح سے شادی سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا اور ان کی شادی شریعت مطہرہ کے مطابق ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جس وقت یہ شادی ہوئی تو کسی بھی مسلمان نے اس شادی پر اعتراض نہیں کیا بلکہ غیر مسلموں کی جانب سے کی جانے والی احتجاجی کارروائیوں اور اعتراضات کا جواب مسلم اخبارات نے بڑی شدومد سے دیا لیکن اس شادی کے تقریباً ۲۸ سال بعد جب کہ محمد علی جناح اسلامیان ہند کے قائداعظم کی حیثیت سے حصول پاکستان کے لئے جدوجہد میں مصروف تھے مجلس احرار اور جمیعت علماء ہند کے بعض معتبرین نے جو کانگریس کی کاسہ لیسی میں تاویلات سے "قرآن کو پاژنگ" بنانے کی مزموم کوششوں میں لگے ہوئے تھے، قائد اعظم کی حیثیت کو گھٹانے اور مسلم لیگ کو بدنام کرنے کے لئے

اس شادی کو غیر اسلامی قرار دے دیا۔ خصوصاً مجلس احرار کے ناظم اعلیٰ مولانا مظہر علی اظہر، تحریک خاکسار کے قائد علامہ عنایت اللہ مشرقی اور مولانا حسین احمد مدنی نے جو بیک وقت جمعیت علماء ہند اور دارالعلوم دیوبند کے سربراہ کی حیثیت میں کام کر رہے تھے، ۱۹۴۵ میں محمد علی جناح کی رتی پیٹیٹ سے شادی کے متعلق بلا تحقیق کہہ دیا کہ ۱۹۱۸ء میں محمد علی جناح نے رتی پیٹیٹ سے سول میرج کی تھی جو یقیناً غیر اسلامی تھی۔(۱) مولانا حسین احمد مدنی اس ضمن میں اتنے سرگرم تھے کہ انہوں نے "سول میرج اور لیگ" کے عنوان سے ایک کتابچہ بھی لکھ دیا۔(۲)

مولانا مدنی نے اس کتابچے میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ وہ محمد علی جناح کی شرعی شادی کو غیر اسلامی قرار دے دیں لیکن دلائل وبراہین خود اس امر کے غماز ہیں کہ وہ غلط بات پر اصرار کر رہے ہیں چنانچہ انہوں نے قرآن وحدیث کا سہارا لیا اور واضح الفاظ میں مسلمانوں کو اکسایا کہ وہ محمد علی جناح کی قیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ مسلم پریس اور دیگر لیگی حلقوں نے ان الزامات کے موثر جوابات دیئے۔ بعض اخبارات نے سول اینڈ ملٹری گزٹ "پانیر" اور "ٹریبون" میں رتی پیٹیٹ کے قبول اسلام کی ۲۸ سال قبل شائع ہونے والی خبروں کو بھی دوبارہ شائع کیا تاکہ مخالفین اپنی غلطی تسلیم کرلیں، لیکن ایک نہ سنی گئی اور برابر یہ کہا جاتا رہا کہ رتی پیٹیٹ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، جیسا کہ خود مولانا حسین احمد مدنی نے اپنے کتابچے میں ایک جگہ لکھا کہ لیگی پریس نے اس کے جواب میں بہت کچھ زور لگایا ہے مگر باوجود ہر قسم کی کوشش کے وہ اس میں ناکام رہا ہے کہ شادی کے وقت یا اس کے پہلے خاتون

مذکور کا اسلام ثابت کر سکیں۔ اگرچہ مولانا مظہر علی صاحب اس میں بھی متامل ہیں کہ خاتون موصوفہ کے اسلام کو قبول کیا جائے اور فرماتے ہیں کہ مسٹر جناح کو بری کرنے کے لئے یہ افسانہ تراشا گیا ہے۔ (۳)

مولانا حسین احمد مدنی جیسے ثقہ اور ذی علم شخص کے لئے خود کو ایک غیر مصدقہ بلکہ قطعی بے بنیاد اطلاع سے اس طرح وابستہ اور ملوث کرلینا عجیب سا معلوم دیتا ہے۔ محمد علی جناح کی شادی سے قبل اور اس کے بعد ہندوستان میں ایسی متعدد بین المذاہب شادیاں ہوئیں مگر کسی مفتی و مولوی کو اس لمحہ فتواء کفر جاری کرنے کا خیال تک نہیں آیا۔ صوبہ سرحد کے معروف سیاسی لیڈر ڈاکٹر خان نے نہ صرف خود ایک انگریز عورت سے شادی کی بلکہ بعد میں ان کی لڑکی نے ایک سکھ سے سول میرج کی۔ مشہور کانگریسی رہنما اور جمعیت علماء ہند کے رکن بیرسٹر آصف علی نے ایک ہندو بنگالی عورت "ارونا" سے سول میرج کی اور وہ آج تک اپنے مذہب پر قائم ہے لیکن دیوبند اور اس کے ذیلی اداروں نے کبھی ایک لمحے کو بھی یہ نہ سوچا کہ ان شادیوں کی شرعی حیثیت کیا ہے' اس طرز عمل کی ایک بظاہر وجہ یہی نظر آتی ہے کہ مذکورہ بالا دونوں افراد جمعیت علماء ہند کے حلیف تھے' ان کے خلاف کیسے کوئی مہم شروع کی جاسکتی تھی۔ محمد علی جناح چونکہ مطالبہ پاکستان کے نہ صرف داعی تھے بلکہ ان کی قیادت نے اسلامیان ہند کو ایک ایسی راہ پر لگادیا تھا کہ جہاں فتوی فروشوں کے چراغ گل ہوجاتے تھے۔ اس لئے تمام کد اور عناد صرف محمد علی جناح سے تھا وہ چاہتے تھے کہ مسلم رائے عامہ کو باآسانی کانگریس کے کھاتے میں ڈال سکیں۔ مولانا حسین احمد مدنی نے ۱۔۲

فتوے میں حالات و واقعات کو توڑ مروڑ کے پیش کرنے کے بعد مسلم عوام سے استفسار کیا ہے کہ "کیا ایسی کیفیت ظاہر ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنے لئے جائز و صحیح سمجھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے شخص کو اپنا "قائد اعظم" اور سردار بنائیں یا اس کی تائید کریں یا اس کو ووٹ دیں۔" (۴)

اس شرانگیز بیان کے بعد ہر طرف سے اسی موضوع پر خیال آرائیاں ہونے لگیں۔ اخبارات و رسائل نے اس ضمن میں مضامین شائع کئے۔ کلکتے سے نکلنے والے ایک اردو روزنامے "عصر جدید" میں اس ضمن میں صحیح صورت حال ظاہر کی گئی۔

اخبار "عصر جدید" کو بیگو سرائے ضلع مونگیر سے ایک صاحب محمد عبدالحق کا خط موصول ہوا جس میں انہوں نے دریافت کیا تھا کہ قائد اعظم محمد علی جناح پر کچھ لوگ یہ افترا اور بہتان لگا رہے ہیں کہ انہوں نے ایک پارسی لڑکی سے "سول میرج ایکٹ" کے تحت شادی کی۔ یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ اخبار نے اپنے اداریہ والے صفحے پر اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ:

"واقعہ یہ ہے کہ اس الزام کی کوئی حقیقت نہیں ہے مگر حیرت ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی صاحب صدر جمعیتہ العلماء دہلی نے بھی اپنے مفصل مقالے میں ایک مسلمان پر اس قسم کا الزام لگاتے وقت یہ تحقیق نہیں کرلی کہ کہیں یہ بے بنیاد بہتان تو نہیں ہے۔ جب حضرت مولانا جیسے ذمے دار علمائے امت محمد علی جناح صاحب کو بد نام کرنے کے لئے اس قسم کے الزام بے تامل لگا سکتے ہیں تو

دوسرے اور تیسرے درجے کے کانگریسی لیڈروں اور کارکنوں نے کیا کمی کی ہوگی با آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مس رتن بائی دختر سر ڈنشا پیٹٹ شادی سے پیشتر اسلام لاچکی تھیں۔ اس کے بعد ان کا نکاح اسلامی طریقے پر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ مہر قرار پایا۔ جس کا فارسی محضر نامہ ابھی بمبئی میں موجود ہے۔ مزید تصدیق کے لئے لاہور کے مشہور غیر مسلم اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کا وہ اقتباس درج ذیل ہے جو حال ہی میں اس نے اپنی پرانی فائل سے نقل کرتے ہوئے دوبارہ چھاپہ ہے

"بمبئی کے مشہور پارسی رئیس سر ڈنشا پیٹٹ کی اکلوتی صاحبزادی مس رتن پیٹٹ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ کل ان کی شادی آنریبل ایم اے جناح سے ہوگی"۔ (۵)

مزید برآں لاہور کے مشہور ہندو اخبار "ٹریبون" نے ۲۱ اپریل ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں خبر شائع کی کہ "آج (۱۹ اپریل) شام کو اسلامی شریعت کے مطابق مس رتن بائی کی شادی آنریبل مسٹر ایم اے جناح کے ساتھ ہوگئی۔ دلہن سر ڈنشا اور لیڈی پیٹٹ کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ (٦)

عصر جدید ان خبروں کی نقول شائع کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ: "اس کے بعد بھی اگر معاندین نہ مانیں تو یہ اس کا ثبوت ہے کہ ان کے دلوں میں

بیماری ہے۔ جس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے مگر
یہ کانگریسی مسلمان یہ تو بتائیں کہ مسٹر آصف علی
کی شادی مس ارونا (بنگالن) سے کس طریقے پر
ہوئی ہے؟ اور یہ ارونا دیوی آج تک ہندو ہیں یا
مسلمان ہو چکی ہیں۔ اگر یہ شادی "سول میرج
ایکٹ" کے تحت ہوئی ہے اور ارونا دیوی آج
تک ہندو دھرم پر قائم ہیں تو احراری اور جمعیت
العلماء کے فتوے کے مطابق اب مسٹر آصف علی
جو شاید دہلی جمعیتہ کی مجلس عاملہ کے ایک رکن
بھی ہیں، وہ مسلمان رہے یا نہیں۔" (۷)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو رتی پٹیٹ نے جامع مسجد بمبئی کے پیش امام اور معروف عالم دین مولانا نذیر احمد جنجدی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ (۸) اور اس افترا و بہتان طرازی کے دور میں وہ حیات تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک بیان کے ذریعے اس امر کی تصدیق کی تھی کہ رتی پٹیٹ نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور مسٹر جناح کی شادی شرعی طریقے پر ہوئی تھی۔ (۹) مزید برآں رتی پٹیٹ کی تدفین بھی اسلامی طریقے پر ہوئی اور ان کی قبر آج بمبئی کے "خوجہ سنت جماعت قبرستان" میں موجود ہے۔ واضح رہے کہ اسی قبرستان میں قائد اعظم کے والد "جناح پونجا" قائد اعظم کی بہن "رحمت بائی" اور قائد اعظم کے ایک بھانجے "بیرسٹر اکبر پیر بھائی" کی بھی قبور موجود ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ رئیس احمد جعفری نے لکھا ہے کہ جب انتخابات کی ہماہمی شروع ہوئی تو مجلس احرار کے روح رواں مسٹر مظہر علی اظہر اور تحریک خاکسار کے بانی اور علمبردار عنایت اللہ خاں مشرقی نے علی الاعلان مسٹر جناح پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایک غیر مسلمہ سے سول میرج کی تھی اور یہ کہ خود مسٹر جناح کا اسلام مشکوک و مشتبہ ہے اس لئے جو قرآنی احکام کو ٹھکرا کر ایک غیر مسلمہ سے شادی کرلے وہ کافر نہیں تو کیا ہے۔ مظہر علی اظہر نے تو بھرے جلسے میں ایک فی البدیہ شعر پڑھا

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ کافر اعظم

حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ مسٹر جناح نے مسٹر آصف علی، مسٹر ہمایوں کبیر اور ڈاکٹر خان صاحب وغیرہ کی روایت پر عمل کرکے سول میرج نہیں کی بلکہ ایک مسلمہ سے شادی کی۔ اس مسلمہ کا جب انتقال ہوا تو وہ اسلامی قبرستان میں دفن ہوئی... سب سے زیادہ حیرت جانشین شیخ الہند اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب مدنی پر ہے۔ تمام تحریروں اور تردیدوں کے ملاحظہ فرمانے کے باوجود مسٹر جناح اور مسز جناح کے کفر اور سول میرج کے افسانے پر انہیں اب تک یقین ہے۔ اب بھی وہ اپنی تقریروں میں مسلمانوں کے "کافر لیڈر" اور اس کی "کافرہ بیوی" جیسے الفاظ سے قائد اعظم اور ان کی بیوی کو یاد کرتے ہیں (دیکھئے رئیس احمد جعفری کی کتاب "قائد اعظم اور ان کا عہد" (لاہور ۱۹٦٦ ء) ص ٦۷۔

۲- دیکھئے سول میرج اور لیگ - ازافادات شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مطبوعہ دفتر جمعیتہ علماء ہند، دہلی (سن اشاعت ندارد اغلبا ۱۹۴۶ء)

۳- سول میرج اور لیگ، ص ۶

۴- ایضاً . ص ۱۲

۵- عصر جدید، کلکتہ ۲۹ جنوری ۱۹۴۶ ص ۳- کانجی دوار کا داس نے لکھا ہے کہ جب وہ (رتی) بہادر لڑکی اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچی تو اپنے والدین کے گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ ان کی شادی اسلامی رسم ورواج کے مطابق ہوئی کیونکہ وہ اسلام قبول کر چکی تھیں۔ ایسا اس لئے ہوا کہ اس وقت سول میرج ایکٹ بہت سخت تھا اور ان افراد کو جو سول میرج ایکٹ کے تحت شادی کر رہے ہوں مجبور کرتا تھا کہ وہ اس بات کا واضح اعلان کریں کہ ان کا تعلق کسی مذہب سے نہیں ہے۔ یہ اعلان جناح کے لئے سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی کی رکنیت کو برقرار رکھنا ناممکن بنا دیتا کیونکہ وہ اسمبلی کے رکن ایک مسلم نشست پر بنے تھے۔ (دیکھئے کانجی دوار کا داس Ruttie Jinnah ص ۱۲)

۶- عصر جدید، کلکتہ ۲۹ جنوری ۱۹۴۶، ص ۳

۷- ایضاً

۸- یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک روایت (غیر مصدقہ) کے مطابق عدالت سے حکم امتناعی مل جانے کے بعد رتی پیٹٹ کو ان کے والدین نے گھر میں محصور کر دیا تھا۔ اسی دوران رتی نے قائد اعظم کو پیغام بھیجا کہ

ان کو گجراتی یا انگریزی زبان میں ایسی کتابیں فراہم کی جائیں جو اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل ہوں، چنانچہ جناح نے یہ خدمت اپنے ایک قریبی دوست اور بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر سید عبداللہ بریلوی کے سپرد کی جن کے سرڈنشا پیٹٹ سے بھی قریبی مراسم تھے۔ عبداللہ بریلوی عرصے تک اسلام کے بارے میں انگریزی اور گجراتی میں لکھی جانے والی کتابیں رتی پیٹٹ کو فراہم کرتے رہے۔ چنانچہ رتی پیٹٹ نے اسلام کی حقانیت سے مکمل آگاہی حاصل کرنے کے بعد اسلام قبول کیا، دیکھئے شفیق بریلوی کی کتاب محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک (کراچی ۱۹۸۰) ص ۱۰۱۔ رتی پیٹٹ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں کہ ”شادی تو ہوگئی لیکن پارسیوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ سول میرج پر انہیں زیادہ اعتراض نہ ہوتا لیکن مذہب کی تبدیلی ان کے لئے سب سے زیادہ اشتعال انگیز، ناقابل برداشت اور ناقابل معافی جرم تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پولیس کورٹ میں اغوا کا مقدمہ دائر ہوا اور ہائی کورٹ تک پہنچا...... ان مقدمات سے جناح ذرا بھی ہراساں نہیں ہوئے۔ اور ہر جگہ کامیاب ہوئے۔ بمبئی کے ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ جس جج کی عدالت میں یہ مقدمہ درپیش تھا وہ جناح سے کچھ چشمک رکھتا تھا۔ اس نے دوران کارروائی پوچھا۔ آخر تم اس لڑکی کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ کیا اس لئے کہ یہ لاکھوں روپیہ کی وارث ہے۔“ جناح نے بھر کے جواب دیا۔ اس کا جواب رتن سے لیجئے۔ وفاشعار اور ثابت قدم بیوی اس ریمارک پر پہلے ہی تلملا اٹھی تھی۔ وہ

سامنے آئی اور اس نے بیان کیا۔ میں نے محبت کی ہے۔ میں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا ہے۔ رہا مال و دولت کا معاملہ سو وہ نہ مجھے چاہئے نہ میرے شوہر کو ..... نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ واپس لے لیا گیا اور جناح با عزت طور پر عدالت سے بری کر دیئے گئے (رئیس احمد جعفری، ص ۲۰۷) عزیز بیگ نے بھی اپنی کتاب Jinnah and His Times میں اس واقعے کا تذکرہ کیا ہے، دیکھئے ص ۳۰۲۔

اے اے رؤف نے بھی اس مقدمے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رتی سے جناح کی شادی کا مسئلہ پولیس کورٹ سے ہائی کورٹ تک پہنچ گیا اور پارسی فرقے کے افراد اس نوبیاہتے جوڑے کے خلاف ہر قسم کی قانونی کارروائی کرنے کے لئے مستعد تھے ... لیکن تمام دنیا محبت کرنے والوں سے محبت کرتی ہے۔ چنانچہ اس رومانی جوڑے کو بھی عام ہمدردی حاصل ہوئی اور مقدمہ واپس لے لیا گیا (دیکھئے Meet Mr. Jinnah ص ۲۳۰)

۹۔ مولانا نذیر احمد جندی کا بیان، مطبوعہ روزنامہ ہمدرد، دہلی ۱۸ فروری ۱۹۴۶

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کانگریس کے ایما پر جمیعت علماء ہند کے رہنماؤں نے ۱۹۴۵ء کے انتخابات کے موقع پر آل انڈیا مسلم لیگ اور قائد اعظم کی سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں ان کی جانب سے تنفر پیدا کرنے کے لئے قائداعظم کی رتی پیٹٹ سے شادی کو "سول میرج" کے طور پر پیش کیا۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن بریلی کے سکریٹری مفتی رفیع الدین

حال مقیم کراچی نے راقم الحروف کو ایک ملاقات میں بتایا کہ جمیعت کے رہنماؤں کی اس کذب گوئی پر نہ صرف مسلم اخبارات نے احتجاج کیا اور صحیح صورت حال مسلمانوں کے سامنے پیش کی بلکہ جمیعت کے اجلاسوں میں جاکر مسلم لیگی کارکنوں اور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے رہنماؤں نے اس کذب گوئی کا پردہ چاک کیا۔ اسی زمانے میں بریلی کے ایک جلسے میں مولانا حسین احمد مدنی پر قائد اعظم کی شان میں گستاخی کے سبب پتھراؤ بھی کیا گیا۔
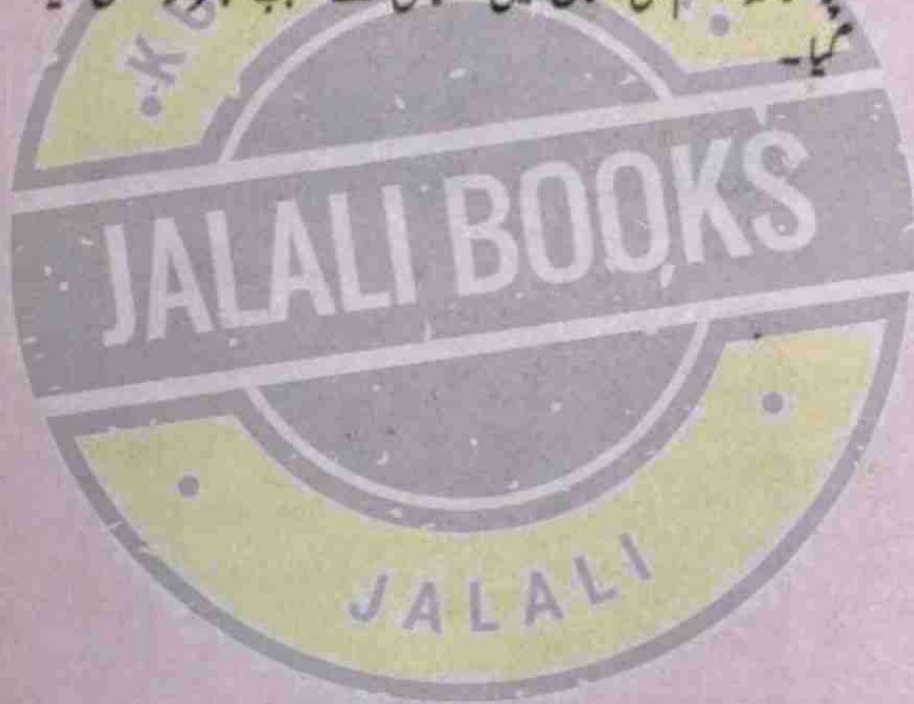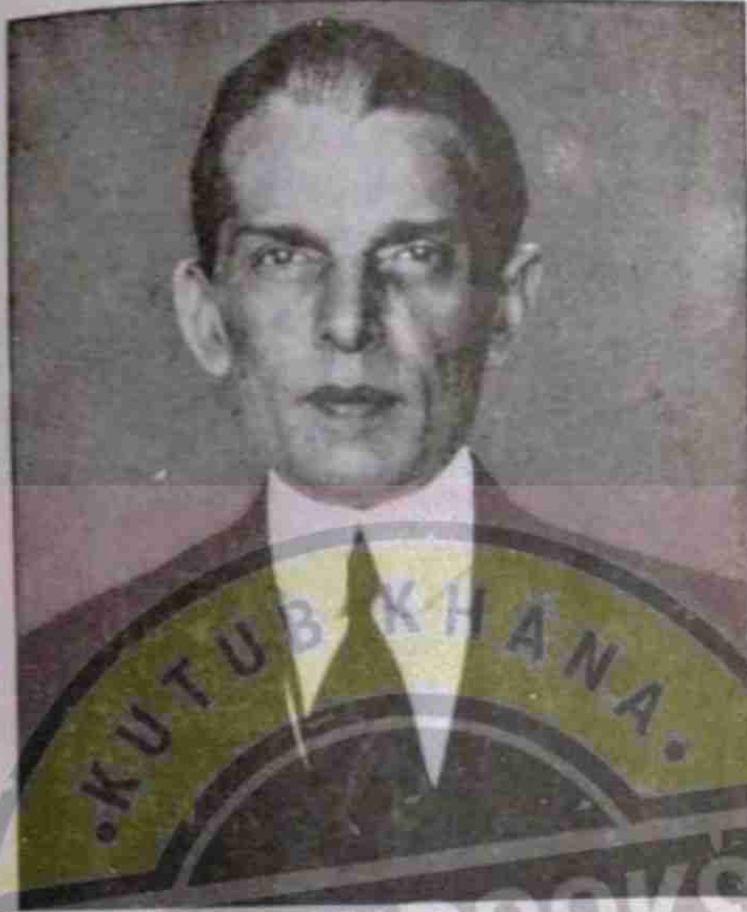
دوسری شادی کے بعد قائداعظم کی ایک تصویر

ایک انداز

پارسی فرقہ کا احتجاج
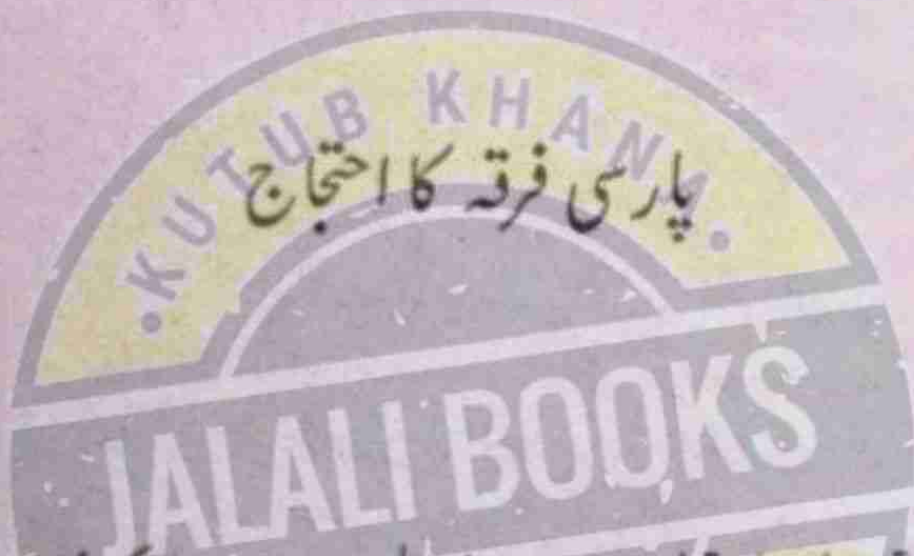
رتی پیٹ کا قبول اسلام اور محمد علی جناح سے ان کی شادی اس وقت کے سیاسی و سماجی ماحول میں بڑی دھماکہ خیز اطلاع تھی۔ لہذا ہر طرف سے اس اطلاع پر خیال آرائیاں کی جانے لگیں۔ خصوصاً پارسیوں نے اس کا سب سے زیادہ نوٹس لیا کیونکہ ان کے نزدیک کسی پارسی لڑکی کا ایک مسلمان سے شادی کر لینا معیوب اور اہانت آمیز فعل تھا۔ (۱) بعض پارسی اخبارات نے اس شادی کی مخالفت کرتے ہوئے یوم شادی کو "سیاہ جمعہ" سے تعبیر کیا اور کہا کہ یہ شادی پارسی فرقے کے رسم ورواج کے خلاف ایک مذموم سازش ہے۔ روزنامہ پیسہ اخبار نے پارسی اخبارات کے اس طرز عمل کا جواب دیتے ہوئے اپنی ایک اشاعت میں لکھا کہ:

"مسٹر جناح کی شادی چونکہ بروز جمعہ ہوئی۔ اس

لئے بعض پارسی اخبارات کا یہ حملہ مسلمان پبلک کے لئے کس قدر دلخراش ہے' کاش اس کا اندازہ ان کو ہوتا جن کے ہاتھ میں ایڈیٹری کا قلم ہے تو کبھی انہوں نے ایسا حملہ اس قوم پر نہ کیا ہوتا جو دنیا کی قوموں میں ایک زندہ اور زندہ مذہب پر چلنے والی قوم ہے۔ دنیائے اسلام میں مسٹر جناح کوئی ایسے ممتاز و یکتائے روزگار نہیں کہ جن کے ایک عمل سے اسلام کو دھبہ لگ جائے اور اس کے پُر از برکات ایام کے مطلع پر سیاہ بادل چھا جائے۔(۲)

پیسہ اخبار نے اس ضمن میں "ایک پارسی بیرونٹ کی لڑکی کا قبول اسلام" کے عنوان سے ایک اداریہ بھی لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ:

یہ خبر ناظرین کی نگاہ سے گزر چکی ہوگی کہ نامور پارسی بیرونٹ سر ڈنشا پیٹٹ کی اکلوتی لڑکی رتن بائی نے اسلام قبول کر کے مشہور نیشنلسٹ مسلمان آنریبل محمد علی جناح سے شادی کر لی ہے۔ صداقت و محاسن اسلام کا اعتراف یا آنریبل محمد علی جناح سے موانست کی کشش کو اس کا باعث سمجھا جائے۔ تاہم یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو پارسی کمیونٹی میں سنسنی پیدا کئے بغیر نہ رہے گا۔ اگر تعلق خاطر کو تبدیلی مذہب کا موجب خیال کیا جائے تو محبت و موانست اس سے زیادہ حیرت انگیز نتائج ظہور میں لا چکی ہے' یوں بھی آزاد خیال لوگوں کے نزدیک

جن پر مادیت کا رنگ گہرا چڑھ چکا ہے مذہب وآئین کوئی چیز نہیں بہر حال مسٹر ڈنشا اور پارسی کمیونٹی سے امید ہے کہ وہ واقعہ ہذا کو اسی نظر سے دیکھیں گے۔ آنریبل محمد علی جناح بمبئی پریذیڈنسی کے چوٹی کے وکیل، قانون دان، نیشنلسٹوں کے لیڈر اور بمبئی بار کی زینت ہیں اور مسلمانان پریذیڈنسی مذکورہ کی طرف سے حضور وائسرائے کی قانون ساز اسمبلی کے ممبر ہیں۔ غرضیکہ ان کے نامور وکیل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ بالحاظ تعزز، شہرت ودنیاوی وجاہت کے وہ اس رشتے کے لئے نا اہل نہیں ہوسکتے۔ ایک مشہور پارسی کی لڑکی کا مشرف بہ اسلام ہوکر ایک نامور مسلمان کے حبالہ نکاح میں آنا پریذیڈنسی کی موجودہ تاریخ کا اگر پہلا واقعہ نہیں تو اس کے نہایت دلچسپ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (۳)

مشہور شاعرہ اور انڈین نیشنل کانگریس کی رہنما مسز سروجنی نائیڈو نے جن کے نہ صرف سرڈنشا پیٹٹ کے گھرانے سے ذاتی مراسم تھے بلکہ وہ محمد علی جناح کی بھی بے حد مداح تھیں۔ (۴) اور جنھوں نے میثاق لکھنؤ کے بعد محمد علی جناح کی تقاریر کا ایک مجموعہ اتحاد کا پیغامبر کے عنوان سے مرتب کیا تھا، اس شادی پر ڈاکٹر سید محمود کے نام اپنے ایک خط میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا کہ:

"بالاخر جناح نے اپنی خواہشات کا ارغوانی پھول توڑ لیا۔ یہ سب کچھ اچانک ہوا اور پارسیوں کے

درمیان اشتعال واحتجاج کا سبب بنا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس لڑکی نے توقع سے زیادہ عظیم قربانیاں دی ہیں جن کا اسے ابھی احساس بھی نہیں۔ جناح ان قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں"۔ (۵)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے مشہور صحافی دیمان کبادی نے رتی اور جناح کی شادی اور اس شادی کے نتیجے میں اس وقت پیدا ہونے والی سنسنی خیزی کا اپنے ایک مضمون میں تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"میں سروجنی نائیڈو سے ملنے گیا جو اس وقت بمبئی میں سرڈنشا پیٹٹ کے یہاں بطور مہمان مقیم تھیں۔ میں اب تک نہیں بھلا سکا کہ مسز نائیڈو نے سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور سرڈنشا پیٹٹ کی بیٹی رتی کی غیر متوقع شادی پر سرڈنشا پیٹٹ کے ردعمل کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ "وہ ضعیف شخص اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔"
(۶)

پنڈت موتی لال نہرو کی بیٹی اور "دی انڈی پنڈنٹ" الہ آباد کے ایڈیٹر سید حسین کی سابقہ منکوحہ وجے لکشمی پنڈت نے اپنی خود نوشت میں لکھا ہے کہ:

"رتی پیٹٹ کی مسٹر جناح سے شادی نے پورے ہندوستان میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔ رتی میری دوست تھی۔ ہم دونوں تقریباً ہم عمر تھے لیکن

ہماری پرورش مختلف ماحول میں ہوئی تھی۔ وہ نہایت خوب صورت اور بالحاظ مزاج خود مختار تھی۔ ان دنوں پارسی اپنے رسم ورواج کے حد درجے پابند ہوا کرتے تھے۔ اخبارات میں ان کی خبریں واضح طور پر شائع ہو رہی تھیں۔ اور سیاسی سطح پر بھی وہ ایک رہنما کی حیثیت میں سامنے آرہے تھے۔ ان تمام باتوں نے رتی پیٹٹ کو مسٹر جناح کی جانب ملتفت کیا اور اس نے اپنے والدین اور اپنے فرقے کی مخالفت کے باوجود مسٹر جناح سے شادی کرلی۔ (۷)

محمد علی جناح کی شادی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ خصوصاً بمبئی پریذیڈنسی میں جہاں پارسیوں کی اکثریت آباد تھی اس خبر پر تبصرے عام تھے۔ سر ڈنشا پیٹٹ اس واقعے کے بعد تقریباً خانہ نشین ہوگئے اور کسی سے اس موضوع پر گفتگو کے روادار نہ تھے۔ وہ شدید طیش اور غصے میں تھے اور ان کا یہ طیش وغصہ اس شادی کے کئی سال بعد تک برقرار رہا۔ دوسری طرف جناح اور رتی نے جن کے دل ایک دوسرے کے لئے محبتوں سے لبریز تھے۔ تمام چہ میگوئیوں اور حرف آرائیوں سے بے نیاز رہتے ہوئے اپنی نئی زندگی کا آغاز نہایت دھوم دھام سے کیا۔ (۸) وہ شادی کے تقریباً ایک ماہ بعد ہنی مون منانے کی غرض سے نینی تال روانہ ہوگئے۔

حوالہ جات

۱۔ ہندوستان میں بین المذاہب شادیوں کا سلسلہ اگرچہ خاصہ قدیم ہے لیکن کسی غیر مسلم کا ''قبول اسلام'' صرف کسی مسلمان کے عقد میں لانے کے لئے اکثر اختلافات کا سبب بن گیا ہے۔ اگر جناح رتی سے سول میرج کرلیتے تو شاید اس قدر اختلافات کا سامنا نہ کرنا پڑتا لیکن ''رتی کا قبول اسلام'' پارسی فرقے کے لئے عزت و وقار کا مسئلہ بن گیا تھا۔

۲۔ روزنامہ ''پیسہ اخبار'' لاہور ۲۲ اپریل ۱۹۱۸ ص ۵

مزید دیکھئے، احمد سعید کی مرتبہ کتاب ''حیات قائداعظم: چند نئے پہلو'' (اسلام آباد: ۱۹۷۸) ص ص، ۱۶ تا

۳۔ روزنامہ ''پیسہ اخبار'' لاہور ۲۴ اپریل ۱۹۱۸ ص ۲

۴۔ مسز سروجنی نائیڈو کے بارے میں یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ وہ بھی محمد علی جناح پر ایک عرصے تک ملتفت رہیں۔ انہوں نے ۱۹۱۵ء کے اجلاس کانگریس کے موقع پر جناح پر ایک نظم بھی پڑھی تھی اور بعد میں ان کی تقاریر پر مبنی ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔ جس کے شروع میں محمد علی جناح کے بارے میں ایک مضمون بھی درج کیا تھا۔ وہ نہ صرف جناح کی صلاحیتوں کی بڑی مداح تھیں۔ بلکہ حد درجے ان سے قربت کی دعویدار تھیں۔ میکٹر بولائتھو نے سروجنی نائیڈو اور جناح کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''بوڑھی پارسی خاتون جن سے میں بمبئی میں ملا تھا ان کو جناح اور مسز نائیڈو کا وہ زمانہ یاد ہے جب بیرسٹر جناح نے سیاست کے میدان میں قدم رکھا ... ان کو جناح سے عشق تھا۔ لیکن جناح کو کبھی ان سے محبت نہ ہوئی۔ جناح کے جذبات سرد تھے اور وہ الگ تھلگ رہتے تھے۔ ان کو

صرف اپنی ترقی سے دلچسپی تھی۔ سروجنی نے ان کے نام عشقیہ نظمیں بھی لکھیں لیکن وہ عشقیہ شاعری کے جال میں پھنسنے والے شخص نہ تھے۔ وہ بڑے محتاط اور صالح جوان تھے اور ان کی شامیں عیش و تفریح کے بجائے اپنے مقدموں کی تیاری میں صرف ہوتی تھیں۔ اس زمانہ میں مسز نائیڈو کو لوگ بمبئی کی بلبل کہتے تھے۔ لیکن جناح کے لئے اس خوش نوا بلبل کے نغمے بے اثر رہے۔ ظاہر ہے کہ جناح کے سے مزاج کے انسان کے لئے مسز نائیڈو کے جذبات کی غیر معمولی شدت بڑی حیران کن ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک انگریزی نظم میں مسز نائیڈو نے لکھا۔

"اے عشق دن کے ہنگاموں میں مجھے
تیری تلاش نہیں ہوتی، لیکن رات
کے سناٹے اور تنہائی میں، جب
تاروں کی چھاؤں میں پہاڑوں اور
وادیوں پر وجد آفریں خاموشی چھا
جاتی ہے اور میری روح تیری آواز
کے لئے بے تاب رہتی ہے۔ (دیکھئے
ہیکٹر بولائتھو کی کتاب ص ۲۷)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ رتی پیٹٹ کو عام طور پر "بمبئی کا پھول" اور مسز نائیڈو کو "بمبئی کی بلبل" کہا جاتا تھا اور بوقت انتخاب جناح نے بلبل پر پھول کو ترجیح دی۔ عزیز بیگ نے اپنی کتاب Jinnah and His Times میں ان دونوں خواتین کی جناح سے محبت اور شیفتگی کے حوالے سے دو "دلفریب خواتین" کے عنوان سے ایک باب تحریر کیا ہے۔ اگرچہ اس باب کا بیشتر حصہ

قیاس پر مبنی ہے۔ لیکن اکثر باتیں حالات و واقعات سے اس قدر مطابقت رکھتی ہیں کہ ان پر حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں خواتین میں پہلی چیز جو قدر مشترک تھی وہ یہ کہ دونوں جناح سے محبت کرتی تھیں۔ دوسری یہ کہ دونوں پرمذاق اور زندہ دل تھیں' دونوں کے پاس خیالات اور مزاج کی فراوانی تھی۔ اور دونوں نقصان وخطاسے بے نیاز بہت زیادہ مضطرب اور فیاض تھیں۔ جناح دلی طور پر سروجنی نائیڈو کے غیر طبقاتی سیاسی شعور کے مداح تھے لیکن یہ بات بعید ازقیاس ہے کہ وہ کبھی سروجنی نائیڈو کی شاعری سے متاثر ہوئے ہوں۔ عزیز بیگ نے دہلی میوزیم میں موجود کے ایل گابا کے ایک اورل ہسٹری انٹرویو کے حوالے سے لکھا ہے کہ جناح کے اپنی ابتدائی زندگی میں دوعظیم دوست تھے ایک سروجنی نائیڈو ان سے قریب تھیں۔ حتی کہ رتی سے ان کی شادی تک بہت زیادہ قریب رہیں۔ ایک فرانسیسی ضرب المثل ہے کہ "یہ مرد ہی ہوتے ہیں۔ جن کی بنا پر خواتین ایک دوسرے سے نفرت کرتی ہیں"۔ لیکن سروجنی نے نفرت اور عداوت کے بجائے رتی سے شادی میں جناح کی مدد کی۔ دیکھئے عزیز بیگ کی کتاب Jinnah and His Times ص ۲۷۲

۵۔ خط کے اصل متن کے لئے دیکھئے ڈاکٹر سید محمود کی مراسلت پر مشتمل وی این دتہ اور کیلگ ہارن بی ای کی مرتبہ کتاب

A Nationalist Muslim and Indian Politics
(مدراس ، ۱۹۴۷) ص ۲۱

۶- دیکھئے ویمان کباڈی کا مضمون
The days with Pothan Joseph مطبوعہ ویکلی
سوراجیہ مدراس، ۱۹ فروری ۱۹۷۷ء
۷- وجے لکشمی پنڈت :The Scope of Happines
A Personal Memoir (لندن ۱۹۷۹) ص ۲۰۱
۸- رتی جناح اور قائداعظم کی محبت اور شادی کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے دارا آرمر ہوجی کا مضمون
His Parsi Wife مطبوعہ دی السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا، شمارہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶، ص ۱۹
زین نورانی کا مضمون Quaid-i-Azam & Mrs. Jinnah
مطبوعہ روزنامہ ڈان کراچی، ۲۸ نومبر ۱۹۷۶، ص ۱۹-
خواجہ رضی حیدر کا مضمون "قائد اعظم کی رفیقہ حیات" مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت کراچی جمعہ میگزین ۹ اپریل ۱۹۸۲ء ص ۱۲، ۱۳، ۲۰- شگفتہ یاسمین کا مضمون
Mirrors of the Soul مطبوعہ روزنامہ دی اسٹار، کراچی، ۲۰ فروری ۱۹۸۳ اور
In Memoriam Ruttie Jinnah مطبوعہ، روزنامہ ڈان میگزین ۱۴ مئی ۱۹۸۲ء ص ۱۸- سید ہاشم رضا کا مضمون
The Quaid: Some Glimpses of his personal life مطبوعہ: روزنامہ ڈان کراچی ۱۱ ستمبر ۱۹۸۵ء

بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو
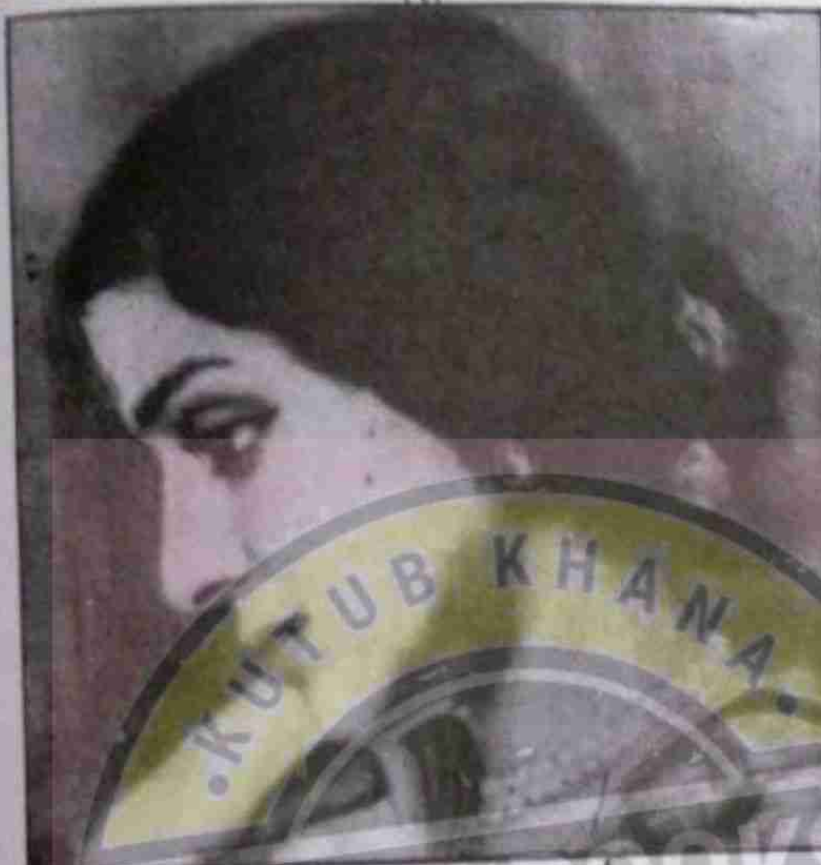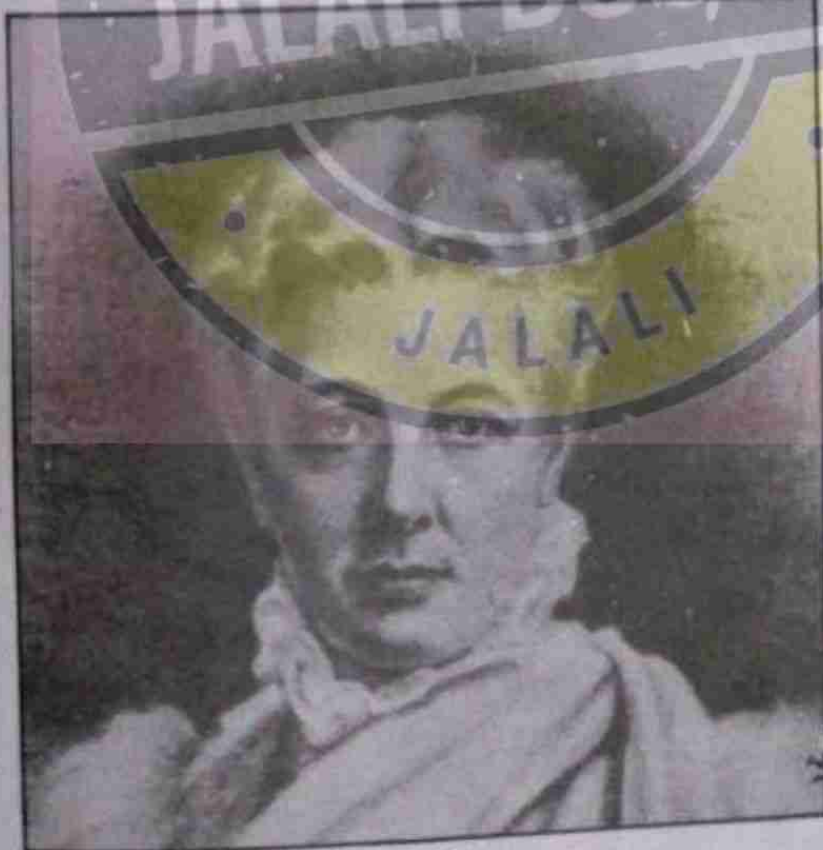
مسز اینی بسنت

خوبصورتی اور ذوق آرائش

رتی بائی غیر معمولی طور پر خوب صورت خاتون تھیں۔ شادی سے قبل بھی اور شادی کے بعد بھی ان کے حسن اور دلنوازی کی شہرت عام تھی۔ وہ اتنی خوبصورت تھیں کہ بسا اوقات ان پر "پری" ہونے کا گمان گزرتا تھا۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد کا بیان ہے کہ:

> محمد علی جناح کے ہمارے خاندان سے بڑے قریبی مراسم تھے ..... اور جناح نے اپنی شادی کے دن جو انگوٹھی اپنی دلہن کو دی تھی وہ نہ صرف میرے والد راجہ محمد علی محمد خاں آف محمود آباد کا تحفہ تھی بلکہ جناح نے شادی کے بعد ہنی مون کی غرض سے نینی تال میں واقع ہمارے ہی مکان میں قیام کیا تھا۔ (۱)

محمد علی جناح کے پرائیویٹ سکریٹری اور سوانح نگار مطلوب الحسن سید کے مطابق محمد علی جناح نے ہنی مون منانے کے لئے نینی تال جاتے ہوئے لکھنؤ میں مہاراجکمار محمد علی محمد خاں آف محمود آباد کے گھر مختصر قیام کیا تھا۔ اس وقت راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴-۱۹۷۳) جن کی عمر ساڑھے چار سال تھی رتی بائی کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ بقول راجہ امیر احمد خاں وہ بہت خوبصورت تھیں۔ اتنی خوب صورت کہ ان پر کوہ قاف کی پریوں کا گمان گزرتا تھا۔ وہ سنہرے کام کے سیاہ حاشیے کی سفید رنگ کی ساری زیب تن کئے ہوئے تھیں اور اس قدر نازک اندام تھیں کہ کانچ کی گڑیا لگتی تھیں۔ انہوں نے مجھے اپنی جانب حیرت سے دیکھتے ہوئے پایا تو بڑھ کر مجھ کو گود میں اٹھالیا اور قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ان کے وجود سے ایک دلفریب اور مسحور کن خوشبو آرہی تھی۔ ایک ایسی خوشبو جو آج بھی میرے تنفس کا حصہ ہے۔ چنانچہ میں یہ سمجھ کر کہ آج واقعی ہمارے گھر پری آگئی ہے۔ دیر تک ان کی گود میں بیٹھا رہا حتیٰ کہ میرے والد اور والدہ نے مجھ سے گود سے اترنے کو کئی مرتبہ کہا مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا اور کھانا شروع ہونے تک ان کے پاس بیٹھا رہا۔ اس کے بعد میں جب بھی ان سے ملا وہ مجھے پری ہی نظر آئیں۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت، حسین اور ملیح خاتون نہیں دیکھی۔ (۲)

راجہ صاحب محمود آباد کی رتن بائی سے ایک اور ملاقات ۱۹۲۳ء میں دہلی کے "میڈنز" ہوٹل میں ہوئی جہاں وہ اپنے شوہر محمد علی جناح کے ساتھ مقیم تھیں۔ اس ملاقات میں رتی بائی نے راجہ صاحب کو کھلونے خریدنے کے لئے پانچ سو روپے دیئے جو اس وقت

بہت بڑی رقم تھی۔ (۳)

رتی بائی اس قدر خوبصورت تھیں کہ ان سے ملنے اور ان کو دیکھنے والا کوئی شخص بھی ان کی دلکشی کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ پاتا تھا۔ ان کو بمبئی کے سماجی حلقوں میں "بمبئی کا پھول" کہہ کر یاد کیا جاتا تھا۔ (۴)

جناح اور رتی کے قریبی دوست اور انڈین نیشنل کانگریس کے رہنما کانجی دوارکاداس نے رتی بائی سے اپنی پہلی ملاقات کے بارے میں لکھا ہے کہ:

فروری ۱۹۱۴ء کی ایک سرد سہ پہر بمبئی کی اوول سے کوئنز روڈ ٹینس کورٹ کی جانب جانے والی سڑک پر میں نے دیکھا کہ ایک پارسی لڑکی جس کی عمر تقریباً چودہ سال ہوگی مخالف سمت سے ایک چھوٹی گاڑی میں جسے دو چھوٹی نسل کے خوبصورت خچر کھینچ رہے تھے آرہی تھی...... میں اس لڑکی کو دیکھتا رہ گیا اور اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک کہ وہ گاڑی اور اس میں سوار لڑکی میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوگئی۔ میں اس کا چہرہ فراموش نہ کر سکا۔ تین ماہ بعد ایک اخبار میں شائع ہونے والی ایک تصویر سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ سر ڈنشا پیٹٹ کی بیٹی رتی تھی۔ (۵)

پنجاب کے مشہور سیاسی رہنما اور قائداعظم کے رفیق بیرسٹر میاں محمد شفیع کی صاحبزادی بیگم جہاں آرا شاہنواز کے مطابق "رتی نہایت ہشاش بشاش اور زندگی سے بھرپور خاتون تھیں۔ وہ اکثر لوگوں کو

چونکا دینے کی کوشش کرتی تھیں جسے کچھ لوگ پسند نہیں کرتے تھے لیکن جو لوگ رتی کے مزاج آشنا تھے رتی کی ان حرکتوں پر قہقہے لگایا کرتے۔ وہ نہایت دلربا خاتون تھیں، ان کے ہاتھ اور سراپا نہایت حسین تھا۔ وہ ہمیشہ نہایت قیمتی دیدہ زیب اور نئے فیشن کی ساری میں ملبوس رہتی تھیں"۔ (۶)

سر اکبر حیدری کی صاحبزادی بیگم حاتم بھائی طیب جی کا بیان ہے کہ "محمد علی جناح اپنی بیوی کو بہت چاہتے تھے۔ وہ تھیں بھی اسی قابل، بہت خوبصورت مہذب، تعلیم یافتہ، باوقار اور بہترین مقرر۔ لوگوں کا یہ کہنا بجا ہے کہ محمد علی جناح کے لئے اس سے موزوں اور کوئی لڑکی نہیں تھی"۔ (۷)

ہیکٹر بولا ئتھو نے لکھا ہے کہ "رتی نہایت حسین اور ذہین لڑکی تھی اور آج بھی جب کہ رتی کے انتقال کو نصف صدی گزر چکی ہے۔ آپ کو بمبئی میں کئی ایسے بوڑھے ملیں گے جو اسے یاد کر کے کہیں گے، آہ رتی پیٹیٹ! وہ چمنستان بمبئی کا حسین ترین پھول تھی۔ اس میں کیسی زندگی تھی اور وہ کتنی ذہین تھی۔ رعنائی خیال اور دل لگی تو اس پر ختم تھی"۔ (۸)

فریڈم ایٹ مڈنائٹ کے مصنفین نے لکھا ہے کہ "رتی نظارہ خیز حد تک خوبصورت خاتون تھیں۔ ایک ایسی خاتون جو اپنی افسانوی دلکشی اور خوب صورتی کی بنا پر پورے شہر میں مشہور تھیں۔ وہ زندہ دل، خوش طبع، شگفتہ روح اور ملنسار ہونے کے علاوہ ایک سرگرم اور حاضر جواب قوم پرست خاتون تھیں"۔ (۹)

اسٹینلے والپرٹ نے لکھا ہے کہ "رتی کے لمبے سیاہ بالوں میں ہمہ وقت پھول گندھے رہتے تھے۔ اس کا متناسب اور گلاب سراپا

کمخواب و اطلس میں چشم نظارہ باز کے لئے حیرتوں کا باعث تھا۔ آتشی سرخ، سنہرے، ارغوانی، نارنجی اور گلابی لباس ان کے حسن کو چار چاند لگا دیتے تھے۔ وہ ماتھے پر ایک مخصوص بینڈ باندھتی تھیں جس میں الماس، یاقوت اور زمرد جڑے ہوتے تھے ..... یہ تمام چیزیں مل کر ان کی شخصیت کو نہ صرف مزید جاذب نظر بناتی تھیں بلکہ بات بات پر ان کے نقرئی قہقہے دنیا کو ان کی دلکش موجودگی کا احساس دلاتے رہتے تھے"۔(۱۰)

نینی تال سے واپسی کے بعد رتی نے جناح کے مکان کی از سرنو آرائش پر مکمل توجہ دی۔ رتی کی آمد سے قبل یہ مکان جو ساؤتھ کورٹ کہلاتا تھا جناح کے تجرد کی تصویر تھا۔ انگلش وضع کے نہایت عمدہ فرنیچر، دبیز ریشمی پردوں اور قیمتی آرائشی اشیاء کی موجودگی کے باوجود ساؤتھ کورٹ کے در و دیوار سے ایک غیر محسوس کن ویرانی عیاں تھی۔ رتی کی آمد نے اس مکان کو جنت ارضی میں تبدیل کر دیا۔ بقول ہیکٹر بولا ئتھو جناح کے بے رونق اور اداس مکان میں "گویا ایک چراغ روشن ہو گیا"۔(۱۱)

رتی جناح نے اس مکان کو اپنے شاعرانہ ذوق کے مطابق انتہائی سلیقے سے آراستہ کیا۔ مصوری کے بہت سے نمونے اور نوادرات خریدے تاکہ معمولی رد و بدل اور اضافے کے بعد اس مکان کو جس کے در و دیوار سے صرف امارت کا اظہار ہوتا تھا اپنے عظیم شوہر کے شایان شان بنا سکیں۔ شادی سے قبل محمد علی جناح کے گھر کی نگہداشت اور انتظام و انصرام کی تمام تر ذمہ داری ایک قدیم اور باعتماد ملازم "وسان" کے سپرد تھی۔ وہ ہی اخراجات کا حساب رکھتا۔ وہ ہی خریداری کرتا۔ وہ ہی دیگر ملازمین کی نگرانی کرتا اور

وہی جناح کے لباس و ذاتی استعمال کی اشیا کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ رتی نے ساؤتھ کورٹ میں قدم رکھنے کے بعد اس ملازم کو اپنا معاون خاص بنالیا اور اسی کی مدد اور مشورے سے اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے لگیں۔ جی الانا نے لکھا ہے کہ شادی کے بعد بھی وسان اسی طرح خدمات انجام دیتا رہا اور اس سے دونوں میاں بیوی ہمیشہ مطمئن و خوش رہتے تھے۔ (۱۲)

رتی نے اپنی ذمہ داریوں کو صرف ساؤتھ کورٹ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ شادی کے چند دن بعد ہی انہوں نے عدالت کے احاطے میں جاکر جناح کا دفتر بھی دیکھا اور اسے بھی نیا رنگ و روپ دیا۔ دیواروں اور دروازوں پر رنگ و روغن کرایا۔ نفیس فرنیچر خرید کر وہاں ڈالا اور کمروں کو پھولوں سے سجایا۔

رتی کے اسی احساس ذمہ داری اور انداز و ادا نے محمد علی جناح کو بہت جلد رتی کا اس حد تک اسیر کردیا تھا کہ اب وہ عدالت سے سیدھے گھر واپس آتے اور لان میں بیٹھ کر گھنٹوں اپنی نوخیز دلہن سے گفتگو کرتے رہتے۔ مگر اکثر یوں ہوتا کہ جناح کے پرانے سیاسی رفیق اور دوست آنکلتے اور اس رومانی فضا کو سیاسی باتوں اور بحثوں سے بے کیف بنادیتے۔ رتی کو اس لمحے یہ باتیں قطعاً نہ بھاتی تھیں۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس لمحے گھر سے باہر جاکر رقص و موسیقی میں محو ہوجائیں مگر وہ طوعاً و کرہاً یہ طولانی قصے سنتی رہتی تھیں، کانجی دوارکاداس نے لکھا ہے کہ رتی سے شادی کے بعد جناح کی اپنی بیوی سے علیحدہ کوئی زندگی نہیں تھی۔ انہوں نے رتی میں ایک زبردست وجدانی قوت پالی تھی۔ ان کی نجی، سیاسی اور سماجی زندگی ہمیشہ رتی کے ہمراہ گزرتی تھی۔ رتی بھی ہر طرح جناح کا خیال رکھتی

تھیں اگرچہ وہ عمر میں جناح سے بہت چھوٹی تھیں لیکن وہ اس بات کا خیال کیے بغیر جناح کی دیکھ بھال کرتی تھیں اور ہمہ وقت ان کی یہ کوشش ہوتی کہ ہر طرح جناح کی زندگی خوشگوار پر لطف اور آرام دہ گزرے۔ جناح نے شادی کے بعد اورینٹ کلب کی رکنیت سے بھی استعفیٰ دے دیا تھا جہاں وہ اکثر شطرنج اور بلیرڈ کھیلنے جایا کرتے تھے۔ (۱۳)

رتی بائی بڑے رکھ رکھاؤ اور سلیقے کی خاتون تھیں۔ کم عمری کے باوجود وہ بڑی بردباری اور وقار کا ثبوت دیتی تھیں اور کسی طرح سے بھی اپنے وقت کی دیگر ممتاز خواتین سے کم نظر نہیں آتی تھیں۔ محمد علی جناح کی رفاقت نے ان میں سنجیدگی اور اعتماد کی روح پھونک دی تھی اور آہستہ آہستہ ان میں اپنے شوہر کی سی خود اعتمادی اور متانت پیدا ہو رہی تھی۔ ہر بات پر نہایت غیر جذباتی انداز میں غور کرنا اور پھر پکی اور کھری بات کہہ دینا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی۔ اپنے شوہر کی طرح خوش پوشاکی اور نفاست ان کی شخصیت کا اہم جزو تھی۔ (۱۴) وہ ہندوستان کی خوش لباس خواتین میں شمار ہوتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات میں ان کا لباس ہمیشہ دوسری خواتین کی توجہ کا مرکز بنا رہتا تھا۔ یورپ جہاں طلوع آفتاب کے ساتھ ہر روز ایک نیا فیشن ایجاد ہوتا ہے، وہاں کی خواتین بھی رتی جناح کے لباس کو حیرت، استعجاب اور رشک کی نگاہ سے دیکھا کرتی تھیں۔ ان کے ملبوسات بمبئی میں ہارن بی روڈ پر یونیورسٹی کی عمارت کے سامنے ایک عالی شان دکان میں تیار ہوتے تھے۔ جو یورپی ملبوسات کے ماہر ایملے ونڈ گر ودن کی ملکیت تھی۔ انگریز حکام اور ہندوستانی رؤسا کی بیگمات بھی اسی دکان سے

اپنے کپڑے سلواتی تھیں۔ لیکن رتی کے ذاتی مشورے رتی کے ملبوسات کو دوسری خواتین کے لباس سے ہمیشہ ممتاز رکھتے تھے۔ (۱۵)

رتی جناح کو بیش قیمت اور قدیم زیورات استعمال کرنے کا بھی جنون کی حد تک شوق تھا۔ ان کے پاس لاتعداد گہنے، جھومر، بلاق، پازیب، جھمکے، نیکلس، چمپاکلی، لاکٹ، ٹاپس، گلوبند، بروچ، انگوٹھیاں، کنگن، ہتھ پھول اور دیگر ایسے زیورات تھے جن میں قیمتی ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ (۱۶)

وہ تمام تقریبات میں منفرد دکھائی دیتی تھیں۔ وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ کی اہلیہ مسز ایلس نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ ''بمبئی کے ایک نوجوان وکیل جن کا نام جناح ہے وہ عام خیال کے مطابق ہندوستان کے لارڈ جارج ہیں وہ اپنی بیگم کے ہمراہ ظہرانے پر آئے تھے۔ ان کی بیگم بہت حسین بہت شوخ و شنگ ہیں۔ بروکیڈ کا چست لباس سامنے اور پیچھے سے کمر تک کٹا ہوا۔ آستینوں سے بے نیاز، اس کے اوپر پھولدار شیفوں کی ساری۔'' ایک اور خط میں لیڈی ریڈنگ نے اسی طرح رتی جناح کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ ''ان کا ملبوس لبرٹی اسکارف، بالوں میں جڑاؤ پٹی اور زمرد کے نیکلس پر مشتمل تھا وہ بے حد حسین دلربا اور ضرورت سے زیادہ بنی سنوری ہیں۔ مرد ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور خواتین ناک بھنوؤں کو سکیڑ رہی تھیں'' (۱۷)

ایسی ہی ایک تقریب میں شادی کے کچھ دن بعد ہی بمبئی کے گورنر لارڈ ولنگڈن اور جناح کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی۔ اس کشیدگی کا سبب رتی کا ضرورت سے زیادہ فیشن ایبل لباس تھا۔

بولائتھو نے لکھا ہے کہ ایک رات جناح اور ان کی بیگم گورنمنٹ ہاؤس میں کھانے پر مدعو تھے مسز جناح (رتی) نے جو بلاوز اس موقع پر زیب تن کر رکھا تھا۔ اس کا گلا اتنا نیچا تھا کہ لیڈی ولنگڈن اسے دیکھ کر چیں بہ جبیں ہوئیں۔ جب مہمان کھانے کی میز پر بیٹھے تو لیڈی ولنگڈن نے ایک اے ڈی سی سے کہا کہ وہ مسز جناح کے لئے کوئی شال لے آئیں' شاید ان کو سردی لگ رہی ہوگی۔ مسٹر جناح یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے جب مسز جناح کو سردی محسوس ہوگی تو وہ خود شال مانگ لیں گی۔ پھر وہ اپنی بیوی کو لے کر ڈائننگ ہال سے باہر نکل آئے۔ اس کے بعد مسٹر جناح نے گورنمنٹ ہاؤس کی کسی تقریب میں کبھی شرکت نہیں کی۔ (۱۸) کہا جاتا ہے کہ مسٹر جناح اور لارڈ ولنگڈن کے درمیان ایک طویل اختلاف کا آغاز اسی واقعے کے بعد سے ہوا تھا۔

حوالہ جات

۱۔ سی ایچ فلپس اور میری ڈورین وین رائٹ کی مرتبہ کتاب

The Partition of India (لندن : ۱۹۷۰) ص ۲۸۵

قائد اعظم محمد علی جناح اور رتی کے نینی تال میں ہنی مون کے بارے میں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر معلومات سامنے آئی ہیں۔ ایک مرتبہ تحریک پاکستان کی سرگرم رہنما اور مسلم لیگ خواتین سب کمیٹی کی رکن بیگم تزئین فریدی نے بتایا کہ ان کے والد حبیب اللہ صاحب اور قائداعظم دونوں راجہ صاحب محمود آباد کی جائداد

کے ٹرسٹی تھے۔ اسی بنا پر ان دونوں کے دوستانہ مراسم
تھے۔ قائداعظم اپنی شادی کے بعد دو مرتبہ رتی کے
ہمراہ لکھنؤ آئے۔ انھوں نے اپنا ہنی مون راجہ صاحب
محمود آباد کے نینی تال کے بنگلے "دگیل وے ہاؤس"
پر منایا تھا۔ وہ تقریباً بیس دن وہاں رہے۔ اس دوران
رتی جناح نے اپنی شادی کی یادگار کے طور پر اس بنگلے
کے لان میں MYRTLE (از قسم حناء آس۔ مہندی)
کا ایک درخت لگایا تھا۔ جس میں سفید رنگ کے نہایت
تیز خوشبودار چھوٹے پھول آتے تھے بیگم تزئین فریدی
نے کہا کہ میں اپنے بچپن میں گرمیوں کی تعطیلات
گزارنے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ نینی تال جایا کرتی تھی
اور ہم اسی بنگلے میں قیام کرتے تھے۔ مجھ کو یہ درخت
بہت اچھا لگتا تھا اور میں اکثر اسی درخت کے نیچے بیٹھا
کرتی تھی ۔ مجھے دریافت کرنے پر بتایا گیا تھا کہ یہ
درخت رتی اور جناح کی شادی کی یادگار ہے۔(بیگم
تزئین فریدی کی راقم الحروف سے ۲۱ جون ۱۹۸۸ کو
گفتگو)

۲۔ مطلوب الحسن سید نے یہ واقعہ اپنے انتقال سے چند
دن قبل ۱۹ مارچ ۱۹۸۴ء کو قائد اعظم اکادمی کے
ڈائریکٹر پروفیسر شریف المجاہد اور راقم الحروف کو سنایا تھا۔
اس وقت وہ جناح سینٹرل ہسپتال کے اسپیشل وارڈ کے کمرہ
نمبر ۳ میں زیر علاج تھے اور ہم ان کی عیادت کے لئے
ہسپتال گئے تھے۔ مطلوب الحسن سید نے یہی واقعہ
رضوان احمد سے بھی بیان کیا تھا۔ دیکھئے رضوان احمد کا
مضمون "رتن بائی" مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی ۱۲
فروری ۱۹۷۱۔ مطلوب الحسن سید کا انتقال عارضہ قلب

کی وجہ سے ۲۳ اپریل ۱۹۸۴ء کو کراچی میں ہوا۔

۳۔ سی ایچ فلپس اور میری ڈورین وین رائٹ کی محولہ بالا کتاب ص ۲۸۵

۴۔ میکٹر بولائتھو کی محولہ کتاب 'Jinnah: Creator of Pakistan' ص ۴۷

۵۔ کانجی دوار کاداس کی محولہ کتاب 'Ruttie Jinnah' ص ۸۔۹

۶۔ بیگم جہاں آرا شاہنواز کا مضمون The Quaid: As I knew him مشمولہ Quaid-e-Azam and Muslim Woman مطبوعہ (کراچی ۱۹۷۶) ص ۲

۷۔ پروفیسر ذکریا ساجد کی کتاب "قائد اعظم میری نظر میں" (کراچی ۱۹۸۵) ص ۶۳۔
بیگم حاتم بھائی طیب جی حیدر آباد دکن کے وزیر اعظم سر اکبر حیدری کی صاجزادی اور قائداعظم کے ایک بزرگ دوست جسٹس بدرالدین طیب جی کے صاجزادے کی اہلیہ تھیں۔ انہوں نے ریڈیو پاکستان کراچی کو قائداعظم کے بارے میں اپنی یادداشتوں پر مشتمل ایک انٹرویو دیا تھا جو بعد میں پروفیسر ذکریا ساجد کی محولہ بالا کتاب "قائداعظم میری نظر میں" میں شامل کر دیا گیا۔ بیگم حاتم بھائی طیب جی قیام پاکستان کے بعد بمبئی سے کراچی آگئی تھیں۔

۸۔ میکٹر بولائتھو، ص ۴۷

۹۔ لیری کولنز اور ڈومینکو لاپیر کی مرتبہ کتاب Freedom at Midnight (نیویارک ۱۹۷۵) ص ۲۶۱

۱۰- اسٹینلے والپرٹ کی محولہ کتاب Jinnah of Pakistan ص ۵۳، ۵۴

۱۱- ہیکٹر بولائتھو، ص ۷۵

۱۲- جی الانہ کی محولہ کتاب، Quaid-i-Azam Jinnah: The Story of a Nation ص ۱۶۹

۱۳- کانجی دوارکاداس، ص ۵۹

۱۴- قائداعظم محمد علی جناح کی خوش پوشاکی اور نفاست پسندی کا بھی شہرہ عام تھا۔ قائداعظم کے تقریباً تمام سوانح نگاروں نے اس سلسلے میں خاصی معلومات فراہم کی ہیں جب کہ قائداعظم کے رفقا اور ان کے دیکھنے والوں نے بھی اپنے ایسے مشاہدات بیان کیے ہیں جو نہ صرف دلچسپ ہیں بلکہ قائداعظم کی شخصیت کو سمجھنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ بیگم جہاں آرا شاہنواز نے لکھا ہے کہ قائداعظم کی شخصیت نہایت منفرد اور متاثر کن تھی۔ وہ نہایت بے عیب لباس زیب تن کرتے تھے اور ان کے وجود سے وقار کی ایک مسحور کن مہک چاروں طرف پھیل جاتی تھی (دیکھیے جہاں آرا شاہنواز کا محولہ بالا مضمون)۔ ایک برطانوی نژاد صحافی جیمز کیمیرون جس نے ایک طویل عرصے تک ہندوستان میں بحیثیت صحافی زندگی گزاری تھی اپنی خود نوشت An Indian Summer میں محمد علی جناح سے اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جناح نے بیشتر ایشیائی لباس پہننے سے گریز کیا وہ اکثر ڈھیلے سوٹ زیب تن کرتے تھے جو بہت خوب صورت، دیدہ زیب اور پروقار تھے۔ لباس کے معاملے میں شائستگی ان کے مزاج کا حصہ تھی۔ نفاست اتنی کہ

ذرا سا عیب بھی ان کے طبع نازک پر گراں گزرتا تھا۔ مجھ سے ملاقات کے دوران اچانک ان کی نگاہ اپنی قمیض کی آستین پر پڑی اور وہ فوراً خاموش ہو گئے ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ انہوں نے خود کلامی کی سی صورتحال میں معذرت کی اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں سمجھا کہ ان کی طبیعت خراب ہو گئی ہے مگر وہ دوسرے ہی لمحے میں کمرے میں داخل ہوئے ۔ اب ان کے چہرے پر اطمینان تھا۔ انہوں نے مجھ سے اس تعطل و مداخلت کی معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "میرے ملازم نے بے وقوفی سے غلط "کف لنک" میری قمیض میں لگا دیے تھے۔ خیر کوئی بات نہیں اب ٹھیک ہے۔" دیکھئے "Debonair" بمبئی کا شمارہ بابت مارچ ۱۹۸۵' ص ۷۹

۱۵- جی الانہ' ص ۱۷۲

۱۶- رتی جناح کے زیورات کی ایک فہرست قائداعظم پیپرز میں موجود ہے فہرست کے مطالعے کے لئے دیکھئے کتاب کے آخر میں ضمیمہ نمبر ۳- اور قائد اعظم پیپرز کا فائل نمبر ۹۲.۱ دستاویز نمبر ۲۸۶ تا ۲۸۹

۱۷- سید شریف الدین پیرزادہ کی محولہ کتاب ص ۵۰

۱۸- ہیکٹر بولا تھو- ص ۷۵
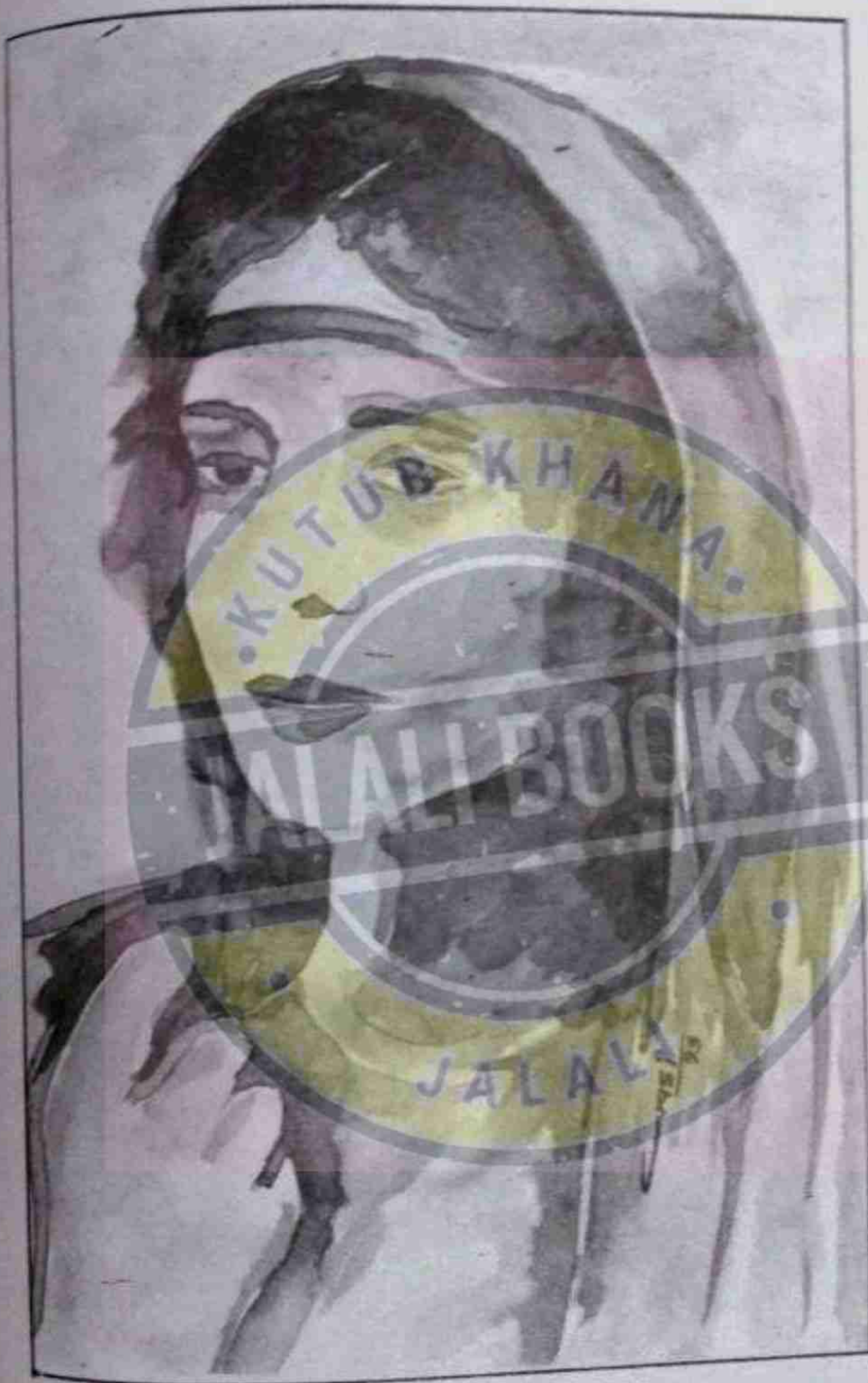
رتی جناح : وصی حیدر کی ایک پینٹنگ

بنفشہ کا پھول

رتی جناح کی خوش ذوقی، خوش لباسی اور شوق آرائش و زیبائش کا تذکرہ عام تھا۔ خصوصاً وہ لوگ جن سے محمد علی جناح کے گھریلو مراسم تھے، اس ضمن میں ہمیشہ رتی جناح کے مداح نظر آتے ہیں۔ آج بھی قائد اعظم کے سوانح نگار رتی جناح کے باب میں ان کی مذکورہ صفات کا تذکرہ بڑے مرصع اور پرشکوہ الفاظ میں کرتے ہیں اور اس امر پر ہر شخص متفق نظر آتا ہے کہ رتی جناح اپنی ہمہ گیر صفات کی بناء پر ایک متاثر کن اور دلنواز شخصیت کی مالک تھیں۔ دہلی کی ایک معزز شخصیت اور مشہور شاعر آغا شاعر دہلوی کے برادر بزرگ آغا حیدر حسین دہلوی کا جو نامور قانون دان تھے، بمبئی کے قوم پرست رہنما اور قائد اعظم کے ذاتی دوست عمر سوبانی سے قریبی تعلق تھا اور ان کی اہلیہ سیدہ بدر النساء بیگم چھٹیوں میں اکثر بمبئی جا

کر عمر سوبانی کے یہاں قیام کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ بمبئی میں قیام کے دوران وہ عمر سوبانی کے برادر خورد عثمان سوبانی کے ہمراہ جن کو وہ "ماموں جان" کہا کرتی تھیں۔ محمد علی جناح کے گھر گئیں اور واپسی پر اپنی ملاقات کا تمام احوال ایک مضمون کی صورت میں قلم بند کر دیا۔ اس مضمون میں سیدہ بدرالنسا بیگم کی مہیا کردہ تفصیلات محمد علی جناح کے گھر اور رتی جناح کے بارے میں بڑی اہم اور معلومات افزا ہیں۔ سیدہ بدرالنساء بیگم نے لکھا ہے کہ:

> عثمان ماموں کے ساتھ میں محمد علی جناح کے گھر گئی۔ ان کا مکان مالابار پہاڑی پر ہے۔ ان کے بنگلے سے سمندر کا نظارہ خوب ہے۔ کرسی بڑی پست ہے۔ ملاقات کے ایوان میں بجائے سیڑھی چڑھ کے، اتر کے جانا پڑتا ہے۔ کمرے کو تاریک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس میں سیاہ پردے لٹکے تھے۔ میز کرسیاں، صوفے سب آبنوس کے بنے ہوئے۔ کچھ پونا بمبئی کی کاریگری کا نمونہ۔ کچھ برما اور چین کی ساخت کے، لیکن تھے سب کالے۔ ان پر گجرات اور کاٹھیاواڑ کی اعلیٰ سوزن کاری کے قدیم کپڑے پڑے ہوئے۔ جن میں پرانے شیشوں کی ٹکلیاں ٹکی۔ طرح طرح کے ابتدائی فن مصوری کے نمونے سوئی سے کڑھے، کالی چندریاں پرانی وضع کی۔ تانبے پیتل کانسی کا پرانا سامان۔ ایران، ہندوستان، تبت، نیپال، برما چین کی کاریگریوں کے قدیم نمونے۔ پیتل کے

قدیم پتر جن پر قدیم تحریریں کندہ۔ غصے۔ انتقام اور حسد کے تبھی دیوتا، ڈراؤنی صورتیں، آنکھیں نکالے، منہ پھاڑے، پرانے پیتل کے ڈھلے دیواروں میں لگے تھے۔ ان کی پھٹی آنکھوں اور کھلے دہانوں میں سرخ برقی قمقمے، یہ سامان کبھی مانجھا نہ جاتا تھا۔ کیونکہ قدیم تانبے اور پیتل یا کانسی کا سامان جمع کرنے والے ان چیزوں کو مانجھنا ظلم اور فرنگیت کے مساوی سمجھتے ہیں اور جو رنگ ان اشیاء کو صدیوں نے عطا کیا ہے اس کو مانجھ کر صدیوں کے کام کو لمحوں میں برباد کرنا گوارا نہیں کرتے۔ تھوڑی دیر میں ایک کتیا جبڑے چڑے، کچلیاں باہر نکلیں، پیٹ جھول کر زمین کو لگتا، اپنے ارد گرد کے سامان سے رنگ میں جوڑ کھاتی، ہانپتی ہوئی آئی۔ بے حد ڈراؤنی، اسے دیکھ کر میرے دم پر بن گئی۔ ایوان کا سامان، در و دیوار، چھت، پردے، کواڑ، آرائش۔ غرض کہ ہر چیز ایسی تھی جس کو دیکھ کر دل بیٹھا جاتا تھا۔ اور اس کا طبیعت پر بڑا پست کن اثر ہوتا تھا۔ ہم دونوں اور تیسری وہ کتیا اس ایوان میں ایسے ہو گئے جیسے کانسی کے کلے دیوتاؤں کی وضع کے دیوار گیریوں کی طرح لگے تھے۔ بالکل خاموش۔ ایک سناٹا۔ ہاں کتیا کے ہانپنے سے اس خاموشی میں اور پریشانی کا اضافہ ہوتا تھا۔ مجھ پر اس ایوان کی آرائش کا ایسا اثر ہوا کہ معلوم ہوتا تھا دل کی

حرکت بند ہو جائے گی۔ مجھے ایسا نظر آیا کہ دیوتاؤں کے کلمے پڑھ پڑھ کر مجھ پر پھونک رہے ہیں اور یہ سارا ایوان جادو گھر ہے اور میں تھوڑی دیر میں پچرس ، کانسی ، تانبے یا پیتل کی بن جاؤں گی۔ اچانک کونے کا کالا پردہ ہل کر ہٹا۔ میں اچھل پڑی۔ اس کالے کالے پردے میں سے کیا دیکھتی ہوں ایک کالی بلی۔ بھرے بالا انگورے کی۔ لال فیتہ گلے میں بندھا۔ ٹیڑھی ہوتی۔ دم اٹھائے پردے سے پہلو اور دم کو رگڑاتی، مہین آواز میں میاؤں کہہ سنہری دیدے میری طرف کر ٹھیا کے کھڑی ہوگئی۔ اس طرف سے جو ہوا آئی تو سارا ایوان فرنگی سگند جل کی خوشبو سے مہک گیا۔ معلوم ہوا کہ بنفشہ کے تازہ پھولوں کے کسی نے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ بڑی بوڑھیوں کے عقیدے کے بموجب اس بلی میں تو ضرور وال بسر ہوگا کہ اسی پردے میں سے ایک مرقع نظر آیا۔ بہزاد کی سج، رضا عباسی کی دھج اور آقا میرک کا چہرہ مہرہ میرے سامنے تھا جس میں جان پڑی حرکت پیدا ہوئی اور پوری راگنی کے سروں میں ایک دلکش روح پرور ندا کانوں میں آئی۔ عثمان ماموں جان جلدی سے سنبھل کھڑے ہوئے۔ سلام کر آگے بڑھے۔ اور اس زندہ تصویر کو ساتھ لے کر میری طرف آئے اور مسکرا کر کہا یہی "رتی بیگم محمد علی جناح" ہیں پھر میرا نام بتایا۔ وہ بہت تپاک

بیگم رتی جناح اور محمد علی جناح
مصور کی نظر میں
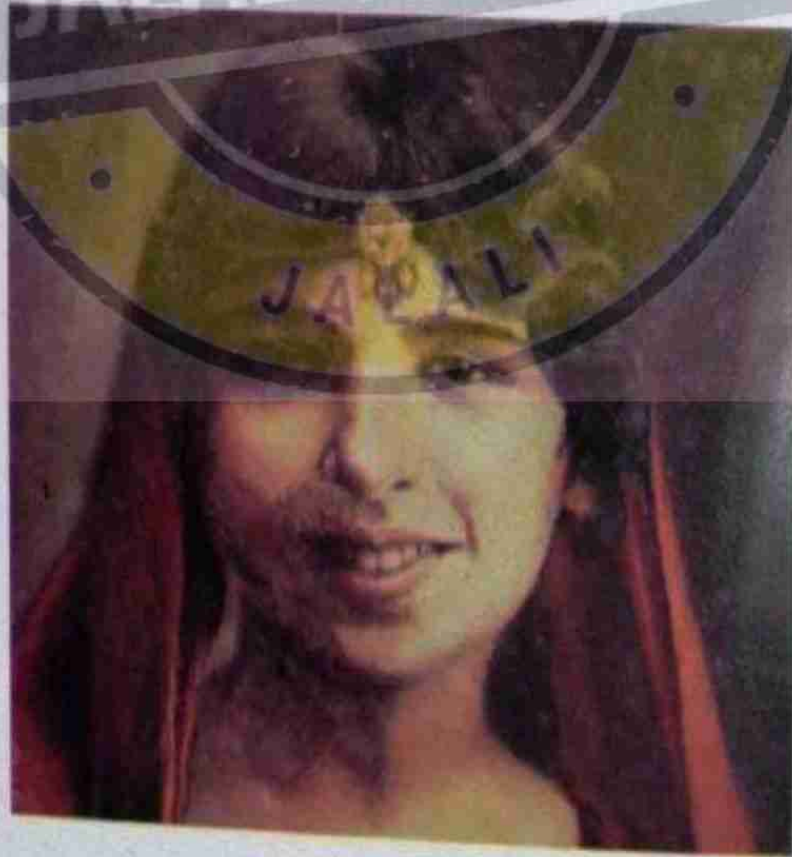
بیگم رتی جناح
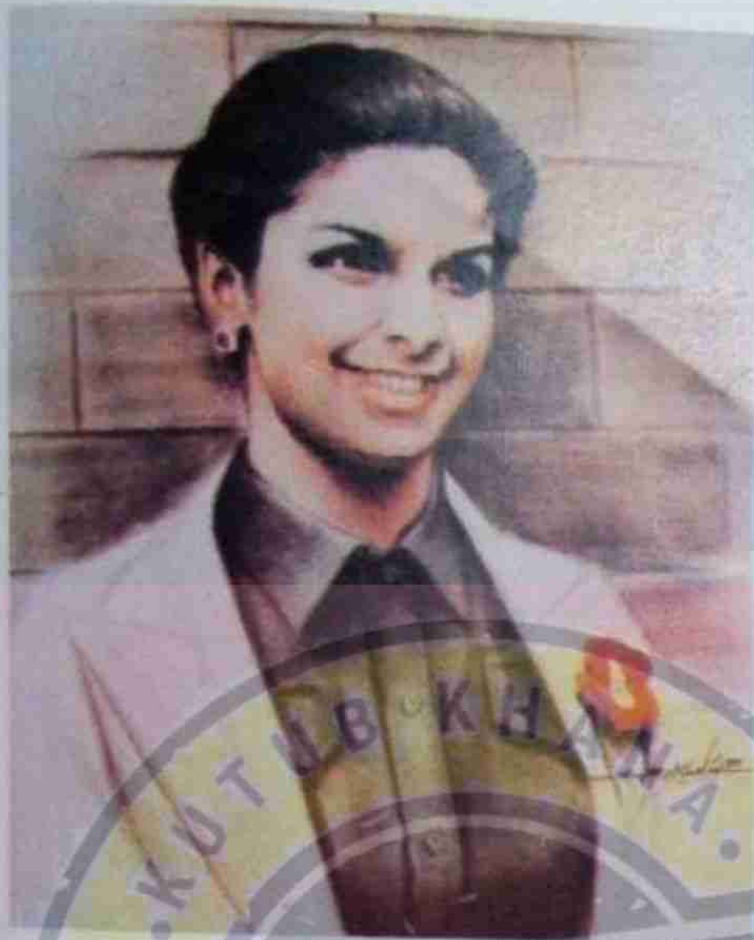
دینا جناح
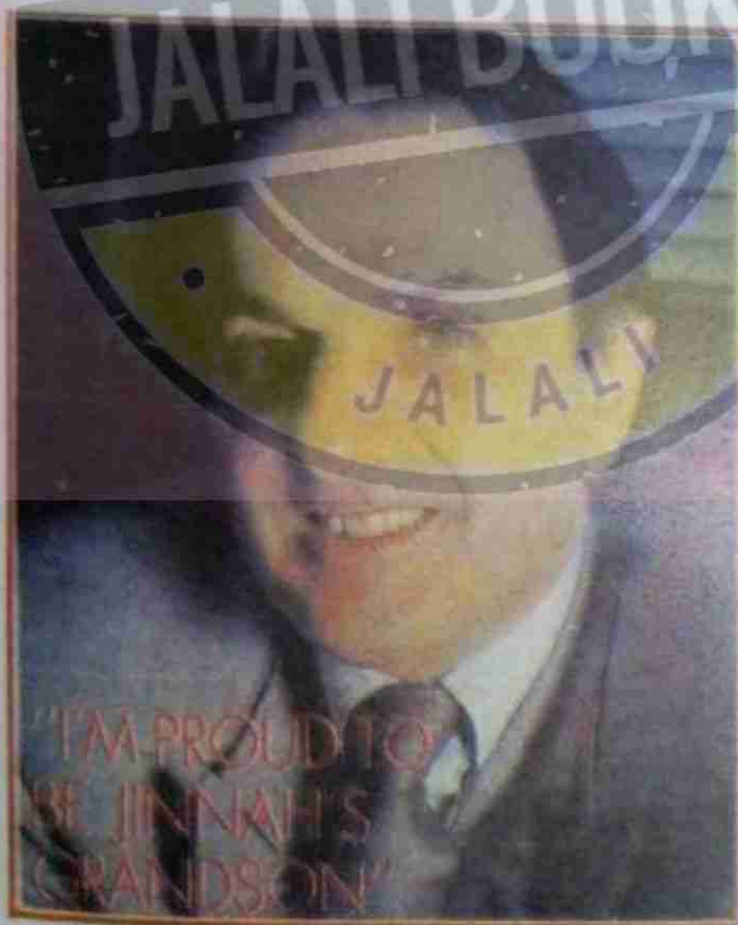
نیولی واڈیا

سے میرے قریب آئیں محبت سے ملیں۔ چندیری کی ٹنگرفی پائل بندھی۔ کوئی ڈیڑھ گز کا بھاری آنچل، کلابتو پر ریشم کے گلدستے، سرو کے درخت، گل بوٹے بنے کندھے پر سے ڈھلکتا ہوا۔ گورا گورا شانہ اور سڈول سڈول بازو نظر آتے ہوئے۔ میں نے ساڑھی کا رنگ، کام اور صناعی بہت پسند کی اور ان کے انتخاب کی داد دی۔ لیڈی کے بہت خوش ہوئیں اور کہا آپ نے پسند کی تو قیمت اور چھاپنے کی محنت دونوں وصول ہو گئے۔ پھر آنچل اٹھا مجھے دے اس کے کام کی باریکی بتانے لگیں اور کہا اگر آپ کو پائلیں پسند ہیں تو میں ایک چندیری کی پائل آپ کو دکھاتی ہوں جو مجھے گوالیار کی بڑی مہارانی صاحبہ نے دی ہے۔ رتی کا رنگ وروغن، وضع قطع، ایوان کی آرائش اور سامان کے بالکل متضاد تھا۔ ان کی آمد نے اس ایوان کی ہر چیز میں ایک روح پھونک دی۔ وہ اس ایوان میں ایک پری تھیں۔ جس نے میرے ہوش و حواس کو مسحور کر دیا تھا کہ اب میں اس کمرے کی دیگر خصوصیات پر غور نہ کر سکتی تھی۔ وہ حمام کر کے سیدھی میرے پاس آئی تھیں۔ گیلے بال پونچھے ہوئے، پیچھے پڑے پورے پچھائے کو ڈھانکے ہوئے۔ برف سا ٹھنڈا ٹھنڈا بنڈا مجھے پاس سے محسوس ہوتا تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی خوابگاہ میں لے گئیں اور الماری کھول کر مجھے اپنی ساریاں اور کپڑے دکھانے شروع کیے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک کپڑے سے اعلے درجے کی خوش مذاقی عیاں تھی۔ ان کے رنگوں اور وضاعوں کے انتخاب پر میں عش عش کرتی تھی اور وہ مجھے قدردان اور صنعت پسند سمجھ کر زیادہ دلچسپی لے کر دکھاتی تھیں۔ یہاں سے ہمیں لے کر وہ اپنے کتب خانے میں آئیں۔ بڑی بڑی الماریوں میں قانون کی کتابیں بھری تھیں۔ الماریوں کے رنگ کے کتابوں کے پشتے تھے۔ اور اس کی جوڑ کی میز کرسیاں، بڑی بڑی آرام کرسیاں جن پر بھینسیا رنگ کے چمڑے چڑھے بہت نرم اور آرام دہ تھیں۔ یہاں بیٹھ کر انہوں نے اپنی ایک بہنیلی (سہیلی) کے نام میرے لئے تعارف نامہ لکھا۔ قلم ہاتھ میں لے آنکھیں اوپر کو اٹھائیں اور بھولپن کے انداز میں کچھ سوچا کیں۔ تھوڑی دیر میں چہرے پر ایک الہامی کیفیت ہویدا ہوئی اور وہ فوراً لکھنے میں مشغول ہوگئیں۔ اتنے میں ایک صاحب چھریرا ڈیل، کشیدہ قامت، صاف تراش، تیز تیز نقشہ، انگریزی لباس، دروازے پر ازن خواہ ہوئے۔ رتی لکھنے میں مصروف رہیں۔ عثمان ماموں جان نے اندر بلایا اور میرا تعارف کرایا۔ معلوم ہوا یہی محمد علی جناح ہیں۔ انہوں نے مسکرا کر مجھ سے رسمی طور پر خیریت پوچھی اور چلے گئے تھوڑی دیر میں رتی نے خط ختم کرلیا۔ شربت منگایا ہمیں پلایا اور سمندر کے رخ ہم کو لے جا کر بیٹھیں او

بڑے دلنواز طریقے پر باتیں کرتی رہیں۔ گفتگو ہماری انگریزی میں رہی۔ ان کی انگریزی بے مثل تھی۔ غضب کا لب ولہجہ اور بلا کی روانی تھی۔ (۱)

حوالہ جات

۱۔ سیدہ بدرالنساء بیگم، ص ۵۵۶ تا ۵۵۹، مضمون "دبمبئی کا ایک پھیرا"، مطبوعہ ماہنامہ ہمایوں، لاہور، جولائی ۱۹۲۹۔
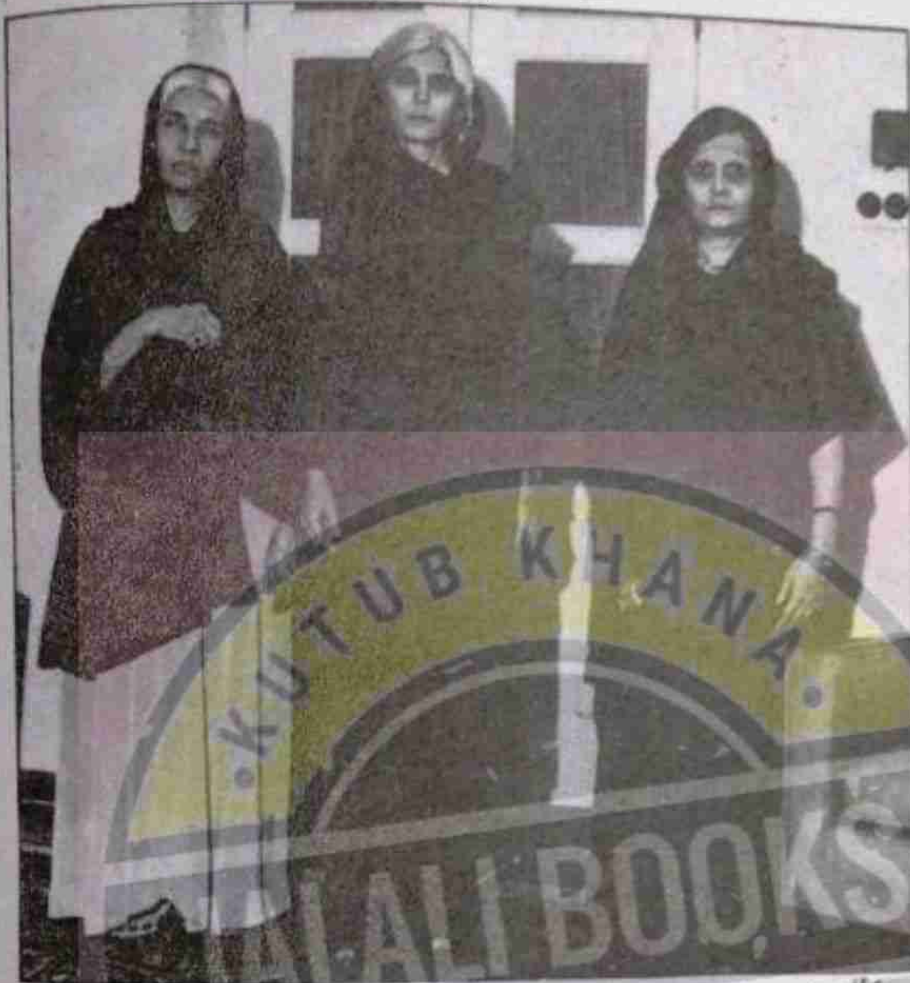
قائداعظم کی ہمشیرگان، شیریں بائی، فاطمہ جناح اور رحمت بائی
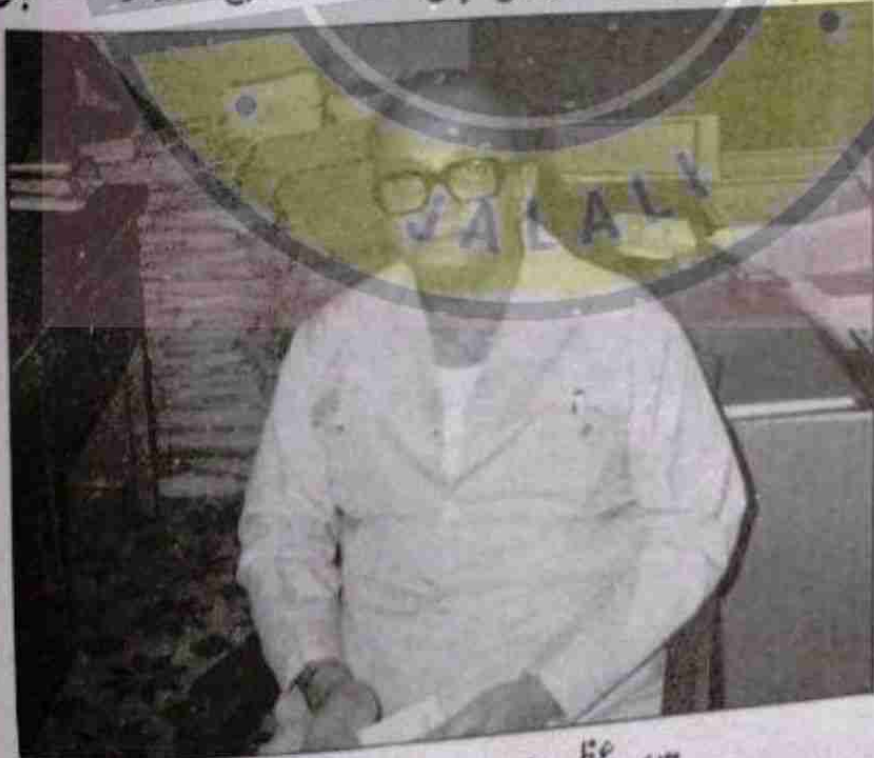
قائداعظم کے ڈرائیور عبدالحیٔ

سیاست سے دلچسپی
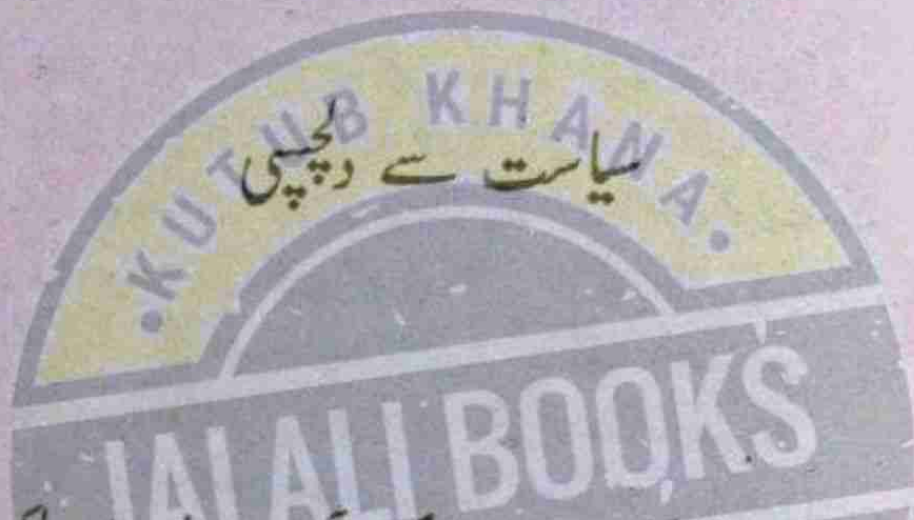
رتی جناح نے عملی سیاست میں اگرچہ کبھی حصہ نہیں لیا۔ لیکن ان کی زندگی میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف ہندوستان کی آزادی کی شدید خواہاں تھیں بلکہ وہ اعلیٰ درجے کی سیاسی بصیرت کی بھی حامل تھیں۔ جناح سے شادی کے بعد ان کے لبرل انداز فکر کو مزید جلا ملی کیونکہ اب وہ بہت قریب سے اپنے شوہر کے سیاسی تدبر، معاملہ فہمی، دوراندیشی اور حتمی فیصلوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ انگریزوں کو حاکم نہیں غاصب تصور کرتی تھیں اور جب کوئی موقع آتا وہ انگریزوں کے خلاف اپنی نفرت کا بھرپور اظہار کرتی تھیں۔

محمد علی جناح سے شادی کے بعد نہ صرف رتی جناح کے انداز فکر کو مزید جلا ملی بلکہ محمد علی جناح بھی سیاسی معاملات میں اپنی مخصوص

احتیاط پسندی کے ساتھ ساتھ جذباتی ردعمل کا اظہار کرنے لگے تھے۔ بقول ہیکٹر بولا تھو اول اول محمد علی جناح نے رتن بائی کے حسن بے تاب کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ ان کے بے ساختہ پن میں جناح کو لطف آنے لگا اور سیاسی معاملات میں بھی وہ اپنی رفیقہ حیات کا اثر قبول کرنے لگے۔ (۱)

شادی کے فوراً بعد یعنی اپریل ۱۹۱۸ء سے لے کر دسمبر ۱۹۲۰ء تک جناح کی سیاسی سرگرمیوں اور مصروفیات کا اگر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس دوران انہوں نے غیر معمولی نوعیت کے سیاسی فیصلے کئے ایسے سیاسی فیصلے جن کی مثال ان کی سابقہ یا آئندہ زندگی میں بہت کم ملتی ہے۔ ایسے فیصلے جو اگر ایک طرف نہایت جذباتی انداز فکر کے آئینہ دار تھے تو دوسری طرف نہایت دور رس نتائج کے حامل۔ (۲) ان فیصلوں سے نہ صرف جناح کا سیاسی تدبر ظاہر ہوتا تھا۔ بلکہ ان کی انگریزوں کی انتظامی پالیسیوں سے شدید نفرت بھی عیاں تھی۔ کانجی دوار کا داس نے لکھا ہے کہ

> "۱۹۱۸ء کے موسم بہار میں رتی سے شادی کے بعد جناح کا اپنی اہلیہ سے علیحدہ کوئی وجود نہیں رہا تھا۔ انہوں نے رتی کی صورت میں شوق وتحریک اور امنگ کا ایک سرچشمہ تلاش کرلیا تھا۔ ان کی نجی، سیاسی اور سماجی زندگی رتی کے دم سے تھی۔
> (۳)

قائد اعظم کے بیشتر سوانح نگاروں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ شادی کے بعد محمد علی جناح کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ ایسی زندگی جس نے ان کی سیاسی زندگی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

انہوں نے ایک نئے ولولے اور جوش کے ساتھ قومی معاملات پر اپنی رائے دینا شروع کی جس کا اندازہ ان کی بمبئی کے گورنر لارڈ ولنگڈن سے محاذ آرائی کے نتیجے میں رونما ہونے والے واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔ خصوصاً بمبئی کے شیرف کی جانب سے ولنگڈن کے اعزاز میں منعقد کی جانے والی الوداعی تقریب کو جس طرح جناح نے درہم برہم کیا وہ جناح کی سیاسی زندگی میں اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پہلی جنگ عظیم شدت کے ساتھ جاری تھی، اس مرحلے پر ہندوستان میں بھی وائسرائے لارڈ چیمس فورڈ نے وار کونسلوں کے قیام کا حکم دیا تاکہ برطانوی حکومت کو ہندوستان کے عوام کی جانب سے اخلاقی اور مالی تعاون فراہم کیا جاسکے۔ بمبئی کے ٹاؤن ہال میں ۱۰ جون ۱۹۱۸ء کو صوبائی وار کونسلوں کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت لارڈ ولنگڈن کررہے تھے۔ محمد علی جناح نے اس اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے عوام کے ساتھ برطانیہ کے طرز عمل کی شدید مذمت کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ ہم اس وقت تک حکومت کی کوئی مدد نہیں کرسکتے جب تک ہم پر بھروسہ نہ کیا جائے؛ (۴) تقریر کے دوران لارڈ ولنگڈن نے محمد علی جناح کو کئی بار ٹوکا مگر انہوں نے اپنی تقریر جاری رکھی اور بات مکمل ہونے کے بعد اجلاس سے واک آؤٹ کرگئے۔

محمد علی جناح کے اس جرات مندانہ اقدام نے غیر ملکی استعمار اور جبری فوجی بھرتی کے خلاف جدوجہد کرنے والے عوام کے دل جیت لئے جب کہ گورنر ولنگڈن نہ صرف بمبئی کے عوام بلکہ خود اپنی حکومت کی نظر میں بھی اس قدر گرگئے کہ گورنری کی میعاد مکمل ہونے پر وائسرائے نے اس میعاد میں مزید توسیع سے انکار کردیا۔

یہ صورت حال نہ صرف گورنر ولنگڈن بلکہ ان کے کاسہ لیسوں کے لئے بھی بڑی ذلت آمیز تھی چنانچہ انہوں نے اپنی شرمندگی اور خفت مٹانے کے لئے ولنگڈن کے اعزاز میں بمبئی کے شہریوں کی جانب سے ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا۔ محمد علی جناح چونکہ گورنر ولنگڈن کو عوام دشمن تصور کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس تقریب کے انعقاد کی کھل کر مخالفت کی، مگر ولنگڈن کے کاسہ لیس اپنے فیصلے پر اٹل رہے اور ۱۱ دسمبر ۱۹۱۸ء کو انہوں نے بمبئی کے ٹاؤن ہال میں یہ تقریب منعقد کرنے کے انتظامات کو حتمی شکل دے دی۔ محمد علی جناح نے اس کے باوجود مخالفت ترک نہ کی اور اس الوداعی تقریب میں لارڈ ولنگڈن کی من مانی پالیسیوں اور عوام دشمن رویے کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنالیا۔ اس موقع پر رتی جناح اپنے شوہر کے ہمراہ ہر قسم کی کارروائی میں برابر شریک رہیں۔ عزیز بیگ نے بمبئی کرانیکل کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۰ دسمبر کی شام جب شانتا رام چاؤل میں اگلے دن کے لئے پروگرام بنایا جارہا تھا تو اس اجلاس میں رتی جناح بھی موجود تھیں اور جب مسٹر ہارنی مین نے ٹاؤن ہال جانے کے بارے میں حاضرین سے رائے طلب کی تو وہ (رتی) ان افراد میں تھیں جنھوں نے فوری طور پر ہاں کہا۔ (۵)

اگلے دن جناح اپنے ساتھیوں کی ایک کثیر تعداد کے ہمراہ ٹاؤن ہال پہنچ گئے۔ اس پروگرام کا علم حکومت کو بھی ہوچکا تھا۔ چنانچہ ٹاؤن ہال کے باہر پولیس فورس کا ایک دستہ متعین کردیا گیا تھا۔ معروف صحافی ضیاء الدین احمد برنی نے جو اس تقریب کے چشم دید گواہ تھے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ

پولیس فورس کی موجودگی کے باوجود جناح اور ان کے ساتھی ... موقع پر پہنچ گئے۔ محمد علی جناح کی نئی نویلی رفیقہ حیات بھی علم بغاوت لئے اپنے شوہر کے ساتھیوں کو مجتمع کرتی رہیں اور تقریب ختم ہونے تک سیڑھیوں پر والنٹیرس کی رہنمائی میں مصروف رہیں۔ (۶)

عزیز بیگ نے لکھا ہے کہ جب کچھ تماشائیوں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ہورہا ہے صورت حال کا جائزہ لیا تو انہوں نے سب سے پہلے ٹاؤن ہال لائبریری کے اوپر بالکونی میں مسز جناح کو کھڑا ہوا پایا ... ہر شخص اس مرحلے پر اس خاتون کی جراءت مندی کا بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا۔ (۷)

جب ٹاؤن ہال مین جلسہ شروع ہورہا تھا اس وقت رتی جلسہ گاہ سے باہر تھیں پھر انہوں نے کسی طرح اوپر ایک سائیڈ بکس حاصل کرلیا اور انفسٹن سرکل گارڈن کی جانب مجمع سے خطاب کرتے ہوئے چیخ کر کہا ہم غلام نہیں ہیں اس مرحلے پر پولیس نے ان کے اوپر پانی پھینکا ... مگر وہ اپنی جگہ سے ہٹی نہیں اور اس وقت تک مجمع سے خطاب کرتی رہیں۔ جب تک کہ ٹاؤن ہال کا جلسہ افراتفری کے عالم میں ختم نہیں ہوگیا۔ (۸)

ٹاون ہال کے اندر جناح کے ساتھیوں کی جانب سے کی جانے والے ہنگامہ آرائی پر قابو پانے کے لئے کمشنر نے پولیس کو حکم دیا کہ وہ ٹاؤن ہال کو خالی کرائے چنانچہ پولیس نے اپنی کارروائی شروع کردی۔ محمد علی جناح، ان کے ساتھیوں اور ان کی اہلیہ نے پولیس کی مداخلت کے خلاف بھی مزاحمت کی اس طرح یہ تقریب

ہنگامہ کی نذر ہوگئی اور ولنگڈن کو سپاسنامہ پیش نہیں کیا جاسکا۔ شریف الدین پیرزادہ نے لکھا ہے کہ پولیس کی زیادتی اور تشدد کے باوجود رتی جناح بڑی پامردی کے ساتھ ٹاؤن ہال کی سیڑھیوں پر کھڑی رہیں۔ حتیٰ کہ انکے ضربات بھی آئیں۔ (۹) مگر انہوں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی۔ بعد میں مسز جناح کے ایک مداح نے بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر کے نام ایک خط میں لکھا کہ جب ہمارے رہنما ہال کے اندر لارڈ ولنگڈن کو دیئے گئے الوداعیہ کی مخالفت میں مصروف تھے مسز جناح ہال کے باہر مجمع کو متاثر کن انداز میں خطاب کررہی تھیں ... اور ہر شخص نہایت جوش وخروش کے عالم میں نعرہ ہائے تحسین بلند کررہا تھا۔ (۱۰) آخر کار تقریب ختم ہوگئی اور جناح کو اپنے مشن میں عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ اس موقع پر جناح کی اہلیہ نے ثابت کردیا کہ "وہ ایک بہادر شوہر کی بہادر بیوی ہیں"۔ (۱۱)

مطلوب الحسن سید نے لکھا ہے کہ اس ہنگامہ آرائی کے بعد عوام کا ایک ہجوم تمام رہنماؤں کو لے کر جن میں محمد علی جناح، بی جی ہارنی مین اور جمنا داس دوارکا داس سرفہرست تھے۔ ایک جلوس کی شکل میں اپالو اسٹریٹ سے گزر کر ایک انشورنس کمپنی کی عمارت پر جا کر رکا۔ جس کی بالائی منزل کی کھڑکیوں میں کھڑے ہوکر ان رہنماؤں نے عوام سے خطاب کیا۔ اس موقع پر نوجوان صحافی سید حسین نے اردو میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جناح نے اس احتجاج میں نمایاں حصہ لے کر شاندار رہنمائی کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی ہے جس پر نہ صرف بمبئی بلکہ پورے ہندوستان کے عوام فخر کرتے ہیں۔ (۱۲)

جناح کی اس کامیابی نے جناح کو راتوں رات عوام کا ہیرو بنا دیا اور نہایت مختصر سے عرصے میں بمبئی کے شہریوں نے لمنگٹن روڈ پر واقع ایک احاطے کے اندر تیس ہزار روپے کی خطیر رقم سے ایک یادگار ہال تعمیر کیا جس کو "جناح پیپلز میموریل ہال" کہا جاتا ہے (۱۳) یہ ہال اگرچہ اب بھی موجود ہے لیکن اس کی حالت نہایت بوسیدہ ہو گئی ہے مگر اس کے باوجود اس کی دیوار پر لگی ہوئی سنگ مرمر کی تختی جس پر "جناح پیپلز میموریل ہال" کندہ ہے بمبئی کے شہریوں کو جناح کی تاریخی فتح کی یاد دلاتی ہے۔

لارڈ ولنگڈن کے خلاف محمد علی جناح اور ان کے رفقاء کے احتجاج کی بنا پر سرکاری حلقوں میں جو بے چینی پیدا ہوئی تھی، ابھی اس کے اثرات زائل نہیں ہونے پائے تھے کہ ۶ فروری ۱۹۱۹ء کو رولٹ کمیٹی کی سفارشات پر مبنی ایک بل گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نام سے امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں منظوری کے لئے پیش کیا گیا جس سے حکومت کے خلاف عوام میں ایک مرتبہ پھر نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ محمد علی جناح، سریندر ناتھ بنرجی، سری نواس شاستری، تیج بہادر سپرو اور وٹھل بھائی پٹیل نے کونسل میں اس بل کی مخالفت میں شدید تقاریر کیں۔ (۱۴) مگر ۱۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو حکومت نے اس بل کی کونسل سے منظوری حاصل کرلی۔ قانون کی بالادستی پر یقین رکھنے والے محمد علی جناح کے لئے حکومت کا یہ اقدام شدید صدمے کا باعث ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو وائسرائے ہند لارڈ چیمسفورڈ کے نام ایک خط میں اپنے شدید غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے نہ صرف بطور احتجاج امپیریل کونسل کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا بلکہ واضح طور پر کہا کہ اس قسم کے کالے قوانین نافذ کرنے

والی حکومت کو مہذب حکومت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (۱۵)

ٹاؤن ہال کی کامیابی کے بعد جہاں محمد علی جناح کی عوامی مقبولیت میں اضافہ ہوا وہاں رتی جناح کا احساس فخر مندی مزید فزوں ہوگیا۔ جناح سے ان کی وابستگی میں والہانہ پن مزید شدید ہوگیا اور وہ بڑی حد تک خود کو جناح کی بیوی کی حیثیت میں خوش قسمت عورتوں میں شمار کرنے لگیں۔ ان کی خواہش تھی کہ جناح بے باک سیاست کی راہ اختیار کرتے ہوئے ہندوستان کے سیاسی منظر پر چھاجائیں اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے وہ ہر طرح جناح کا ساتھ دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہندوستان کو آزادی مل جائے اور وہ تمام قوانین معطل ہوجائیں جو انسان کو غلاموں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور کئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب ۱۹۱۹ء میں حکومت نے بی جی ہارنی مین کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا تو رتی جناح بھی دوسرے رہنماؤں کے ساتھ اس فیصلے کے خلاف سراپا احتجاج بن گئیں۔ ہوا یوں کہ بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر بی جی ہارنی مین (۱۸۷۳-۱۹۴۸) نے بمبئی کے گورنر لارڈ ولنگڈن کے مخاصمانہ رویے، رولٹ بل اور جلیانوالہ باغ کے سانحہ کے خلاف قلمی جنگ کا آغاز کررکھا تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں کئی ایک ایسے مضامین قلمبند کئے جو حکومت کے نزدیک بغاوت اور شرانگیزی کے مترادف تھے چنانچہ حکومت نے بی جی ہارنی مین سمیت آٹھ ہندوستانی رہنماؤں کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان رہنماؤں میں محمد علی جناح بھی شامل تھے۔ (۱۶) لیکن بعد میں یہ فیصلہ صرف بی جی ہارنی مین تک محدود کرکے ان کو ملک بدر کردیا گیا۔ بی جی ہارنی مین جو جناح کے سیاسی رفیق تھے اور ٹاؤن ہال

کے احتجاج میں پیش پیش تھے' ان کی ملک بدری کوئی معمولی بات نہیں تھی چنانچہ اس واقعہ پر پورا ہندوستان صدائے احتجاج بن گیا۔ خصوصاً بمبئی میں اس فیصلے کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا۔ معروف صحافی ویمان کبادی نے لکھا ہے کہ

> "بی جی ہارنی مین کو جب ملک بدر کیا گیا تو ہم بمبئی کے "ایکسل سینٹر" سینما میں جمع ہوئے تاکہ برطانوی حکومت کے اس فیصلے کے خلاف اپنے ردعمل کا اظہار کر سکیں۔ اتفاق سے مقررین میں محمد علی جناح کی اہلیہ رتی جناح بھی موجود تھیں اور انہوں نے اس موقع پر ایک نہایت شاندار اور موثر تقریر بھی کی۔ (۱۷)

کانجی دوار کا داس کے مطابق بی جی ہارنی مین کی ملک بدری کے کچھ دن بعد بمبئی کے ایمپائر تھیٹر میں پہلی آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کا جلسہ ہوا جس کے صدر لالہ لاجپت رائے تھے۔ اسٹیج پر این ایم جوشی' بی پی واڈیا۔ دیوان چمن لال اور سید عبداللہ بریلوی بیٹھے ہوئے تھے۔ مسز جناح تھیٹر کے ایک باکس سے جلسہ کی کارروائی دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے بی جی ہارنی مین کے ملک بدر کئے جانے پر ایک احتجاجی قرار داد پیش کرتے ہوئے باکس سے ہی پانچ منٹ کی نہایت فصیح و بلیغ تقریر کی۔ (۱۸) شاید رتی جناح کی ان ہی سیاسی صلاحیتوں کو دیکھ کر جناح کے قریبی دوست دیوان چمن لال نے ایک مرحلے پر رتی جناح پر زور دیا کہ وہ بال گنگا دھر تلک کی طرح آل انڈیا ٹریڈیونین کانگریس کی نائب صدر ہو جائیں۔ (۱۹) مگر رتی جناح نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا' کیونکہ وہ سیاست

میں اسی حد تک شامل تھیں جہاں تک ان کے شوہر چاہتے تھے۔ وہ بذات خود کسی سیاسی رہنما کی حیثیت سے منظر عام پر آنا نہیں چاہتی تھیں، بلکہ وہ چاہتی تھیں کہ ایسے تمام اقدامات میں اپنے شوہر کا ساتھ دیں جو ملک کو غلامی کی نحوست سے نجات دلا سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے شوہر کی سیاسی سرگرمیوں اور مصروفیات سے نہ صرف پوری طرح واقف رہتی تھیں بلکہ ان کے ساتھ ان تقریبات اور اجتماعات میں شریک بھی ہوتی تھیں جو سیاسی نوعیت کے حامل ہوتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۰ء تک آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاسوں میں شرکت کی۔ ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس بالترتیب اے کے فضل الحق اور پنڈت مدن موہن مالویہ کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور کانگریس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر حکیم اجمل خاں تھے۔ نواب سریامین خان نے لکھا ہے کہ

> اس اجلاس میں شرکت کے لئے محمد علی جناح بھی بمبئی سے دہلی تشریف لائے تھے ان کی اہلیہ بھی ان کے ہمراہ تھیں اور یہ لوگ دہلی کے میڈنس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ (۲۰)

رتی جناح نے اپنے شوہر کے ہمراہ آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس کے ستمبر ۱۹۲۰ء میں اس خصوصی اجلاس میں بھی شرکت کی تھی جو کلکتہ میں منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر ان کے ہمراہ مسز اینی بیسنٹ بھی تھیں۔ یہ اجلاس اس اعتبار سے بہت اہم تھا کہ اس میں تحریک ترک موالات کے بارے میں ایک قرار داد کی منظوری حاصل

کرنا تھی۔ جناح نے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے اپنی تقریر میں اس قرار داد کی تائید نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ

وہ اس قسم کی کوئی تحریک شروع کرنے سے قبل اپنی طاقت کا اندازہ لگالیں اور اس کے سیاق و سباق پر غور کرلیں۔ کیونکہ اگر ایک مرتبہ آپ نے قدم اٹھالیا تو پھر اسے کسی بھی حالت میں پیچھے نہیں ہٹایا جاسکے گا۔" (۲۱)

جناح کی تقریر پر مشترکہ اجلاس میں بھی شدید ہنگامہ ہوا لیکن جناح نے اپنی تقریر برابر جاری رکھی۔ کانجی دوارکا داس نے مشترکہ اجلاس کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"جب کانگریس کا اجلاس ختم ہوا تو میں تیزی سے پہلی قطار میں پہنچا جہاں مسز اینی بیسنٹ بیٹھی تھیں۔ میں نے ان کے کاغذات جمع کرنے میں مدد دی ان کا اٹیچی کیس اٹھایا اور ابھی میں اور وہ چلنے ہی والے تھے کہ پنڈال کے باہر ایک بڑے تصادم کی اطلاع ملی۔ میں نے دیکھا کہ رضا کار دھینگا مستی کرنے پر اتر آئے ہیں۔ چنانچہ میں نے مسز بیسنٹ سے کہا ہمیں کچھ دیر یہاں انتظار کرنا ہوگا کیونکہ باہر جھگڑا ہو رہا ہے۔ جوں ہی میں نے یہ کہا میں نے دیکھا کہ رتی مجھے کھینچ رہی ہے اور کہہ رہی ہے "آؤ مجھے باہر نکالو" میں نے جواب دیا ہم باہر نہیں جاسکتے باہر جھگڑا ہو رہا ہے۔ رتی

نے فوراً کہا "میں یہی دیکھنا چاہتی ہوں۔ آؤ جلدی
باہر چلو" جیسے ہی جھگڑا ختم ہوتا ہوا معلوم ہوا میں
مسز اینی بیسنٹ اور رتی کو لے کر باہر آگیا۔
(۲۲)

اس اجلاس میں محمد علی جناح، مسز اینی بیسنٹ اور سی آر داس
نے قرارداد کی مخالفت میں تقاریر کی تھیں۔ اس لئے عمومی طور پر
ان تینوں رہنماؤں کے خلاف کانگریس نے جو گاندھی جی کے زیر
اثر آگئی تھی نازیبا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ گاندھی
جی نے ہوم رول لیگ پر جس کی صدر مسز اینی بیسنٹ تھیں اپنا قبضہ
جمانے کے لئے گٹھ جوڑ شروع کیا اور ۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو بمبئی میں
ہوم رول لیگ کے ایک اجلاس کی صدارت کی۔ محمد علی جناح چونکہ
ہوم رول لیگ کی بمبئی شاخ کے صدر تھے اس لئے انہوں نے
گاندھی جی کی من مانی کارروائیوں پر اعتراض کیا، اور ۲۵ اکتوبر
۱۹۲۰ء کو اپنے ۱۹ رفقاء کے ساتھ ہوم رول لیگ کی رکنیت سے
استعفیٰ دے دیا۔ قبل ازیں مسز اینی بیسنٹ نے بھی ہوم رول لیگ
کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا تھا، چنانچہ گاندھی جی کو مکمل خود
مختاری حاصل ہوگئی۔ رتی جناح اس تمام صورت حال سے نہ صرف
بخوبی آگاہ تھیں بلکہ وہ گاندھی کے اقدامات کو ناپسند کرتی تھیں۔

گاندھی جناح اختلافات کا اصل آغاز دسمبر ۱۹۲۰ء میں ناگپور میں
ہوا جہاں مسلم لیگ اور کانگریس کے سالانہ اجلاس منعقد ہو رہے
تھے۔ محمد علی جناح نے ان اجلاسوں میں نہ صرف شرکت کی بلکہ
جب گاندھی جی نے تحریک ترک موالات کے بارے میں قرارداد
توثیق کے لئے پیش کی تو اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا اور قرارداد

کی مخالفت میں تقریر کی۔ محمد علی جناح کی تقریر کے دوران مجمع نے جو مکمل طور پر گاندھی کا ہمنوا تھا محمد علی جناح پر آوازے کسے مگر انہوں نے بے دھڑک اپنے موقف کو بیان کر دیا۔ رتی جناح اس اجلاس میں بھی شریک تھیں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ محمد علی جناح جیسے با اصول رہنما کے ساتھ کتنا ہتک آمیز سلوک کیا گیا۔ اس اجلاس کے اختتام پر محمد علی جناح اپنی اہلیہ کے ساتھ ۲ جنوری ۱۹۲۱ء کو بذریعہ ریل بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے۔ مولانا شوکت علی بھی جو تحریک ترک موالات کے حق میں تھے اور جناح کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ اسی ٹرین سے بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھیوں نے اکولا کے اسٹیشن پر محمد علی جناح کے ڈبے کو گھیر لیا اور شدید بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا۔ یہ صورت حال رتی جناح کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ انہوں نے بمبئی پہنچ کر ٹائمز آف انڈیا میں اس واقعہ کی مذمت میں ایک خط شائع کرایا۔ اس خط کا عنوان تھا، ''عدم تعاون عملی شکل میں'' جب کہ خط کے نیچے انہوں نے اپنے نام کا مخفف ''آر'' استعمال کیا تھا۔ اس خط میں انہوں نے لکھا کہ :

> ''اکولا کے اسٹیشن پر مسٹر شوکت علی نے پلیٹ فارم پر جمع ہونے والوں کے سامنے ایک مختصر سی تقریر کی اور تقریر کے اختتام پر انہوں نے مجمع سے کہا کہ وہ فرسٹ کلاس میں بیٹھے ہوئے مسٹر جناح کے خلاف ''شرم'' کے نعرے لگائیں۔ جناب والا اس قسم کی باتیں عدم تعاون کی نفی کرتی ہیں جس کی روح عدم تشدد ہے۔'' (۲۲)

رتی جناح اپنے شوہر کے سیاسی فیصلوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور جناح کے بارے میں کسی قسم کی کوئی بھی توہین آمیز بات مصلحتاً بھی برداشت نہیں کرتی تھیں۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دوران جناح نے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا تو انہوں نے اپنے موقف کے حق میں "بمبئی کرانیکل" میں ایک مضمون تحریر کیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے جو ترک موالات اور تحریک خلافت کے چیمپئن بنے ہوئے تھے اس مضمون کے خلاف مضامین کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جس میں محمد علی جناح پر سخت تنقید کی گئی تھی۔ عزیز بیگ نے لکھا ہے کہ جب مولانا محمد علی کے دو یا تین مضامین بمبئی کرانیکل میں شائع ہوئے تو رتی جناح "بمبئی کرانیکل" کے دفتر پہنچیں اور ایڈیٹر کے ذریعہ مولانا محمد علی سے کہا کہ وہ یہ سلسلہ بند کریں کیونکہ اس طرح کے مضامین مزید تلخی پیدا کریں گے۔ مولانا محمد علی نے جواباً" کہا کہ "وہ ایک خاتون کی درخواست کو رد نہ کرتے ہوئے یہ سلسلہ جاری نہیں رکھیں گے"۔ ..... شاید رتی جناح کو اس وقت یہ احساس نہیں تھا کہ ان کے شوہر مختلف مزاج کے آدمی ہیں اور وہ اس قسم کی تنقید پر کبھی چراغ پا نہیں ہوتے۔ چنانچہ جب بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر نے محمد علی جناح کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ برہم ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ "رتی کو مداخلت کا کوئی اختیار نہیں۔ آپ مولانا محمد علی سے کہہ دیں کہ وہ یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ میں ان سے خوفزدہ نہیں ہوں"۔ (۲۴)

رتی جناح کو برطانوی حکومت سے کس قدر نفرت تھی اس کا اندازہ عزیز بیگ کے درج کردہ اس واقعے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ جب رتی جناح کشمیر میں مقیم تھیں تو انہوں نے کشمیر کے

کے مقصد کے بارے میں ایک فارم پر کرتے ہوئے لکھا کہ "آمد کا مقصد بغاوت پھیلانا ہے" بعد میں جب ایک ملاقات میں کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے اس واقعے کا تذکرہ جناح سے کیا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑے۔ (۲۵)

قائد اعظم محمد علی جناح کی سیاسی زندگی میں یہ دور اگرچہ بہت مایوس کن دور تھا اور وہ ہر قسم کی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے تھے، لیکن یہ رتی ہی تھیں جنھوں نے ان کو حوصلہ فراہم کیا اور یقین دلایا کہ جذبات کا طوفان اترنے کے بعد ایک مرتبہ پھر ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد منظم خطوط پر استوار ہوجائے گی۔ اس عرصے میں رتی جناح اپنے شوہر کے ساتھ دو مرتبہ انگلستان گئیں۔ تاکہ ہندوستان کے سیاسی حالات کا بہتر طور پر تجزیہ کیا جاسکے۔ اسی عرصے میں پرنس آف ویلز کی ہندوستان آمد کا شہرہ ہوا چنانچہ کانگریس نے پرنس آف ویلز کی آمد کے موقع پر ان کے اعزاز میں منعقد کی جانے والی تقریبات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ پرنس آف ویلز ۱۷ نومبر ۱۹۲۱ء کو بمبئی کے ساحل پر اترے۔ اس موقع پر استقبال کرنے والوں اور تماشائیوں میں شدید جھڑپ ہوئی۔ اس صورت حال کی سنگینی کے پیش نظر ایک مرتبہ پھر کچھ رہنماؤں نے جن میں محمد علی جناح اور پنڈت مدن موہن مالویہ سرفہرست تھے۔ حکومت اور کانگریس کے درمیان مفاہمت کی کوشش کی جو ناکام ہوگئی۔ (۲۶) محمد علی جناح کا خیال تھا کہ اس قسم کی ہنگامہ آرائی اور بائیکاٹ سے ہندوستان کی آزادی میں رخنہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے تمام تقریبات میں رتی جناح کے ساتھ شرکت کی۔ ایک برطانوی مبصر رشبروک ولیمز نے اس دوران جناح کے انداز فکر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"جناح کا یہ خیال بڑی حد تک درست تھا کہ بائیکاٹ کا فیصلہ ہندوستان کے لئے نہ صرف نقصان دہ ہوگا بلکہ حکومت کی تمام ہمدردیوں کو زائل کردے گا۔" (۲۷)

رشبروک ولیمز نے جو پرنس آف ویلز کے اس دورے میں بحیثیت شاہی مورخ مامور تھے۔ محمد علی جناح اور رتی کی پرنس آف ویلز سے ملاقاتوں کے بارے میں اپنے تاثرات یوں رقم کیے ہیں۔

"مجھے یہ معلوم کرنے میں دلچسپی تھی کہ پرنس آف ویلز اور مسٹر جناح کس قدر جلد ایک دوسرے سے قریب ہوگئے۔ مسٹر جناح اور ان کی خوبصورت بیوی رتی نے کئی مواقع پر پرنس آف ویلز سے ملاقات کی اور مجھے یقین ہے کہ پرنس نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہوگا۔ اور جناح بھی پرنس آف ویلز کے ہندوستان اور اس کے عوام کے بارے میں خیالات سے متاثر ہوئے ہونگے"۔ (۲۸)

حوالہ جات

۱۔ ہیکٹر بولائتھو کی محولہ کتاب
Jinnah: Creator of Pakistan ص ۵۷
۲۔ دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "قائد اعظم کے ۷۲ سال" میں ۱۹۱۸ء سے ۱۹۱۰ء تک جناح کی سیاسی سرگرمیاں
۳۔ کانجی دوار کا داس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah

ص ۵۹

۴- مطلوب الحسن سید کی محولہ کتاب
Mohammad Ali Jinnah: A Political Study ص
۱۸۸

۵- عزیز بیگ کی محولہ کتاب Jinnah and His
Times ص ۲۹۷

۶- ضیا الدین احمد برنی کا مضمون مطبوعہ "ماہ نو" کراچی ستمبر ۱۹۴۹

۷- عزیز بیگ، ص ۲۹۷

۸- ایضاً، ص ۲۹۷، ۲۹۸

۹- شریف الدین پیرزادہ کی محولہ کتاب
Some Aspects of Quaid-i-Azam's life ص ۴۸

۱۰- عزیز بیگ، ص ۲۹۸

۱۱- اے اے رؤف کی محولہ کتاب Meet Mr. Jinnah
ص ۲۳۱

۱۲- مطلوب الحسن سید نے ٹاؤن ہال کے واقعے کی خاصی تفصیلات درج کی ہیں، دیکھیے ان کی محولہ بالا کتاب کے صفحات ۲۱۲ تا ۲۱۴

۱۳- اس واقعے کے کئی سال بعد جناح پیپلز میموریل ہال کا تذکرہ کرتے ہوئے جان گنتھر نے اپنی کتاب میں لکھا کہ اب کانگریسی اس ہال کو صرف پی جے ہال کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے ان کے اختلافات اتنے شدید ہیں کہ وہ جناح کا نام تک استعمال کرنا نہیں چاہتے دیکھیے جان گنتھر کی کتاب Inside Asia

(مطبوعہ نیویارک) ص ۳۶۶

۱۴- رتی سے شادی کے بعد محمد علی جناح کے مزاج اور لب ولہجے میں جو تبدیلی واقع ہوئی تھی اسے سیاسی حلقوں میں شدت سے محسوس کیا جارہا تھا۔ رولٹ بل کی منظوری پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک خلافتی رہنما عبدالرحمن صدیقی نے دہلی سے مولانا محمد علی جوہر کے نام ایک خط میں لکھا کہ "میں نے بھی عظیم جناح کو وہ تمام آگ اگلتے ہوئے دیکھا جو ان کی نئی بیوی نے ان کے اندر بھڑکائی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناح نے ہلادینے والی خوبصورت تقریر کی ہے دیکھئے مشیر الحسن کی مرتبہ کتاب Mohammad Ali In Indian Politics: Selected: Writings (1917 - 1919) (کراچی ۱۹۸۵) جلد دوم ص ۱۸۸

۱۵- شریف الدین پیر زادہ: Quaid-i-Azam Jinnah's Correspondence (کراچی: ۱۹۶۶) ص ۵۱

۱۶- تفصیلات کے لئے دیکھئے بی آر نندہ کی کتاب The Nehru's (لندن ۱۹۵۴) ص ۱۶۳- ۱۶۴

۱۷- دیمان کہادی کا محولہ مضمون مطبوعہ Weekly Surajea مدراس ۱۹ فروری ۱۹۷۷ء

۱۸- کانجی دوارکاداس، ص ۱۴- ۱۵

۱۹- عزیز بیگ، ص ۲۹۹

۲۰- نواب سرامین خان، "نامۂ اعمال" (لاہور ۱۹۷۰) ص ۸۸

۲۱- جی الانہ کی محولہ کتاب

Quaid-i-Azam Jinnah: The Story of a Nation

ص ۱۵۱

کانجی دوار کا داس نے لکھا ہے کہ ستمبر ۱۹۲۰ میں کانگریس کے خصوصی اجلاس میں شرکت کے لئے محمد علی جناح، ان کی اہلیہ، عمر سوبانی، سی آر داس، مسز اینی بیسنت اور جیکار کانگریس اسپیشل سے کلکتہ پہنچے تھے۔ اور ہاوڑہ اسٹیشن پر موتی لال نہرو ان مندوبین کا استقبال کرنے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے محمد علی جناح کو اطلاع دی کہ گاندھی جی اس اجلاس میں عدم تعاون کے سلسلے میں ایک قرار داد پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جناح نے اسی وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ اور ان کے تمام ہم سفر اس قرارداد کی شدت کے ساتھ مخالفت کریں گے۔ دیکھئے کانجی دوار کا داس کی کتاب

Gandhiji: Through My Dairy Leaves

(1915 -1948) (بمبئی ۱۹۵۰) ص ۱۲۴ اور ۱۲۵

۲۲۔ کانجی دوار کا داس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah

ص ۱۷- ۱۸

۲۳۔ شریف الدین پیرزادہ کی محولہ کتاب

Some Aspects of Quaid-i-Azam's life ص ۴۹

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ رتی جناح قوم پرست نظریات کی حامل تھیں اور وہ محمد علی جناح کو بھی ایک قوم پرست رہنما کی حیثیت میں دیکھتی تھیں بعض افراد کا یہ خیال ہے کہ اس عرصے میں رتی جناح کو محمد علی جناح کی تبدیل ہوتی ہوئی سیاست سے اختلاف تھا۔ یہ غلط ہے کیونکہ محمد علی جناح کی سیاست اصولی اور آئینی تھی اور

وہ قومی معاملات میں جذبات کو دخیل نہیں ہونے دیتے تھے اور نہ ہی کسی ایسی تجویز یا تحریک کی حمایت کرتے تھے جو ان کے اصولوں پر پوری نہ اترتی ہو۔ رتی جناح بہت اچھی طرح اپنے شوہر کے سیاسی رجحان کو سمجھتی تھیں۔ عدم تعاون کی تحریک کی مخالفت سے ان کی قوم پرستانہ سیاست متاثر نہیں ہوتی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو بقول جوشم اولوا "ناگپور ۱۹۲۰ کے اجلاس سے واپسی پر رتی جناح اپنے شوہر کے ساتھ رہائش ترک کر دیتیں۔" دیکھیے جوشم اولوا کی محولہ کتاب Leader's of India ص ۸۴

۲۴۔ عزیز بیگ، ص ۳۰۸

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ دیکھیے جی الانہ کی محولہ بالا کتاب ص ۱۶۲، ۱۶۳

۲۷۔ دیکھیے ایل ایف رشبروک ولیمز کا مضمون The Evolution of the Quaid-i-Azam: A personal observation مطبوعہ، احمد حسن دانی کی مرتبہ کتاب World Scholars on Quaid-i-Azam Mohammed Ali Jinnah (اسلام آباد ۱۹۷۹) ص ۱۳۰

۲۸۔ ایضاً

گاندھی کا دام ہم رنگ زمین

رولٹ بل کی منظوری اور موہن داس کرم چند گاندھی (۱۸۶۹-۱۹۴۸) کا ہندوستان کی سیاست میں ورود تقریباً ایک ہی وقت میں ہوا۔ گاندھی جی جب جنوبی افریقہ کی رہائش ترک کر کے ۹ جنوری ۱۹۱۵ کو ہندوستان واپس پہنچے تو اس وقت محمد علی جناح کا امپریل کونسل میں طوطی بول رہا تھا بلکہ وقف علی الاولاد بل کی منظوری کے بعد وہ مسلمانان ہند کے ہر دلعزیز رہنما قرار پا چکے تھے۔ اسی عرصے میں انہوں نے کانگریس اور مسلم لیگ کو ایک دوسرے سے قریب لانے اور ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں جو کوششیں کی تھیں، ان کا پھل میثاق لکھنؤ کی صورت میں سامنے آیا۔ اجلاس لکھنؤ ۱۹۱۶ء میں محمد علی جناح کی اہمیت اور حیثیت کا منظر خود گاندھی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر ۱۹۱۸ میں لارڈ ولنگڈن کے

الوداعیہ کو محمد علی جناح نے جس جرات اور جسارت کے ساتھ ناکام بنایا وہ جناح جیسے قانون پسند کی جانب سے گاندھی کے قیاس دگمان میں نہیں آ سکتا تھا۔ مزید یہ کہ رولٹ بل کی منظوری کے خلاف امپریل کونسل کی رکنیت سے جناح کے استعفیٰ نے گاندھی جی کو بالکل متحیر کر دیا۔ یہ تمام واقعات و شواہد اس بات کی علامت تھے کہ مستقبل کے ہندوستان کی اجتماعی قیادت محمد علی جناح کے ہاتھ میں ہو گی۔

گاندھی جی قیادت کے معاملے میں بڑے حریص واقع ہوئے تھے جیسا کہ بعد کے واقعات سے پتہ چلتا ہے لہٰذا اس صورت حال سے وہ در پردہ بڑے پیچ و تاب میں تھے۔ وہ محمد علی جناح کو کسی طور پر بھی ہندوستان کے سیاسی منظر پر ممتاز و مقبول دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب برصغیر کے عوام کی سیاسی قیادت وہ خود کریں گے۔ اس فیصلہ کے زیر اثر انہوں نے بڑی سرعت کے ساتھ بیک وقت کانگریس۔ ہوم رول لیگ۔ خلافت کمیٹی اور مسلم لیگ کی پالیسیوں پر نہ صرف اثر انداز ہونا شروع کر دیا بلکہ گٹھ جوڑ کے ذریعے خود کو بہت جلد ہندوستان کی سیاست میں مرکزی حیثیت دے دی۔ گاندھی جی نے ابتدا سے ہی یہ کوشش کی کہ محمد علی جناح سمیت ایسے تمام رہنماؤں کو جو ان کے سیاسی حریف ثابت ہو سکتے تھے سیاست سے کنارہ کش ہونے پر مجبور کر دیا جائے۔ اپریل ۱۹۱۸ء میں وار کونسلوں کے قیام سے لے کر ۵ فروری ۱۹۲۲ء کو ضلع گورکھپور یوپی کے ایک گاؤں "چورا چوری" میں پولیس اور مشتعل عوام کے درمیان تصادم تک ہندوستان کی قومی سیاست میں جو تبدیلیاں آئیں

ان کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کی قومی سیاست آہستہ آہستہ سمٹ کر ایک نقطے پر مرکوز ہو رہی تھی اور یہ نقطہ تھا گاندھی جی کی ذات۔ جس پر انانیت کا ایک ایسا آہنی خول چڑھا ہوا تھا جو کسی اور کے وجود کو برداشت ہی نہیں کر پاتا تھا۔ گاندھی جی کی سیاسی روش پر اس عرصے میں محمد علی جناح نے بڑی بے لاگ تنقید کی اور ان کو بار بار متنبہ کیا کہ وہ ایسا طریقہ کار اختیار کریں جو ملک و قوم کی ترقی اور آئینی جدوجہد میں معاون ثابت ہو سکے۔ انہوں نے گاندھی کے عدم تعاون اور بائیکاٹ پر مبنی پروگرام پر شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ "تمہارا راستہ غلط ہے اور میرا راستہ صحیح ہے کیونکہ آئینی اور قانونی طریقہ کار ہمیشہ درست ہوتا ہے۔" (۱)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گاندھی جی جو بین المذاہب شادیوں کی سختی سے مخالف کرتے تھے۔ (۲) محمد علی جناح کی ۱۹۱۸ میں رتی پیٹٹ سے شادی پر بھی در پردہ ناخوش تھے اگرچہ رتی پیٹٹ اسلام قبول کر کے رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئی تھیں لیکن گاندھی جی کی بباطن یہی کوشش تھی کہ کسی طرح وہ محمد علی جناح کی ازدواجی زندگی میں اختلافات کا زہر گھول دیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے غیر راست طریقے سے رتی جناح کی ہمدردیاں حاصل کرنا شروع کیں۔ وہ جانتے تھے کہ رتی جناح قوم پرستانہ رجحانات کی حامل ہیں اور ہر قیمت پر آزادی کی خواہاں ہیں چنانچہ انہوں نے رتی جناح سے متعدد ملاقاتیں کیں اور سیاسی امور پر ان سے تبادلہ خیالات کیا۔ (۳)

گاندھی جی چاہتے تھے کہ رتی جناح کو وہ اپنے سیاسی موقف اور

پروگرام کے حق میں ہموار کر کے ہندوستان کے عوام پر یہ ثابت کر دکھائیں کہ ان کے سب سے بڑے سیاسی حریف محمد علی جناح کی اہلیہ بھی اپنے شوہر کی پالیسیوں سے اختلاف رکھتی ہیں لیکن رتی جناح نے اس مرحلے پر نہایت ہوش مندی اور تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے گاندھی جی کے تمام مشوروں کو ٹھکرا دیا۔

ابتدا" گاندھی جی نے جناح کے توسط سے ہی رتی جناح کو اپنے پروگرام میں شمولیت کی دعوت دی اور ۲۸ جون ۱۹۱۹ کو محمد علی جناح کے نام اپنے خط میں جو اس وقت اپنی اہلیہ کے ہمراہ انگلستان گئے ہوئے تھے لکھا کہ:

> اگر ہم رولٹ قانون کو منسوخ نہیں کرا سکتے تو ہماری تمام اصلاحات بے معنی ہوں گی ... اگر ہندوستانیوں نے سودیشی تحریک میں حصہ نہ لیا اور اس کی قدر نہ کی تو بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا... مسز جناح سے کہئے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ وہ واپس آنے کے بعد سوت کاتنے کی جماعت میں حصہ لیں گی جس کو مسز بنیکو اینٹر اور ایک پنجابی خاتون مسز راما بائی چلا رہی ہیں۔ (۴) اور ہاں مجھے آپ کا وعدہ یاد ہے کہ آپ جس قدر جلد ممکن ہو سکے گا گجراتی یا ہندی سیکھیں گے۔ (۵) .... مجھے امید ہے کہ انگلستان میں قیام کے دوران آپ دونوں بخیر وعافیت ہوں گے۔ (۶)

قائد اعظم محمد علی جناح جنہوں نے ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ کو رولٹ بل کی منظوری کے خلاف امپریل کونسل کی رکنیت سے احتجاجا" استعفی دے

دیا تھا گاندھی جی کی سیاست سے بڑی حد تک متنفر تھے کیونکہ ان کے سیاسی پروگرام کے نتیجے میں بے چینی اضطراب اور ہلاکت عام ہو گئی تھی۔۔ ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء کو دہلی میں اور ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ کو امرت سر کے جلیانوالہ باغ میں ایک احتجاجی ہجوم پر فائرنگ کے نتیجے میں جو خونریزی ہوئی تھی اس نے احمد آباد، بمبئی، مدراس اور لاہور کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اس صورت حال میں ہندوستان کو آئینی حقوق ملنے کی بات پس پشت چلی گئی تھی اور نفرت و احتجاج کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ محمد علی جناح چونکہ قانونی اور آئینی جدوجہد پر یقین رکھتے تھے اس لئے وہ گاندھی کے کسی پروگرام کی توثیق و تائید نہیں کر سکتے تھے اور محمد علی جناح کی یہی سوچ تھی جس نے ان کو گاندھی سے بہت دور لے جا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے برخلاف گاندھی جی اپنے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کا حربہ استعمال کرنے پر آمادہ و تیار تھے اس ضمن میں ان کی سب سے بڑی کوشش محمد علی جناح کو سیاسی شکست دینا تھی۔ انہوں نے کسی ہنگامے اور ہلاکت پر کبھی اظہار تاسف نہیں کیا اور نہ ہی اپنی سیاسی حکمت عملی پر نظر ثانی کی بلکہ ایک غلطی کے بطن سے دوسری غلطی کو جنم دیتے رہے۔ انہوں نے جلیانوالہ باغ کے سانحے کو ہندوستان کی سیاسی فضا کو مزید پراگندہ کرنے کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور اعلان کیا کہ جلیانوالہ باغ کے سانحے کی ایک یادگار قائم کی جائے گی اس یادگار کے لئے انہوں نے فنڈ جمع کرنے شروع کئے اور رتی جناح سے بھی رابطہ کیا۔ رتی جناح چونکہ ایک قوم پرست خاتون تھیں اور ہندوستان کی آزادی ان کی دلی خواہش تھی اس لئے انہوں نے گاندھی جی کی اس تحریک میں عملی طور پر تو کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ اپنی جانب سے اس یادگار کے قیام کے لئے ایک خطیر رقم کا عطیہ

پیش کر دیا۔ گاندھی جی کے لئے یہی بہت تھا چنانچہ انہوں نے رتی جناح کے جذبے کو پس پشت ڈالتے ہوئے رتی کے اس عمل کی تشہیر شروع کر دی تاکہ عوام کو یہ تاثر دیا جا سکے کہ محمد علی جناح کی اہلیہ ان کے پروگرام میں شریک ہیں۔ گاندھی جی نے اپنی اس تجویز کے خلاف ''ایسٹ اینڈ ویسٹ'' نامی رسالے میں شائع ہونے والے ایک مضمون کا جواب ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء کو ینگ انڈیا میں دیتے ہوئے خاص طور پر رتی کی جانب سے سانحہ جلیانوالہ باغ کی یادگار کے قیام کے لئے عطیہ کا ذکر نہایت مستحسن الفاظ میں کیا۔ (۷)

اس سے قبل گاندھی جی نے ۳۰ اپریل ۱۹۲۰ کو رتی جناح کے نام ایک خط میں لکھا کہ:

> مسٹر جناح کے لئے میری طرف سے نیک خواہشات پہنچایئے اور ان کو ہندوستانی یا گجراتی سیکھنے پر قائل کیجئے اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو ان سے گجراتی یا ہندوستانی میں بات چیت شروع کر دیتا۔ ایسا کرنے میں نہ آپ کے انگریزی بھول جانے کا خطرہ ہے اور نہ ہی ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جانے کا کوئی خدشہ۔ کیا کوئی خطرہ ہے؟ کیا آپ ایسا کریں گی؟ درحقیقت آپ کو مجھ سے جو انسیت ہے اس کی بنیاد پر میں آپ سے یہ درخواست کر سکتا ہوں۔ (۸)

رتی جناح ایک صاحب فکر خاتون تھیں۔ ان کی اپنی ایک سوچ اور سیاسی رویہ تھا چنانچہ وہ گاندھی جی کے کسی دام ہمرنگ زمیں میں نہیں پھنسیں۔ وہ گذشتہ چند سالوں میں گاندھی جی کے سیاسی طریقہ

کار اور نفسیاتی حربوں سے پوری طرح آگاہ ہو چکی تھیں۔ ان کو علم تھا کہ گاندھی جی اپنے تیکھے اور میٹھے لہجے سے ان پر اپنا اثر و نفوذ قائم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ گاندھی جی کے لئے ان کے ذہن کے کسی بھی گوشے میں کبھی کوئی حسن ظن پیدا نہیں ہو سکا اور ایک مرحلے پر جب گاندھی جی نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ جناح صاحب کو تمام غیر ملکی سامان بشمول برطانوی اشیاء کے بائیکاٹ پر راضی کر لیں تو رتی جناح نے گاندھی جی سے صاف کہہ دیا کہ

> "تمام غیر ملکی یا برطانوی سامان کا بائیکاٹ نہ تو سیاسی طور پر دانشمندانہ فعل ہو گا اور نہ ہی قابل عمل ہو گا"۔ (۹)

رتی جناح نہایت صاف گو اور بے باک خاتون تھیں اور وہ کبھی اپنی رائے کے اظہار میں کسی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھتی تھیں۔ انہوں نے گاندھی جی سے رابطہ میں بھی اپنی یہی روش برقرار رکھی اور گاندھی جی پر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ وہ رتی جناح کی ہمدردیاں حاصل کر کے جو کھیل کھیلنا چاہتے ہیں وہ کبھی کھیلا نہیں جا سکے گا۔

حوالہ جات :

۱۔ ہیکٹر بولائتھو کی محولہ کتاب Jinnah Creator of Pakistan ص ۸۵۔ گاندھی کی سیاسی نفسیات کے مطالعے کے لئے دیکھئے پروفیسر شریف المجاہد کی محولہ کتاب Quaid-i-Azam Jinnah: Studies in Interpretation کا باب Jinnah Gandhi and communal Peace ص

۱۸۷ تا ۲۴۷

۲۔ گاندھی جی بین المذاہب شادیوں کو پسند نہیں کرتے تھے اور خصوصا ایسی شادی سے بہت نالاں رہتے تھے جو کسی مسلمان مرد اور کسی غیر مسلم عورت کے درمیان ہو رہی ہو۔ بد قسمتی سے محمد علی جناح اور رتی پیٹ کی شادی جس وقت ہوئی اس وقت گاندھی جی کی حیثیت ہندوستان کی سیاست میں نہ متعین ہو سکی تھی اور نہ مستحکم۔ اس لئے اس شادی کو رکوانے میں وہ کوئی نمایاں کردار ادا نہ کر سکے۔ بصورت دیگر انھوں نے بین المذاہب شادیوں کی نہ صرف کملی مخالفت کی بلکہ ان کو ناکام بھی بنایا۔ پروفیسر شریف المجاہد نے لکھا ہے کہ گاندھی جی کی یہ مخصوص ذہنی روش ان خطوط میں اور بھی زیادہ نکھر کر سامنے آتی ہے جو انھوں نے رامداس گاندھی سمترا گاندھی اور ضلع فرید پور مشرقی بنگال کے قاضی اشرف محمود کو لکھے تھے۔ ان خطوط کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشرف محمود اور گاندھی جی کے تیسرے بیٹے رامداس گاندھی کے خاندانوں میں قریبی دوستانہ مراسم تھے اسی دوستی کے نتیجہ میں قاضی اشرف محمود اور رامداس کی بیٹی سمترا میں محبت ہو گئی۔ سمترا کے والدین کا خیال تھا کہ ان کی بیٹی محمود کے بغیر خوش نہ رہ سکے گی چنانچہ وہ سمترا کی محمود سے شادی پر رضا مند ہو گئے۔ مگر گاندھی جی کا کہنا تھا کہ وہ سمترا اور محمود کی شادی کے خلاف نہیں بلکہ وہ محبت کی شادیوں کے ہی خلاف ہیں (دیکھئے پروفیسر شریف المجاہد کی محولہ بالاکتاب ص ۲۰۱)سمترا گاندھی نے بعد میں ایک ہندو اسکول ٹیچر کلکارنی سے شادی کر لی اور ترقی کرتے

کرتے بھارتی پارلیمنٹ کی رکن بن گئیں سمترا کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے وید مہتا کی کتاب Mahatma Gandhi and his Apostles (نیو یارک ۱۹۷۷) ص ۵۲ تا ۵۵ گاندھی جی نے پنڈت جواہر لال نہرو کی بہن وجے لکشمی پنڈت کی انڈیپنڈنٹ الہ آباد کے ایڈیٹر سید حسین سے شادی کی بھی مخالفت کی تھی جب کہ ایک روایت کے مطابق وجے لکشمی اور سید حسین نے اسلامی رسم و رواج کے مطابق خفیہ شادی کر لی تھی۔ وجے لکشمی پنڈت نے اپنی یاد داشتوں میں لکھا ہے کہ میں ابھی نو عمر ہی تھی کہ ذہنی طور پر ایک نوجوان شخص سید حسین سے منسلک ہو گئی جس کو میرے والد نے اپنے اخبار دی انڈیپنڈنٹ کے لئے ایڈیٹر مقرر کیا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کی فضا میں میرا تعلق ایک ایسے گھرانے سے تھا جسکے کئی مسلمانوں سے قریبی دوستانہ مراسم تھے چنانچہ میں نے خیال کیا کہ اپنے مذہب سے باہر شادی کرنا ایک فطری عمل ہو گا لیکن حقیقتاً میرا خیال غلط تھا۔ مجھے مجبور کیا گیا کہ میرا یہ اقدام غلط ہے اور میری والدہ نے گاندھی جی کی تجویز پر کچھ عرصے کے لئے مجھ کو گاندھی جی کے مشہور آشرم "سابرمتی" بھیج دیا (دیکھئے وجے لکشمی پنڈت کی محولہ کتاب The Scope of Happiness ص ٦٥)

۳۔ کانجی دوارکا داس کی محولہ کتاب :Ruttie Jinnah The Story of a Great Friendship ص ۱۸۔

۴۔ گاندھی جی کی سودیشی تحریک میں ہر طبقہ خیال کی خواتین حصہ لے رہی تھیں۔ چھاگن لال گاندھی کے نام ۱۴ جولائی ۱۹۱۹ کو گاندھی جی نے ایک خط میں لکھا کہ

لیڈی ٹاٹا، لیڈی پیٹٹ (رتی کی والدہ) اور مسز جہانگیر پیٹٹ آج چرخہ کاتنا سیکھنے کے لئے آئیں اور وہ اپنے ساتھ ایک ایک چرخہ لے بھی گئی ہیں۔ دیکھئے The collected works of Mahatma Gandhi (نئی دہلی ۱۹۶۵) والیوم ۱۵۔ ص ۴۶۱

۵۔ محمد علی جناح ابتدا ہی سے گجراتی لکھنا اور بولنا جانتے تھے بلکہ انہوں نے فورتھ اسٹینڈرڈ تک باقاعدہ گجراتی پڑھی تھی جیسا کہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں داخلہ لیتے وقت انہوں نے ظاہر کیا تھا (دیکھئے ریاض احمد کی کتاب Quaid-i-Azam Mohammed Ali Jinnah: The Foremative years (1892 - 1920) (اسلام آباد ۱۹۸۶) ص ۲۶ اس کے علاوہ لنکنز ان میں داخلہ لینے سے قبل محمد علی جناح نے اطالوی زبان کے امتحان سے مستثنیٰ ہونے کے بارے میں لنکنز ان کے بینچ آف ماسٹرز کے نام ایک درخواست میں یہ بات لکھی کہ وہ گجراتی سے واقف ہیں (دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" ص ۵۳ تا ۵۵) اس بات کا عملی ثبوت بمبئی سے شائع ہونے والے ایک گجراتی ماہنامہ بیسویں صدی میں درج ایک انٹرویو سے بھی ملتا ہے جس میں محمد علی جناح نے ایک سوالنامہ کا جواب گجراتی میں تحریر کیا ہے یہ انٹرویو جناح کی گجراتی تحریر کا شاید واحد نمونہ ہے (دیکھئے یحییٰ ہاشم باوانی کا مرتب کردہ کتابچہ Rare Speeches and documents of Quaid-i-Azam (کراچی ۱۹۸۷) ص ۲۹ محمد علی جناح کی ایک گجراتی تقریر کا تذکرہ کرتے ہوئے کانجی دوار کاداس نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ جولائی

میں گجرات سبھا کی دعوت پر گودھرا میں صوبائی پولٹیکل کانفرنس ہوئی تھی جس کے صدر گاندھی جی اور سیکریٹری دلبھ بھائی پٹیل تھے اس کانفرنس میں چوٹی کے جن لیڈروں نے شرکت کی ان میں لوکمانیہ تلک، محمد علی جناح، کھاپرڈے، وٹھل بھائی پٹیل، جہانگیر پیٹٹ اور بی کے تیلنگ تھے جلسے سے جب جناح خطاب کرنے کھڑے ہوئے تو گاندھی جی نے اصرار کیا کہ جناح گجراتی میں بولیں۔ ان کی بات مانتے ہوئے جناح نے اپنی تقریر گجراتی میں یہ کہہ کر شروع کی صاحبو گاندھی کے کہنے پر میں گجراتی بول رہا ہوں تقریر کا پہلا حصہ گجراتی میں ہوگا لیکن باقی تقریر میں انگریزی میں پوری کروں گا اس پر بڑا قہقہہ پڑا۔ جس کے بعد جناح نے نہایت شستہ انگریزی میں چالیس منٹ تک تقریر کی۔ دیکھئے سید شہاب الدین دسنوی کی مرتبہ کتاب محمد علی جناح (دہلی ۱۹۷۰) ص ۲۰

۶- دیکھئے The collected works of Mahatma Gandhi والیوم ۱۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹

۷- دیکھئے محولہ بالا کتاب والیوم ۱۷ ص ۲۰۸

۸- ایضاً" والیوم ۱۷ ص ۳۶۱

۹- سید شریف الدین پیرزادہ Some Aspects of Quaid-i-Azam's Life ص ۴۹

ڈینا جناح، قائداعظم اور محترمہ فاطمہ جناح لندن میں
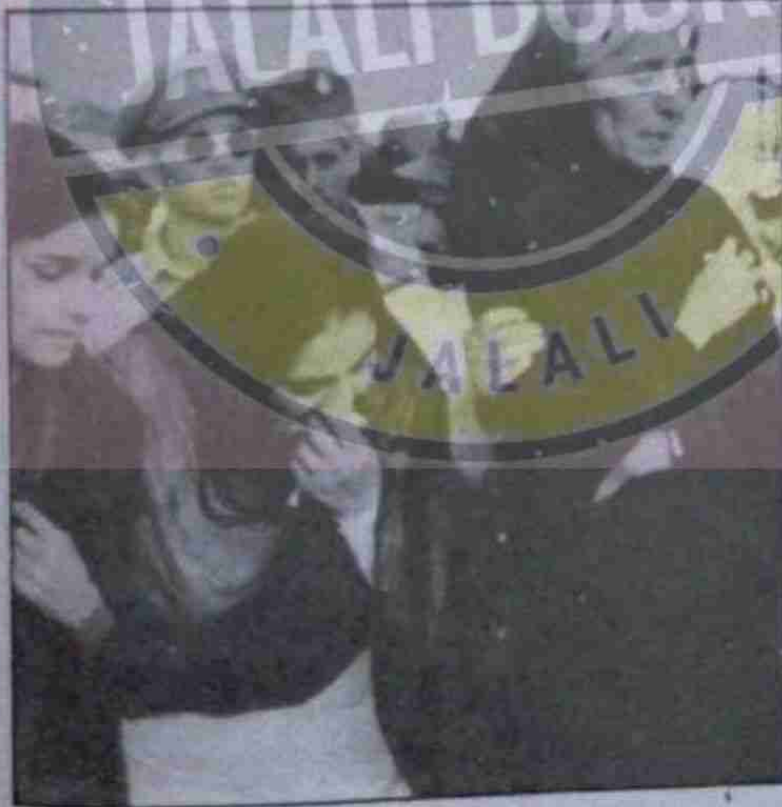
قائداعظم کی رحلت پر دائیں محترمہ فاطمہ جناح اور بائیں ڈینا جناح گریہ کناں ہیں

قائداعظم کی صاحبزادی دینا جناح

۱۹۱۹ میں قائداعظم محمد علی جناح کی ازدواجی زندگی خوشیوں سے مالا مال تھی لیکن سیاسی زندگی اضطراب، بے چینی اور احتجاج کی زد پر آگئی تھی۔ اپریل ۱۹۱۸ سے لے کر اپریل ۱۹۱۹ تک جو سیاسی واقعات رونما ہوئے ان میں جہاں پہلی جنگ عظیم کا تذکرہ آئے گا۔ وہاں اس جنگ کے نتیجے میں ہندوستان میں پیدا ہونے والی صورت حال بھی قابل ذکر ہے۔ جنگ میں امداد کے سوال پر محمد علی جناح کا حکومت سے احتجاج، ہوم رول لیگ کی سرگرمیاں، مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ پر محمد علی جناح کی نکتہ چینی، بمبئی کے گورنر لارڈ ولنگڈن کے خلاف احتجاج، جنگ عظیم میں جرمنی اور ترکی کی جانب سے ہتھیار ڈال دینے کا اعلان، رولٹ بل کی منظوری۔ جناح کا امپریل ہیجسلیٹو کونسل کی رکنیت سے استعفی، گاندھی کی ستیہ گرہ کی مہم، رلی

میں مظاہرین پر فائرنگ، جلیانوالہ باغ کا سانحہ، بی جی ہارنی مین کی جلاوطنی، یہ تمام واقعات ایسے تھے جنھوں نے ہندوستان کی اجتماعی سیاسی فضا کو شدید مکدر کر دیا تھا۔

اس دوران آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک وفد محمد علی جناح کی سربراہی میں تشکیل دیا جس کا مقصد لندن میں وزیر اعظم لائیڈ جارج کو اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ پیرس امن کانفرنس میں اس سال ایک مسلم مندوب شامل کیا جائے۔ اس وفد میں یعقوب حسن اور غلام محمد بھرگڑی بھی شامل تھے۔ جناح اپریل ۱۹۱۹ کے آخری عشرے میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ لندن روانہ ہوئے۔ ان دنوں رتی جناح حاملہ تھیں۔ چنانچہ جناح نے لندن کے ریجنٹ پارک کے قریب ایک فلیٹ کرائے پر حاصل کیا تاکہ رتی جناح کو مکمل آرام مل سکے۔ لندن میں قیام کے دوران جناح اپنی سیاسی مصروفیات کے بعد تمام تر وقت گھر پر گزارتے تھے تاکہ رتی کو کسی قسم کی اکتاہٹ نہ ہو۔ جناح کے بعض دوست بھی ان سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ جن میں دیوان چمن لال اور سروجنی نائیڈو سرفہرست تھیں۔ (۱) سروجنی نائیڈو ان دنوں کانگریس کی جانب سے سلیکٹ کمیٹی کے سامنے خواتین کی رائے دہی کے سوال پر اپنا موقف بیان کرنے کے لئے لندن گئی ہوئی تھیں۔

۱۴ اگست ۱۹۱۹ کو شام کے وقت جناح اپنی اہلیہ کے ساتھ تھیٹر گئے ہوئے تھے کہ ان کو بہت عجلت میں تھیٹر چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ رتی جناح دردِ زہ میں مبتلا تھیں۔ اسی شب ان کے یہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جس کا نام دینا رکھا گیا۔ (۲) دینا کے خدوخال اپنے والد سے اور آنکھیں و ہونٹ اپنی والدہ سے مشابہ تھے۔ دینا جناح کی پیدائش رتی

اور جناح کی محبت اور رفاقت میں ایک نئے باب کا اضافہ ثابت ہوئی۔ لندن کی خنک اور کہر آلود فضا میں وہ دونوں اپنی نومولود بچی کے ساتھ ہمہ اوقات مسرور و مگن رہتے۔ شام کو اکثر دیوان چمن لال اور مسز سروجنی نائیڈو ان کے فلیٹ پر آجاتے پھر رات گئے تک محفل جمی رہتی۔ دینا کی پیدائش کے بعد محمد علی جناح تقریباً ڈھائی ماہ لندن میں مقیم رہے اور پھر نومبر کے وسط میں ہندوستان لوٹ آئے۔

محمد علی جناح جس وقت ہندوستان پہنچے تو پورا ملک ایک شدید بے چینی کی لپیٹ میں تھا خصوصاً مسلمان سب سے زیادہ پریشان اور مایوس تھے کیونکہ ترکی کی عظیم سلطنت جنگ عظیم کے خاتمے کے ساتھ ہی پارہ پارہ ہوگئی تھی۔ قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ تھریس اور سمرنا پر یونانیوں کا قبضہ ہوگیا تھا۔ شام فرانس کی تحویل میں تھا۔ عراق انگریزوں کے ہاتھ آیا تھا۔ فلسطین اور بیت المقدس پر صلیبی پرچم لہرا رہا تھا۔ مصر بھی انگریزوں کی سیادت میں تھا۔ مراکش اور الجزائر پر بھی فرنگی اقتدار قائم ہوچکا تھا۔ اس اضطراب انگیز زمانے میں محمد علی جناح کی ہندوستان واپسی کسی خاص ہنگامہ خیزی کا باعث نہیں بن سکی۔ ہندوستان کے سیاسی حلقے دراصل مانٹیگو اصلاحات کے انتظار میں تھے۔ کیونکہ ان ہی اصلاحات پر ہندوستان کی آئندہ سیاسی سرگرمیوں اور لائحہ عمل کا انحصار تھا۔ دریں اثنا دسمبر کے آخری ہفتے میں کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس امرتسر میں ہونے والے تھے چنانچہ جناح نے ہندوستان واپس پہنچ کر اسی میں عافیت تصور کی کہ اصلاحات کے سرکاری اعلان تک خاموشی اختیار کی جائے۔

رتی اور محمد علی جناح آئندہ دو سال تک دینا کی دیکھ بھال، نگرانی اور اس کی دلجوئی میں مصروف رہے۔ دینا نہایت ذہین اور باصلاحیت بچی تھی۔ چنانچہ دونوں کو بہت جلد اس کی تعلیم کے آغاز کی جانب توجہ دینا پڑی۔ ابتداً" دینا نے گھر پر ہی ایک مسٹریس سے تعلیم حاصل کی۔ جناح کی سیاسی مصروفیات اور رتی کی روحانی دلچسپیوں کی بنا پر دینا ایک عرصے تک اپنی نانی کے پاس رہیں۔

جب وہ چھ برس کی ہوئیں تو رتی نے ان کے داخلے کے بارے میں مشورے شروع کر دیئے۔ ابتدائی طور پر جن تعلیمی اداروں کے بارے میں انہوں نے غور کیا ان میں لڑکیوں کے لئے "اڈیار" مدراس میں قائم تھیوسوفیکل اسکول بھی تھا۔ رتی نے اس سلسلے میں مسز ڈورتھی جینا راجاداس سے بذریعہ خط درخواست کی کہ اس اسکول کے بارے میں معلومات ارسال کریں تاکہ وہ اپنی بچی دینا کو مدراس بھیج سکیں۔ مسز ڈورتھی نے اس ضمن میں ۲۹ اگست ۱۹۲۵ کو رتی اور جناح کے مشترکہ دوست کانجی دوارکاداس کو ایک خط میں لکھا:

> میں امید کرتی ہوں کہ مسز جناح اپنی بچی کو اسکول ضرور بھیجیں گی۔ میں جس کے بارے میں پر یقین ہوں کہ وہ نہایت ذہین ہوگی اور یہ فیصلہ اس کی بہتر تعلیم کے حصول میں بہت اہمیت کا حامل ہوگا۔
> (۲)

۲۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو ایک مرتبہ پھر مسز ڈورتھی نے کانجی دوارکاداس کو لکھا کہ:

"مجھے امید ہے کہ اسکول کے بارے میں آپ کو

اطمینان بخش جواب مل گیا ہوگا اور یہ مسز جناح کی بیٹی کے لئے بہت بہتر ہوگا کہ وہ اس اسکول میں تعلیم حاصل کرے۔" (۴)

دینا جناح نے ابتدائی تعلیم بمبئی کے ایک کانوینٹ اسکول میں حاصل کی۔ دینا اگرچہ بیشتر اپنی نانی کے پاس رہتی تھیں اس کے باوجود محمد علی جناح نے دینا کی پرورش اور دیکھ بھال کے لئے ایک گورنیس کو ملازم رکھا تھا جس کا نام اسٹیلا تھا۔ وہ بمبئی کی رہنے والی کیتھولک تھی۔ محمد علی جناح کی پیشہ ورانہ اور سیاسی مصروفیات کی بنا پر ان کو دینا کے ساتھ رہنے کے بہت کم مواقع ملتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود دینا اپنے والدین سے شدید محبت کرتی تھیں اور ان کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے والدین کے پاس ہی رہیں۔ وہ ہر سال گرمیوں میں اپنے والدین کے ساتھ چھٹیاں گزارنے کشمیر جاتی تھیں جبکہ دو مرتبہ وہ اپنے والدین کے ہمراہ لندن بھی گئیں۔

رتی جناح کے انتقال کے وقت دینا کی عمر ساڑھے نو سال تھی کم عمری میں ماں کی شفقت سے محرومی دینا کے لئے بڑی جانگسل تھی لیکن جناح کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ دینا کی ہر طرح دلجوئی کرتے رہیں۔ اس مقصد کے لئے جہاں انہوں نے اس کی تفریح طبع کے لئے گھر میں بہت سے انتظامات کر رکھے تھے وہاں اس کو اپنے ساتھ لے کر شاپنگ کرانے بھی جاتے تھے۔ یہی نہیں ۱۹۳۰ کے اوا[illegible] میں وہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جاتے ہوئے [illegible] بہن فاطمہ جناح اور دینا کو بھی ساتھ لے گئے اور لندن پہنچ کر دینا [illegible] ایک اسکول میں داخل کرادیا۔ لندن میں مستقل رہائش کے لئے جناح نے ہیمسٹیڈ میں ویسٹ ہیتھ روڈ پر ایک مکان خرید لیا

تھا۔ (۵) اس مکان کی خریداری کا احوال ہیکٹر بولائتھو نے بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ :

جون ۱۹۳۱ء میں ایک دن جناح ہیمسٹیڈ کے علاقے میں بغرض تفریح چہل قدمی کر رہے تھے کہ ویسٹ ہیتھ روڈ پر ایک مکان کے سامنے ٹھہر گئے اور وہ انہیں پسند آگیا۔ اس سہ منزلہ کوٹھی میں بہت سے کمرے اور چھتے تھے اور ایک اونچا مینار تھا۔ جس سے گردونواح کے علاقے کا منظر خوب دکھائی دیتا تھا۔ مکان کے ساتھ ایک دربان خانہ، گاڑیوں کے لئے ایک سڑک اور آٹھ ایکڑ کا باغ اور چراگاہ بھی تھی۔ مکان کی وضع میں وہی بے ترتیبی تھی جو عام طور پر انیسویں صدی کے آخری حصے کے مکانوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کوٹھی اور اس کے احاطے کا اب کوئی نشان باقی نہیں۔ ان کی جگہ اب بارہ نئے طرز کے چھوٹے مکانوں نے لے لی ہے۔ اور ان کے قریب ہی لیڈی گراہم وڈ رہتی ہیں جن سے ۱۹۳۱ میں جناح نے ان کی کوٹھی خریدی تھی۔ جناح اب تک ان کو اچھی طرح یاد ہیں۔ لیڈی گراہم کا کہنا ہے کہ جب پہلی مرتبہ جناح ان سے ملنے آئے تو وہ نہایت خوش خلق وضعدار اور انتہائی دلکش شخصیت کے مالک تھے، لیڈی گراہم سے مکان کی خریداری کے بعد جناح نے ان سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ اچھا سا

اسکول تجویز کریں جہاں وہ اپنی بچی کو داخل کرا سکیں۔ (۶)

محمد علی جناح لندن میں اپنی بہن فاطمہ جناح اور بیٹی دینا کے ساتھ نہایت سکون کی زندگی گزار رہے تھے اگرچہ وہ پورا ہفتہ اپنی پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے، لیکن سنیچر اور اتوار کو مکمل سیر و تفریح کرتے۔ ان دنوں جناح کی زندگی کسی رئیس سے کم نہ تھی۔ میرٹھ کے ایک رہنما نواب محمد یامین خاں نے ۶ اگست ۱۹۳۲ کو لندن میں جناح سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ

"میں مسٹر محمد علی جناح سے ملنے ویسٹ ہیتھ ہاؤس ہیمپسٹڈ گیا۔ جہاں محمد علی جناح گزشتہ دو سال سے مقیم ہیں۔ یہ ایک نہایت عمدہ بنگلہ ایک ٹیلے پر بنا ہوا ہے جس کا احاطہ بڑا اور باغ خوبصورت ہے اس ٹیلے پر یہ تنہا ایک بنگلہ ہے۔ میں نے دروازے پر لگی بجلی کی گھنٹی بجائی تو ایک ویٹرس آئی اور چاندی کی کشتی میں میرا کارڈ لے گئی اور پھر بلانے آئی۔ مسٹر جناح اور مس فاطمہ جناح باغ میں گھاس پر بید کے مونڈھوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بہت دیر حالات حاضرہ پر باتیں ہوئیں۔ (۷)

ہیکٹر بولائتھو نے لکھا ہے کہ اسی زمانے میں محمد علی جناح نے مصطفیٰ کمال پاشا کی مشہور سوانح عمری "دگرے وولف" نہایت دلچسپی کے ساتھ نہ صرف خود پڑھی بلکہ اپنی بیٹی دینا کو بھی پڑھنے کے لئے دی۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد وہ کئی دن تک برابر مصطفیٰ کمال کا تذکرہ کرتے رہے۔ اس بات پر انہیں دینا کے طنزیہ فقرے

بھی سننا پڑے بلکہ دینا اکثر ان کو "گرے وولف" کے لقب سے پکارا کرتی تھیں۔ بولا تھو نے لکھا ہے کہ:

دینا ان دنوں چھٹیاں گزارنے اسکول سے گھر آئی ہوئی تھیں اور باپ بیٹی ایک دوسرے کی محبت میں بہت خوش تھے۔ صرف دینا ہی محمد علی جناح سے چھیڑ خانی کر سکتی تھیں۔ ورنہ وہ ساری عمر اس قسم کی چھیڑ خانیوں سے محروم رہے۔ باپ کے ہاتھوں کی طرح دینا کے ہاتھ بھی سبک اور حسین تھے اور دوران گفتگو وہ بڑے پر معنی انداز میں حرکت کرتے تھے۔ کبھی کبھی دینا یہی نازک ہاتھ جناح کی طرف بڑھاتی اور مقدمے کی فائل ان کے ہاتھوں سے چھین کر کہتی "گرے وولف" چلیں مجھے پینٹو مائم (تفریح کا ایک مرکز) دکھالائیں۔ آخر میں بھی تو چھٹیاں منانے یہاں آئی ہوئی ہوں (۸)

محمد علی جناح اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اس کی خوش نودی کی خاطر ہمہ وقت ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ وہ اکثر دینا کے اسکول جاتے اور اس کے اخراجات کے بل اپنی عادت کے برخلاف بغیر کسی تردد اور چھان بین کے فوری طور پر ادا کر دیتے تھے۔ (۹)

جنوری ۱۹۳۴ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی درخواست پر محمد علی جناح خود عائد کردہ جلاوطنی ترک کر کے لندن سے ہندوستان واپس آئے تو دینا اور فاطمہ جناح دونوں لندن ہی میں مقیم تھیں۔ ہندوستان پہنچ کر انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت سنبھال

لی اور اس کی تنظیم نو کی جانب متوجہ ہوئے مگر اس ضمن میں وہ کوئی خاص کامیابی ابھی حاصل نہیں کر پائے تھے کہ ۲۴ مئی ۱۹۳۴ کو ان کو ایک مرتبہ پھر لندن جانا پڑا۔ اس مرتبہ جب دسمبر ۱۹۳۴ میں وہ لندن سے واپس لوٹے تو ان کے ہمراہ فاطمہ جناح اور دینا جناح بھی ہندوستان لوٹ آئیں۔

اس زمانے میں بمبئی میں واقع ان کے مکان "ساؤتھ کورٹ" میں مرمت ہو رہی تھی چنانچہ انہوں نے مجگاؤں روڈ کے بنگلے میں عارضی طور پر قیام کیا اور بعد میں ساؤتھ کورٹ منتقل ہو گئے۔ محمد علی جناح کی ہندوستان واپسی کے بعد ایک مرتبہ پھر ان کے مکان پر رونق لوٹ آئی۔ جہاں ایک طرف سیاسی رہنماؤں کی آمدورفت میں اضافہ ہوا وہاں محمد علی جناح کی نجی زندگی میں بھی ایک خوشگوار تبدیلی واقع ہوئی اور اس تبدیلی کا تمام تر انحصار دینا پر تھا جو نہ صرف محمد علی جناح سے اپنی تمام ضدیں پوری کراتی تھیں بلکہ اپنی سیروتفریح میں بھی ان کو شریک رکھتی تھیں۔ ایک لحاظ سے جناح کی زندگی میں یہ بڑے خوشگوار دن تھے۔ محمد علی جناح کے ایک سابقہ ڈرائیور سید عبدالحیٔ کا کہنا ہے کہ

> دینا جناح ایک شوخ اور چنچل لڑکی تھیں۔ میں جب ملازم ہوا تو ان کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ لیکن وہ اپنے والد سے اس وقت بھی بچوں کی طرح ضد کرتی تھیں اور محمد علی جناح ان کی ہر ضد پوری کر دیا کرتے تھے۔ مزاجاً دینا جناح نہایت نفاست پسند، ظریف الطبع اور انسان دوست تھیں۔ اس زمانے میں جناح کے بنگلے پر تقریباً بائیس ملازم تھے

دینا جناح کے سامنے جو ملازم پڑتا تھا وہ اس سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتی تھیں۔ مجھ سے وہ زیادہ مانوس تھیں کیونکہ میں اکثر شام کو ان کو سیر و تفریح اور شاپنگ کرانے لے جاتا تھا۔ دینا جن کو تمام ملازمین "دنیا بابا" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اپنی پھوپی محترمہ فاطمہ جناح سے چھپ کر ملازمین کو نہ صرف پیسے دیتی رہتی تھیں بلکہ فاضل اوقات میں ملازمین کے ساتھ خوش گپیاں بھی کرتی تھیں۔ محمد علی جناح کے پاس اس وقت پانچ گاڑیاں تھیں۔ (۱۰) ان تمام گاڑیوں کی نگرانی میرے ذمے تھی۔ دینا جناح کو کار چلانے کا بہت شوق تھا۔ جناح صاحب مجھے منع کرتے تھے کہ دینا کو کار چلانے کے لئے مت دیا کرو مگر دینا اکثر مجھ سے ضد کر کے کار لے لیتی تھیں اور بمبئی کے مضافات میں کشادہ سڑکوں پر بہت تیز ڈرائیونگ کیا کرتی تھیں۔ وہ میرے ساتھ اکثر منگل داس مارکیٹ اور کرافورڈ مارکیٹ خریداری کے لئے جاتیں اور گھنٹوں دکانوں دکانوں گھومتی رہتی تھیں۔ ان کو موسیقی اور عمدہ کپڑے پہننے کا شوق تھا۔ جب ہم خریداری کر کے لوٹتے تو محترمہ فاطمہ جناح مجھ سے تنہائی میں دینا کے بارے میں دریافت کرتی تھیں کہ وہ کہاں گئی تھیں اور انہوں نے کیا خریدا۔ قائداعظم بھی مجھ سے اکثر پوچھتے تھے کہ کیا دنیا نے کار چلائی تھی مگر میں ہمیشہ جھوٹ بول دیا کرتا تھا۔

دینا اپنی نانی لیڈی پیٹٹ کے گھر بھی جاتی تھیں اور
کبھی کبھی وہاں پر ہی رہ جایا کرتی تھیں۔" (۱۱)

ساؤتھ کورٹ میں دینا کے لئے محمد علی جناح کے علاوہ کوئی اضافی دلچسپی نہ تھی۔ پھر جب آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم نو کا آغاز ہوا تو جناح کی مصروفیات میں اس قدر اضافہ ہوگیا کہ وہ کئی کئی ماہ بمبئی سے باہر رہنے لگے۔ ایسی صورت میں وہ دینا جناح کو زیادہ وقت نہیں دے پاتے تھے۔ چنانچہ دینا جناح کا بیشتر وقت اپنی نانی کے گھر پر گزرنے لگا۔ محمد علی جناح کی رتی سے شادی کا زخم کسی نہ کسی صورت میں ابھی تک پارسی فرقے کے سینے میں ہرا تھا۔ رتی کی زندگی میں بھی اور ان کے انتقال کے بعد بھی پارسی ان کی جانب سے متنفر رہتے تھے اور ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی کہ وہ جناح کی ازدواجی زندگی کو تباہ و برباد کردیں۔ لیکن ان کے ہاتھ کبھی کوئی ایسا موقع نہ آیا کہ وہ اپنی اس مذموم خواہش کو عملی جامہ پہنا سکتے۔ محمد علی جناح کی بڑھتی ہوئی سیاسی سرگرمیوں اور دینا سے ان کی دوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس فرقے کے چند افراد نے جن میں رتی کی والدہ لیڈی پیٹٹ بھی شامل تھیں دینا جناح کی شادی کا فیصلہ پارسی نژاد ایک امیر و کبیر نوجوان نیویل واڈیا سے کردیا جو پارسی مذہب ترک کر کے عیسائیت قبول کرچکا تھا۔ محمد علی جناح کے لئے یہ صورت حال نہایت تشویشناک اور پریشان کن تھی کیونکہ جب یہ رشتہ طے ہوا تو وہ مسلم ہند کے "قائداعظم" کے منصب پر فائز تھے۔ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والے قائداعظم محمد علی جناح نے اس رشتے کو ختم کرنے کے لئے مزاحمت کی لیکن دینا نے ایک سرکش اور خود سر لڑکی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے والد کے ہر

مشورے کو نظر انداز کر دیا۔ (۱۲)

قائداعظم نے دینا جناح سے بڑی حد تک اپنے مراسم ترک کر دیئے تھے کیونکہ وہ دینا کی نیویلی واڈیا سے شادی کے فیصلے کے خلاف تھے' ویسے بھی یہ شادی ان کے لئے ایک تازیانے کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لئے انہوں نے دینا سے ملاقات کے لئے لیڈی پیٹٹ کے گھر جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ صرف کبھی کبھی پدرانہ جذبات سے مغلوب ہو کر وہ اپنے ڈرائیور عبدالحئی کے ذریعہ دینا کی خیریت منگوالیا کرتے تھے۔ ۱۹۳۸ کے آغاز پر دینا کی نیویلی واڈیا سے مسیحی رسم و رواج کے مطابق شادی ہوئی قائداعظم اس وقت شدید بیمار تھے اگرچہ وہ دینا سے لاتعلق تھے لیکن اس موقع پر ان سے برداشت نہ ہوسکا اور انہوں نے اپنے ڈرائیور عبدالحئی کو پھولوں کا ایک گلدستہ دے کر شادی کی تقریب میں بھیجا۔ عبدالحئی کا بیان ہے کہ

> "یہ شادی ٹل گیبز روڈ کے عقب میں واقع چرچ آف انگلینڈ میں نہایت سادگی سے ہوئی تھی۔ مہمانوں میں سر ڈنشا پیٹٹ اور واڈیا فیملی کے نہایت مختصر سے لوگ شامل تھے۔ دینا رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد چرچ سے ایک سیاہ رنگ کی پیکارڈ کار میں کوآرڈن روڈ پر واقع واڈیا فیملی کے ایک بنگلے پر چلی گئیں (۱۳)۔

دینا جناح کی نیویلی واڈیا سے شادی اگرچہ قائداعظم کے لئے شدید صدمے کا باعث تھی لیکن انہوں نے اپنے روائتی صبرو تحمل اور درگزر سے کام لیتے ہوئے اس دکھ کو بھلا دینے کی حتی المقدور

کوشش کی۔ انہوں نے دینا سے متعلق سب سامان سمیٹ دیا اور ہر وہ چیز اسٹور کی نذر کردی جس سے دینا کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے دینا کو حقوق کے سلسلے میں نظر انداز نہیں کیا جس کا ایک ثبوت ان کی اس آخری وصیت سے ملتا ہے جس پر انہوں نے ۳۰ مئی ۱۹۳۹ کو دستخط کئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دینا کی شادی اور مسلسل بیماری نے ان کے اندر موت کا احساس فزوں کر دیا تھا اور انہوں نے اسی احساس کے زیر اثر ضروری تصور کیا کہ اپنی آخری وصیت تحریر کردیں۔ اپنی اس وصیت میں قائداعظم نے اپنی وراثت کا محترمہ فاطمہ جناح، لیاقت علی خان اور بمبئی کے اپنے قانونی مشیر محمد علی چاچے والا کو مشترکہ ٹرسٹی مقرر کیا تھا۔ اس وصیت میں قائداعظم نے اعلان کیا تھا کہ تمام شیئرز اسٹاکس اور سیکوریٹیز اور کرنٹ اکاؤنٹس جو اس وقت میری بہن فاطمہ جناح کے نام پر ہیں بالکل ان کی ملکیت ہیں۔ میں نے یہ تمام چیزیں ان کو اپنی زندگی کے دوران تحفہ کے طور پر دی ہیں اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ ان کو اپنی بالکل ملکیت ہونے کی بناء پر جس طریقے پر بھی چاہیں فروخت یا الگ کر سکتی ہیں ...... قائداعظم نے اپنے مکانات اور ان کے مشتملات، اپنی کاریں اور زندگی بھر کے لئے دو ہزار روپے مہینے کی آمدنی جو ان کی دیگر جائدادوں سے ہوگی وہ بھی محترمہ فاطمہ جناح کو دی تھی۔ اپنی دیگر تین بہنوں رحمت قاسم بھائی جمال، مریم عابدین بھائی پیر بھائی اور شیریں جناح کے لئے انہوں نے سو روپے ماہوار گزارہ الاؤنس چھوڑا۔ ایسا ہی انہوں نے اپنے بھائی احمد علی کے لئے کیا۔ اپنی بیٹی کے لئے (جس کا نام وصیت میں درج نہیں ہے) انہوں نے دولاکھ روپے علیحدہ مختص کئے جن کو انویسٹ کرنے کی صورت میں چھ فی صد کے حساب سے

ایک ہزار روپے ماہانہ آمدنی ہوگی۔ وصیت میں یہ بھی درج ہے کہ بیٹی کے انتقال کے بعد یہ دولاکھ روپے اس کی نرینہ و غیرنرینہ اولادوں میں مساوی تقسیم کردیئے جائیں گے، اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو یہ رقم ان کی جائداد میں واپس آجائے گی اور پھر مساوی طور پر علی گڑھ یونیورسٹی، اسلامیہ کالج پشاور اور سندھ مدرسہ کراچی میں تقسیم ہوجائے گی۔ (۱۴)

محمد علی جناح نے یونیورسٹی آف بمبئی کے لئے پچاس ہزار روپے اور ۲۵ ہزار روپے فی کس کے حساب سے بمبئی کے انجمن اسلام اسکول اور عربک کالج آف دہلی کے لئے بھی مختص کئے تھے۔ (۱۵)

دینا کی شادی کے بعد قائداعظم سے دینا کے مراسم کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ البتہ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ دینا کبھی کبھی اپنے والد سے ملنے ان کے گھر آیا کرتی تھیں لیکن وہ ان سے بات نہیں کیا کرتے تھے۔ جناح کے امریکی سوانح نگار اسٹینلے والپرٹ نے لیڈی راما راؤ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جناح نے شادی کے بعد اپنی بیٹی سے کبھی بات نہیں کی باوجودے کہ انہوں نے باہم خط و کتابت کی لیکن جناح نے ہمیشہ دینا کو رسمی طور پر "مسز واڈیا" کہہ کر مخاطب کیا۔ انہوں نے اپنے دوستوں سے کبھی دینا کے بارے میں گفتگو نہیں کی اور طنزاً اس امر پر اصرار کرتے تھے کہ ان کے کوئی بیٹی نہیں تھی۔ (۱۶) اس کے برخلاف دینا جناح کا اپنا بیان ہے کہ:

> میرے والد ظاہر دار نہیں تھے بلکہ وہ ایک پُرشفقت باپ تھے میری ان سے آخری ملاقات بمبئی میں ۱۹۴۶ میں ہوئی۔ وہ نہایت نازک مذاکرات کے

دوران دہلی سے بمبئی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ٹیلیفون پر مجھے اور میرے بچوں کو چائے پر مدعو کیا۔ وہ ہم کو دیکھ کر بہت خوش تھے، دینا (دینا جناح کی بیٹی کا نام بھی دینا ہے) پانچ سال کی اور نسلی دو سال کا تھا ہم بیشتر وقت بچوں اور سیاست کے بارے میں گفتگو کرتے رہے انہوں نے مجھے بتایا کہ پاکستان وجود میں آ رہا ہے۔ دہلی میں اپنی ناگزیر مصروفیات کے باوجود انہوں نے ہمارے لئے تحائف خریدنے کا وقت نکال لیا تھا۔ جب ہم نے ان کو خدا حافظ کہا تو وہ نسلی کو پیار کرنے کے لئے جھکے اور وہ خاکستری ٹوپی جو وہ اکثر لگاتے تھے اور اب جو ان کے نام سے مشہور ہے نسلی کو پسند آگئی۔ انہوں نے فوراً ہی وہ ٹوپی اتار کر اپنے نواسے کے سر پر رکھ دی اور بولے اسے تم رکھ لو میرے بیٹے۔ "نسلی" آج تک اس ٹوپا کو بہت عزیز رکھتا ہے۔ مجھے ان کی دلجوئی کی یہ ادا یاد ہے کیونکہ یہ ان کی اس محبت کی ایک خصوصیت تھی جو وہ میرے اور میرے بچوں کے لئے اپنے دل میں رکھتے تھے۔ (۱۷)

۱۹۴۷ء میں قائداعظم کے نام دینا جناح کے دو خطوط بھی قابل ذکر ہیں جن سے دینا کے اپنے والد کے ساتھ خوشگوار تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب قائداعظم ہندوستان کے نئے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے مذاکرات میں مصروف تھے اور ان

مذاکرات کے نتیجے میں کسی حد تک یہ بات طے پاچکی تھی کہ اب پاکستان بہت جلد معرض وجود میں آجائے گا۔ پہلا خط دینا نے ۲۸ اپریل ۱۹۴۷ کو قائداعظم کے نام پیڈر ہاؤس، کمبالاہل بمبئی سے لکھا ہے اس خط میں انہوں نے قائداعظم کو ''پاپا ڈارلنگ'' لکھ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:

سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارکباد پیش کروں گی۔ ہم نے پاکستان حاصل کرلیا۔ یعنی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصول تسلیم کرلیا گیا۔ میں آپ پر بہت فخر مند اور شاداں ہوں کہ آپ نے اس مقصد کے حصول کے لئے کس قدر سخت جدوجہد کی۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے ساؤتھ کورٹ بیس لاکھ روپے میں ڈالمیا کو فروخت کردیا ہے یہ بہت اچھی قیمت ہے اور آپ یقیناً خوش ہوں گے۔ یہ صحیح ہے تو میں آپ سے درخواست کرونگی کہ اگر آپ اپنی کتابیں منتقل نہیں کررہے ہیں تو کیا میں ان میں سے رتی کی چند شاعری کی پرانی کتابیں لے سکتی ہوں۔ بائرن، شیلے اور چند دیگر آسکر وائلڈ کی کتابوں میں سے۔ یہ درخواست میں اس صورت میں کررہی ہوں اگر آپ کتابیں اور فرنیچر فروخت کررہے ہوں یا آپ ان کو رکھنا نہ چاہتے ہوں۔ شاید آپ جذباتی وجوہات کی بنا پر ان میں سے کچھ مجھے دے سکیں۔ میں ان کو ہمیشہ پڑھتی رہی ہوں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں مطالعہ

کی بہت شوقین ہوں۔ بمبئی میں ان کتابوں کے معیاری ایڈیشن ملنا بہت محال ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے۔ میں اخبارات میں آپ کے بارے میں بے شمار خبریں دیکھتی رہتی ہوں۔ بچے کالی کھانسی سے بحال ہو رہے ہیں اور ابھی صحت یابی میں ایک ماہ لگ جائے گا۔ ان کو لے کر جمعرات کو ایک ماہ کے لئے "جوہو" جا رہی ہوں۔ کیا آپ یہاں واپس آ رہے ہیں اگر ایسا ہے تو کیا میں امید کروں کہ آپ بذریعہ کار "جوہو" آنا اور ایک دن گزارنا پسند کریں گے۔ بہر حال میرے پاس فون ہے میں آپ سے رابطہ کرلوں گی اور اگر آپ یہاں آنے کے قابل نہیں ہیں تو میں خود آپ کو دیکھنے کے لئے آجاؤں گی۔ میں ایک چھوٹی سی خبر بھی آپ کو دینا چاہتی ہوں۔ بمبئی کسی حد تک خالی ہو گیا ہے کیونکہ سب لوگ پہاڑوں پر چلے گئے ہیں یہاں بالکل ٹھنڈک ہے میرا خیال ہے کہ اس وقت جو ہوائیں چل رہی ہیں' انہوں نے ماحول کو خوشگوار بنا دیا ہے۔ شوکی اور لیلیٰ گزشتہ شب کھانے پر آئے تھے اور آپ کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔ آپ یقیناً بہت مصروف ہوں گے اس کے باوجود اگر آپ کے پاس ایک لمحہ ہو تو ضرور ایک سطر لکھئے۔ میں پھر آپ کو لکھوں گی۔ پاپا ڈارلنگ اپنا خیال رکھیں' بے شمار محبتوں اور بوسوں کے ساتھ۔ (۱۸)

ڈینا نے دوسرا خط ۲ جون ۱۹۴۷ کو ”جوہو“ سے لکھا لیکن یہ انہوں نے چند سطروں کے بعد ختم کر دیا اور پھر ۵ جون کو اسی خط کے نیچے سے نیا خط شروع کیا۔ انہوں نے ۲ جون ۱۹۴۷ کو اپنے والد کے خط کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا کہ :

> ”یقیناً یہ آپ کی شفقت ہے کہ آپ نے اس قدر مصروف رہتے ہوئے بھی مجھے خط لکھا۔ اس وقت آپ یقیناً وائسرائے کے ساتھ ہوں گے۔ میں یہ ضرور کہوں گی کہ گزشتہ چند برسوں کے دوران آپ نے جو شاندار کامیابی حاصل کی ہے اس کی بنا پر میں آپ پر فخر مند اور شاداں ہوں۔ آپ ہندوستان میں واحد آدمی ہیں جو بیک وقت ایماندار، طباع اور ماہر ہیں۔ یہ خط ایک مداح کے جذبات کا آئینہ دار سا نظر آتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ (۱۹)

ڈینا نے یہاں سے دوبارہ ۵ جون کو خط از سر نو شروع کیا۔ اس وقت قائداعظم نہایت فیصلہ کن مرحلے میں تحریک پاکستان کی قیادت کر رہے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن کے وائسرائے کی حیثیت سے ہندوستان آنے کے بعد ہندوستان کی قسمت کے فیصلے کا مرحلہ نہایت قریب آگیا تھا۔ بقول سید حسن ریاض ”ماؤنٹ بیٹن ہر طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار آئے تھے۔ انہوں نے اہتمام و تکلف کے ساتھ اپنے اوپر گھبراہٹ اور جلدی کی کیفیت طاری کر رکھی تھی“۔ (۲۰)

۲۵ مارچ ۱۹۴۷ کو ماؤنٹ بیٹن نے رسم حلف برداری کے فوراً بعد ہی مذاکرات شروع کر دیئے اور تقریباً دو ماہ آٹھ دن کے اندر

ہی تقسیم ہند کے ایک منصوبے کی منظوری حاصل کرلی۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آل انڈیا ریڈیو سے اس منصوبے کی منظوری کا اعلان کیا اور اپنی تقریر کے آخر میں پاکستان زندہ باد کا نعرہ بلند کیا۔(۲۱)

دینا جناح نے قائداعظم کی یہ تقریر سننے کے بعد ۵ جون کو اپنے خط میں لکھا کہ:

میں اسی خط کے تسلسل میں یہ خط لکھ رہی ہوں۔ میں نے آپ کی ۳ جون والی تقریر سنی۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ سب سے اچھا اور بامقصد بولے۔ اگرچہ آپ کو وہ سب کچھ نہیں مل سکا جو آپ چاہتے تھے لیکن آپ نے ایک طویل راستہ طے کرلیا ہے۔ کانگریس کو کس طرح اپنے وقار کو داؤں پر لگانا پڑا۔ یہاں کے ہندو قیام پاکستان اور دو مملکتوں کے مطالبے کی منظوری سے خوش نہیں ہیں۔ اب آپ کو پاکستان کو قابل عمل بنانے کا عظیم ترین کام درپیش ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ آپ ضرور کامیاب ہوجائیں گے۔ بمبئی بہت زیادہ گرم ہوگیا ہے اور ہم سب امید کرتے ہیں کہ یہ بارشوں کی آمد کا پیش خیمہ ہے۔ میں ۹ جون کو "جوہو" چھوڑدوں گی۔ کیونکہ ۱۱ جون سے بچوں کے اسکول شروع ہورہے ہیں۔ آپ بمبئی کب آرہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جلد۔ آپ دہلی کی حدت برداشت کررہے ہیں۔ آپ کو برداشت کرنا

چاہیے۔ کیونکہ آپ کو بہت کچھ کرنا ہے۔ میں بڑی حد تک خاکستری ہوگئی ہوں کیونکہ میں تیراکی کے لئے بہت جاتی ہوں۔ کیا آپ کو لیلیٰ اور شوکی کی موت کے بارے میں علم ہوا۔ یہاں بہت معمولی خبر معلوم ہوئی ہے کیونکہ لوگ ابھی تک دور ہیں کوئی کسی سے نہیں ملا ہے۔ میں آپ کو دوبارہ جلد لکھوں گی۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ نے ساؤتھ کورٹ فروخت نہیں کیا جیسا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں "فورم میگزین" میں پڑھا تھا اور میں نہیں سمجھتی کہ وہ ایک بالکل بے بنیاد اطلاع شائع کریں گے جیسا آپ نے کہا ہے کہ لوگ بے بنیاد افواہوں میں ملوث ہوجاتے ہیں ..... آپ اپنا خیال رکھیں۔ بے شمار محبتیں اور بوسے اور پر جوش مبارکباد۔ (۲۲)

دینا نے قیام پاکستان کے بعد ترک وطن نہیں کیا اور بھارت میں ہی اپنی سکونت برقرار رکھی۔ وہ قائداعظم کے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ کو انتقال پر کراچی آئیں اور کچھ دن قیام کے بعد واپس بمبئی چلی گئیں۔ دینا کو اپنے والد سے والہانہ محبت تھی اور وہ اکثر اس کا اظہار بھی کرتی رہتی تھیں۔ قائداعظم کے انتقال کے بعد بھی انہوں نے اپنے والد کے ناقدین کی گرفت کی اور کہا کہ

ان کے والد ظاہر دار نہیں تھے بلکہ ایک پرشفقت باپ تھے ان کے بارے میں یہ تصور کہ وہ مغرور

تھے غلط ہے۔ وہ بے جا انکسار نہیں جانتے تھے بلکہ ایک منظم شخص تھے، میری طرح نہایت نجی شخص۔ اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے تھے۔ وہ نجی یا عوامی زندگی میں نہ اپنے لئے جھوٹ پسند کرتے تھے اور نہ دوسروں کے لئے۔ جب لوگ ان کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں تو مجھے غصہ آجاتا ہے اور اس وقت بھی میں غصے میں آجاتی ہوں جب کچھ مصنفین جن کا ان سے کوئی رابطہ نہیں تھا، خود کو ان کے مقربین میں ظاہر کرتے ہوئے نجی معلومات کا دعوی کرتے ہیں یا مجھے بطور حوالہ پیش کرتے ہیں...... یہ لوگ دراصل میرے والد کے شخصی پہلوؤں کے بارے میں افسانہ طرازی کا سہارا لے کر اپنی معلومات کے درمیان موجود خلا کو پر کرتے ہیں۔ (۲۳)

دینا جناح جو شادی کے بعد مسز نیویلی واڈیا کہلائی جانے لگی تھیں بمبئی میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھیں اور ان کے دو بچے تھے ایک لڑکا نسلی اور ایک لڑکی۔ قیام پاکستان کے کچھ عرصے کے بعد نیویلی واڈیا اور دینا میں علیحدگی ہوگئی۔ نیویلی واڈیا نے بمبئی کی رہائش ترک کر کے سوئزر لینڈ میں رہائش اختیار کرلی اور دینا نیویارک چلی گئیں جہاں وہ مڈی سن ایونیو پر واقع ایک شاندار فلیٹ میں رہتی ہیں۔ (۲۴) ان کا بیٹا نسلی واڈیا اپنے والد کی تمام جائداد اور کاروبار کا وارث ہے اور بمبئی میں مقیم ہے لڑکی دینا اپنی والدہ سے الگ "مین ہٹن" میں تنہائی اور گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہی

ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسٹینلے والپرٹ کی محولہ کتاب Jinnah of Pakistan ص ۶۳

۲۔ ہیکٹر بولائتھو کی محولہ کتاب Jinnah : Creator of Pakistan ص ۸۳۔ کہا جاتا ہے کہ دینا کا اصل نام "دین بائی" تھا لیکن وہ پیار میں "دینا" پکاری جانے لگیں جس طرح رتن بائی کو "رتی" پکارا جانے لگا تھا۔

۳۔ کانجی دوارکاداس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah ص ۳۶

۴۔ ایضاً، ص ۳۸

۵۔ کانجی دوارکاداس کی کتاب India's Fight For Freedom ص ۴۲۹

۶۔ ہیکٹر بولائتھو کی محولہ کتاب، ص ۱۰۱

۷۔ نواب یامین خان، نامۂ اعمال (لاہور ۱۹۷۰) ص ۴۸۵

۸۔ ہیکٹر بولائتھو، ص ۱۰۲
قائداعظم نے بعد کے برسوں میں مصطفےٰ کمال پاشا کے حوالے سے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ میں شاعر نہیں ہوں۔ میں شعلہ بیان خطیب نہیں ہوں۔ میں صرف دلائل دے سکتا ہوں۔ ایک صاحب نے مجھ کو ہندوستان کا مصطفےٰ کمال پاشا کہا ہے کاش میں مصطفےٰ

کمال ہوتا۔ اس صورت میں آسانی کے ساتھ میں ہندوستان کا مسئلہ حل کر لیتا۔ لیکن میں مصطفےٰ کمال نہیں ہوں میں اپنی پشت پر کوئی فوج نہیں رکھتا۔ اسی لئے میں نے دلیل کا راستہ اختیار کیا ہے۔ میری مضبوط ترین بندوق دلیل ہے۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۷ کو پٹنہ میں قائداعظم کی تقریر۔

۹۔ عزیز بیگ کی مولفہ کتاب Jinnah and His Times ص ۱۵۲

دینا جناح کو کس قسم کی اشیاء کی خریداری کا شوق تھا یہ بات تو واضح نہیں البتہ شواہد اور بیانات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ خریداری کی بے حد شوقین تھیں اور ان کی خریداری کے بل قائداعظم بلا کسی حیل و حجت ادا کر دیا کرتے تھے۔ قائداعظم پیپرز میں ان کی خریداری کا ایک بل موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے تاج محل ہوٹل بمبئی میں واقع "ہگنڈر برادرس" نامی جیولری کی دکان سے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۷ء کو ایک عدد سونے اور چاندی کا جڑاؤ "ٹکا جنی آرائش گلو" (Flap Jack) اور ایک عدد چاندی کا "آرائش گلو" خریدا تھا جو پچاس روپے اور اڑتیس روپے کے تھے۔ اس بل پر خریدار کا نام "مس دینا جناح" درج ہے۔ مزید برآں قائداعظم پیپرز میں دینا جناح کے نام کا ایک اور بل بھی موجود ہے جو "کیپ اینڈ کمپنی لیمٹڈ" کا ہے جہاں سے دینا جناح نے اپریل اور مئی ۱۹۳۷ء میں اپنا طبی معائنہ کروایا ہے۔ یہ بل پانچ سو دس روپے مالیت کا ہے اور ۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو وصولی کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس بل پر خریدار کا نام "مس محمد علی جناح"

درج ہے (دیکھئے' قائد اعظم پیپرز' فائل نمبر ۷ ۴۷'
دستاویز نمبر ۹ اور ۱۰)

۱۰- قائداعظم کے پاس ۱۹۲۴ سے ۱۹۴۰ تک پانچ کاریں تھیں۔ جن کے نام یہ تھے۔ (۱) سن بیم' یہ سب سے پرانی کار تھی اور قائداعظم اسے لندن سے لائے تھے (۲) گولام پیچ (۳) لاسالے' یہ کار نواب جونا گڑھ نے قائداعظم کو تحفتاً دی تھی (۴) پیکارڈ (۵) شیورلے۔ مصنف کو یہ تفصیلات قائداعظم کے ایک سابق ڈرائیور سید عبدالحیٔ نے ۸ دسمبر ۱۹۸۶ء کو ایک ملاقات میں بتائیں۔ سید عبدالحیٔ قائداعظم کے پاس اکتوبر ۱۹۳۴ سے جون ۱۹۴۰ء تک بحیثیت ڈرائیور ملازم رہے۔ آج کل وہ بھارت کے صوبے کرناٹک بنگلور میں مقیم ہیں۔ سید عبدالحیٔ دسمبر ۱۹۷۶ میں بھی پاکستان آئے تھے۔ اس وقت ان کا انٹرویو روزنامہ جنگ کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ میں شائع ہوا تھا۔ دسمبر ۱۹۸۶ میں روزنامہ ڈان کراچی میں قائداعظم کے عبدالحیٔ کے نام خطوط کے عکس شائع ہوئے اور روزنامہ حریت کے چیف رپورٹر شریف کمال عثمانی نے ان کا دو قسطوں میں ایک طویل انٹرویو کیا جو جنوری ۱۹۸۷ میں روزنامہ حریت میں شائع ہوا۔

۱۱- سید عبدالحیٔ کی مصنف سے گفتگو

۱۲- دینا واڈیا کی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے رئیس احمد جعفری نے جو مولانا شوکت علی کے رفیق خاص تھے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب دینا جناح نے نویلی واڈیا سے شادی کا فیصلہ کرلیا تو قائداعظم نے مولانا شوکت علی کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ دینا سے ملاقات کرکے اسے اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں لیکن نہ مولانا

شوکت علی اسے راہ راست پر لاسکے اور نہ باپ کی افہام و تفہیم کا کچھ نتیجہ نکلا۔ دیکھئے رئیس احمد جعفری کی محولہ کتاب قائداعظم اور ان کا عہد' ص ۸۶' ۸۷
محمد حنیف آزاد نے بھی دینا کی شادی کے بارے میں قائداعظم کے جذبات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ صاحب کو اس کا بہت صدمہ تھا ان کی خواہش تھی کہ وہ کسی مسلمان سے شادی کرے خواہ وہ کسی بھی رنگ و نسل کا ہو لیکن ان کی لڑکی جواز پیش کرتی تھی کہ جب صاحب کو اپنی شریک زندگی منتخب کرنے میں آزادی حاصل تھی تو وہ یہ آزادی اسے کیوں نہیں دیتے۔
سعادت حسن منٹو نے محمد حنیف آزاد سے سوال کیا تھا کہ کیا قائداعظم کی لڑکی کا "پارسی" لڑکے سے شادی کرنا ایک منظم سازش کا نتیجہ تھا۔ تو آزاد نے کہا کہ اللہ بہتر جانتا ہے لیکن مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ صاحب کی زندگی میں اپنی بیوی کی موت کے بعد یہ دوسرا بڑا صدمہ تھا۔ منٹو نے لکھا ہے کہ دینا کی شادی پر وہ بہت مضطرب رہے۔ پندرہ دن تک وہ کسی سے نہ ملے (دیکھئے سعادت حسن منٹو کی محولہ کتاب "گنجے فرشتے" ص، ۲۶ اور ۲۷)
ڈیپارٹمنٹ آف نیشنل آرکائیوز کے ڈائریکٹر جنرل عتیق ظفر شیخ نے اپنے ایک مضمون میں معروف صحافی "م ش" کی ڈائری کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ دینا نے ایک انٹرویو میں کہا میرے والد نے مجھ سے کہا اگر تم نے ایک غیر مسلم سے شادی کا فیصلہ کرلیا ہے تو میرے اور تمہارے درمیان تعلقات برقرار نہیں رہیں گے۔ اسلام خونی رشتوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ اگر تم نے ایک غیر مسلم

سے شادی کرلی تو پھر شریعت کی رو سے مسلمان نہیں رہو گی۔ انہوں نے اپنی بیٹی سے نہایت جذباتی انداز میں کہا کاش میں تم کو اس فیصلے سے روک سکتا۔ کاش تم میرے محسوسات کو جان سکتیں۔ ایک باپ کے محسوسات کو جس کی صرف ایک ہی بیٹی ہے لیکن میں خود کو اسلامی قوانین کے سامنے مجبور پاتا ہوں۔ قائداعظم یہ کہتے ہوئے آہستگی سے اپنی خواب گاہ میں چلے گئے۔ جب کہ ان کی بیٹی پھوٹ کر رونے لگی (دیکھئے عتیق ظفر شیخ کا مضمون Quaid-i-Azam's Family Environment مشمولہ' احمد حسن دانی کی مرتبہ کتاب World Scholars on Quaid-i- Azam ص ۵۸

ایم سی چھاگلہ نے لکھا ہے کہ جناح نے اپنے مخصوص تحکمانہ لہجہ میں اس (دینا) سے کہا کہ ہندوستان میں کروڑوں مسلم لڑکے ہیں اور وہ جس کو چاہے منتخب کرلے۔ تب نوجوان لڑکی نے جو اپنے والد سے کسی حد تک مشابہ تھی جواب دیا۔" ابا۔ ہندوستان میں کروڑوں مسلمان لڑکیاں موجود تھیں۔ آپ نے ان میں سے کسی ایک سے شادی کیوں نہ کرلی۔" دیکھئے چھاگلہ کی محولہ کتاب Roses in December ص ۱۲۰

دینا واڈیا نے ۲۲ اپریل ۱۹۷۰ کو Pakistan Time لاہور کے ایک نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ" بانی پاکستان نے اسلامی اصولوں کی پاسداری میں اپنے قریب ترین اور عزیز ترین تعلقات کو ترک کردیا۔ انہوں نے اپنے مذہب کے تقدس کی خاطر اپنے خونی رشتوں سے بھی لاتعلقی اختیار کرلی۔ میرے والد عظمت کی علامت تھے۔ ایسی عظمت جس کا الفاظ میں احاطہ کرنا میرے

اختیار سے باہر ہے۔ دینا نے نمناک آنکھوں، گلوگیر آواز اور نہایت جذباتی انداز میں نامہ نگار سے کہا کہ میرے والد مجھ سے بہت محبت کرتے تھے لیکن جب میں نے ایک غیر مسلم سے شادی کا فیصلہ کیا تو ان کو مجھ سے تعلق ختم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ "دینا واڈیا کے مطابق" جناح نے اس موقع پر کہا۔ اگر تمہارا یہ فیصلہ ہے تو پھر میرا فیصلہ بھی سن لو۔ یہ شادی تم کو مذہب اسلام سے خارج کردے گی اور اس کے بعد تم میری بیٹی نہیں رہوگی کیونکہ ترک مذہب کے بعد اسلام خونی رشتوں کو بھی قبول نہیں کرتا۔ دینا واڈیا نے مزید کہا۔ مجھے اس بات کا اس وقت المناک ثبوت ملا جب مجھ کو معلوم ہوا کہ ان کے ذاتی احکامات کے تحت مجھ کو اس وقت ویزا نہیں دیا گیا جب میں ان سے ان کے آخری لمحات میں ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ یہ دراصل میرے لئے سزا تھی۔ میرے اس عمل کی جس کی بنا پر میں نے ایام جوانی میں ان کا دل دکھایا تھا اور ان کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ (دیکھئے فضل حق قریشی کی مرتبہ کتاب Every Day with the Quaid-i-Azam (کراچی ۱۹۷۶) ص ۱۳۶-۱۳۷

۱۳- سید عبدالحیٰ کا انٹرویو۔

۱۴- قائداعظم کی اس وصیت پر ان کے انتقال کے ایک طویل عرصے کے بعد عمل درآمد شروع ہوگیا تھا۔ حال ہی میں کراچی کے پہلے ایڈمنسٹریٹر سید ہاشم رضا اور جناب لیاقت مرچنٹ نے جن کو سندھ ہائی کورٹ نے قائداعظم محمد علی جناح کی جائداد کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا ہے اپنے ایک مشترکہ اخباری بیان میں قائداعظم کی

وصیت پر عمل نہ کرنے سے متعلق جناب اردشیر کاؤس جی کے ایک الزام کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ......
محترمہ فاطمہ جناح کو وصیت کے مطابق حصہ ملتا رہا اور قائداعظم کی صاحبزادی مسز دینا واڈیا کو ان کے لئے مختص رقم کا منافع قائداعظم کی وصیت کے مطابق ادا کیا جارہا ہے ...... دیناواڈیا کو وصیت کے مطابق ادائیگی زندگی بھر جاری رہے گی اور ان کی وفات کے بعد دو لاکھ روپے کی مختص رقم ان کے بچوں میں تقسیم کردی جائے گی۔ دیکھئے روزنامہ جنگ کراچی' ۶ اکتوبر ۱۹۸۷' ص ۱۱' ۱۲

۱۵- وصیت کا مکمل متن ملاحظہ کرنے کے لئے دیکھئے سید شمس الحسن کی محولہ کتاب Plain Mr Jinnah ص ۲۹۰ تا ۲۹۲ اور پیش نظر کتاب کا ضمیمہ ۴

۱۶- اسٹینلے والپرٹ کی محولہ کتاب' ص ۲۷۰

۱۷- دیکھئے اسٹریس انٹرنیشنل کی مطبوعہ کتاب Pakistan: Past & Present کا سیکشن محمد علی جناح' ص ۵۴

۱۸- قائداعظم پیپرز' فائل نمبر ۵۱۰

۱۹- ایضاً" دینا جناح کے خطوط پر دیکھئے بشریٰ گوہر کا مضمون Dina's Letters to the Quaid مطبوعہ روزنامہ ڈان کراچی' ۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء ص I اور III

۲۰- سید حسن ریاض' پاکستان ناگزیر تھا۔ (کراچی ۱۹۷۰) ص ۲۸۸ ماؤنٹ بیٹن کی بحیثیت وائسرائے تقرری اور تقسیم ہند کے منصوبے کی تفصیلات کے لئے دیکھئے لطیف احمد شیروانی کی کتاب The Partition of India and Mountbatten (کراچی ۱۹۸۶)

۲۱- ۳ جون ۱۹۴۷ کو قائداعظم کی تقریر کے مکمل متن کے لئے دیکھئے جمیل الدین احمد کی مرتبہ کتاب

Speeches and Writings of Mr Jinnah

(لاہور ۱۹۶۴) جلد دوم - ص ۳۹۴ تا ۳۹۷

۲۲- قائداعظم پیپرز' فائل نمبر ۵۱۰

۲۳- دیکھئے اسٹریس انٹرنیشنل کی مطبوعہ محولہ کتاب ص ۵۴

۲۴- اسٹینلے والپرٹ کی محولہ کتاب' ص ۳۷۱

دسمبر ۱۹۸۶ کے کچھ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوگئی کہ دینا جناح کا ۱۹۸۶ء میں انتقال ہوگیا۔ اس خبر پر قائداعظم کے ایک قریبی عزیز لیاقت مرچنٹ سے جب رابطہ قائم کیا گیا تو "انہوں نے بتایا کہ انہوں نے یکم دسمبر ۱۹۸۶ء کو دینا جناح کو آخری خط لکھا ہے اور ۲۰ دسمبر ۱۹۸۶ء کو ان سے ٹیلیفون پر گفتگو کی ہے۔ وہ ان دنوں چھٹیاں گزارنے فلوریڈا گئی ہوئی ہیں۔" دیکھئے روزنامہ ڈان کراچی یکم جنوری ۱۹۸۷' ص ۵

ہوم رول لیگ کا ایک گروپ فوٹو۔ درمیان میں قائداعظم محمد علی جناح بیٹھے ہیں جبکہ ان کے پاس نیچے کانجی دوارکاداس بیٹھے ہیں۔

قائداعظم اور دینا جناح : لندن میں

کانجی دوار کا داس سے مراسلت

کانجی دوار کا داس اور رتی جناح کے مراسم دو ایسے افراد کے مراسم تھے جو خدمت کے حوالے سے مقاصد کی یکسانیت رکھتے تھے۔ کانجی دوار کا داس بنیادی طور پر سوشلسٹ نظریات کے حامل تھے ان کا حلقہ احباب وسیع اور کام کرنے کا دائرہ وسیع تر تھا۔ وہ بیک وقت نہ صرف ہندوستان کی سیاسی صورت حال سے دلچسپی رکھتے تھے بلکہ سماجی امور سے بھی ان کو گہرا شغف تھا ڈاکٹر اینی بیسنٹ سے قربت کی بناء پر تھیوسوفسٹ خیالات ان کی سوچ کا محور و مرکز تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ہر شخص خدا کی روحانی معرفت بلاواسطہ وجداور وجدان سے حاصل کر سکتا ہے اور اس عقیدے کی ترویج و اشاعت میں وہ سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے۔ رتی جناح سے کانجی دوار کا داس کی باقاعدہ ملاقات رتی کی محمد علی جناح سے شادی

کے بعد ہوئی۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ

"۱۹۱۶ کے اجلاس کانگریس میں لکھنؤ جاتے ہوئے میں نے صرف رتی کو دیکھا تھا لیکن ان سے میری ملاقات دراصل ۱۹۱۸ کے موسم بہار میں جناح سے ان کی شادی کے بعد ہوئی۔" (۱)

جون ۱۹۱۷ میں محمد علی جناح بمبئی ہوم رول لیگ کے صدر منتخب ہوئے جب کہ عمر سوبانی، شنکر لال بنکر اور کانجی دوار کا داس کا انتخاب اعزازی سیکریٹریز اور خازن کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ اس بنا پر جناح سے ان کی ملاقات روزانہ کا معمول بن گئی۔ بقول ان کے "جناح سے رتی کی شادی کے بعد تقریباً ہر ہفتہ رات کے کھانے پر میں ان کا مہمان ہوتا تھا اور یہاں ہی سے وہ عظیم دوستی شروع ہوئی جو ہم دونوں (رتی اور کانجی) میں سے کوئی اس وقت محسوس نہیں کر سکتا تھا"۔ (۲)

کانجی دوار کا داس نے رتی جناح کی شخصیت اور طبیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا کہ

"رتی جناح نیکی، طبعی شرافت اور رحم دلی کا پیکر تھیں انہوں نے حیرت ناک حد تک دلچسپ اور بھر پور زندگی گزاری۔ گاندھی، نہرو، اینی بیسنٹ جیسی عوامی شخصیات پر لکھنا اور ان کی داستان حیات مرتب کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا کسی ایسی ہستی کی داستان کا تالیف کرنا جو حد درجہ ذہین بھی ہو جیسا کہ رتی تھیں اور جنھوں نے عوامی زندگی میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ ان کی کہانی ایک فرد کی سرگرم عمل

زندگی اور ان کی اپنی داخلی حیات کی کہانی ہے ...
یہ کہانی فقط ذاتی نہیں بلکہ اس میں رتی کی عظمت بھی مضمر ہے یہ کہانی صرف میرے اور ان کے درمیان عظیم دوستی کی نہیں بلکہ اس کہانی کا افق زیادہ وسیع اور اہم ہے۔ یہ روشن ضمیری، غیر معمولی بصیرت اور تکلم روحانی کی داستان ہے۔ اس کا تعلق غیر جسمانی سطح پر زندگی اور ایک ایسے علم کے تجسس سے ہے جو اس شور و غل اور ہنگامہ خیز دنیا میں نہ تو سمجھ میں آسکتا ہے اور نہ آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ رتی حد درجہ ذہین نہایت باخبر اور صاحب مطالعہ تھیں۔ وہ انسانوں اور واقعات پر گہری نظر رکھتی تھیں اور متوازن فیصلہ کرتی تھیں۔ ان کو تحقیق کے ایک طالب علم کا سا جذبہ تجسس قدرت نے ودیعت کیا تھا۔ میں نے اور رتی نے عملی اور روحانی سطح پر مختلف منصوبوں پر کام کیا۔ ہمارے تجربات انگلستان میں طبعی تحقیق کی سوسائٹی کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہونگے، ان تجربات کو میں نہایت انکساری نیک نیتی اور معروضیت کے ساتھ بیان کروں گا۔" (۲)

رتی کی جناح سے شادی کے بعد کانجی دوار کا داس کی رتی سے باقاعدہ ملاقات ہوتی رہی کیونکہ اس وقت تک محمد علی جناح اور کانجی دوار کا داس کا سیاسی موقف و میلان نہ صرف ایک تھا بلکہ کانجی دوار کا داس خود کو جناح کا سیاسی شاگرد تصور کرتے تھے وہ

لکھتے ہیں کہ

رتی بڑی قوم پرست تھیں۔ ملک کی سیاسی صورتحال سے ان کو شدید دلچسپی تھی اور وہ ہندوستان کی سیاسی سرگرمیوں سے اپنے آپ کو ذاتی طور پر وابستہ رکھنا چاہتی تھیں۔ مسز سروجنی نائیڈو ان کی اور میری دونوں کی دوست تھیں اور ہم گھنٹوں مختلف موضوعات پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ جناح جو واقعی ہمارے رہنما تھے وہ بھی ہماری گفتگو میں یکساں دلچسپی رکھتے تھے۔ (۴) یہ گفتگو کبھی کبھی کتنی طول پکڑ جاتی تھی اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۲ جنوری ۱۹۲۲ کو بنارس اور الہ آباد سے واپسی پر میں جناح اور رتی سے ملنے گیا وہاں سندھ کے مسلمان رہنما غلام محمد بھرگڑی بھی موجود تھے۔ ہم صبح کو تین بجے تک باتیں کرتے رہے۔ اگلی شام بھی میں نے رات کا کھانا ان کے ساتھ کھایا اور پھر ہم تقریباً سات گھنٹے تک یعنی صبح ۴ بجے تک باتیں کرتے رہے .... رتی کو جناح کی سیاسی مصروفیات سے غیر معمولی حد تک دلچسپی تھی چنانچہ وہ گفتگو میں مکمل حصہ لیتی تھیں اور آس لگائے رکھتی تھیں کہ ملک عنقریب سوراج سے قریب ہوجائے گا۔" (۵)

کانجی دوارکاداس نے اپنی اور رتی کی دوستی کے حوالے سے بہت سے واقعات رقم کئے ہیں ایسے واقعات جن کا اگر روحانیت سے

کوئی تعلق نہیں تو وہ مافوق الفطرت ضرور ہیں۔ ۱۹۲۲ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کانجی دوار کا داس لکھتے ہیں کہ:

"مئی کے مہینے کی ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ رتی ایک پرانی وضع کے مخصوص صوفے پر لیٹی ہوئی ہیں اور صوفے کی عقبی دیوار پر بجلی کی فٹنگ ہے اور ایک لینڈ اسکیپ کی تصویر آویزاں ہے۔ رتی نے خواب میں کہا کانجی میری مدد کرو۔ اگلی صبح جب میں بیدار ہوا تو یہ خواب مجھے یاد تھا لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اگلی شب مجھے پھر یہی خواب انہی تفصیلات اور رتی کی مدد کے لئے درخواست کے ساتھ دکھائی دیا۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو خواب مجھے یاد تھا اگرچہ میں نے اس مرتبہ بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دی لیکن یہ بات مجھے عجیب معلوم ہوئی کہ ایک ہی طرح کا خواب دو رات مسلسل کیسے دکھائی دیا۔ تیسرے دن سہ پہر کو میں کوئی پانچ بجے دفتر سے واپس آتے ہوئے اور خواب کو قطعی یاد نہ رکھتے ہوئے جناح کے بنگلہ ساؤتھ کورٹ پر پہنچ گیا۔ میں نے کئی ہفتے سے رتی کو نہیں دیکھا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں جناح کے بنگلے پر بغیر کسی پیشگی اطلاع کے گیا تھا۔ جیسے ہی میں کار سے باہر آیا جناح کے ملازم نے مجھے بتایا کہ رتی بیمار ہیں۔ میں نے اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا کہ یہ رتی کو دے دینا۔ میں کار میں بیٹھ

کر جانے ہی والا تھا کہ ملازم نے کہا کہ آپ توقف کریں میں کارڈ ان کو دیتا ہوں شاید وہ آپ سے ملنا چاہیں۔ ملازم ایک منٹ بعد ہی واپس آیا اور کہنے لگا کہ رتی آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ وہ مجھے عقبی برآمدے میں لے گیا جہاں رتی لیٹی ہوئی تھیں میری حیرت کا اندازہ لگائیے کہ جب میں نے اسے اسی صوفے پر لیٹے دیکھا جس کی عقبی دیوار پر ویسی ہی بجلی کی فٹنگ اور تصویر تھی جیسی کہ میں نے مسلسل دو رات خواب میں دیکھی تھی۔ میں نے رتی سے اپنے خواب کے بارے میں کچھ نہیں کہا اور اس وقت تک ان سے گفتگو کرتا رہا جب تک کہ ساڑھے سات بجے جناح اپنے چیمبر سے واپس نہیں آگئے۔ (۶)

ستمبر ۱۹۲۲ میں رتی انگلستان کے لئے روانہ ہوئیں اور انہوں نے دوران سفر ۲۵ ستمبر کو کانجی دوارکا داس کو ایک خط میں لکھا کہ:

جمعرات کو ہم عدن پہنچنے والے ہیں میں اپنے پاس موجود ناموں میں سرفہرست تمہارا نام لکھا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ تم اس بات کا اس خط کے ماتھے پر لکھی ہوئی تاریخ سے اندازہ لگا سکتے ہو۔ بات یہ نہیں کہ میرا بجٹ بہت مرعوب کر دینے والا ہے بلکہ میں سمندر میں سفر کرتے ہوئے اپنی خصوصیات سے دستبردار ہو کر بہت محتاط ہو جاتی ہوں۔ تم جیسے بہت سے لوگ جو مجھ سے بہت اچھی طرح واقف

ہیں یہ سوچ سکتے ہیں۔ میری آنتیں ہمیشہ موجیں مارتی ہوئی سطح کے خلاف دفاعی اقدام کرتی ہیں۔ تمہارا تار جس کے لئے میں تمہاری شکر گذار ہوں مجھے تمہاری اس توجہ کا مزید ثبوت فراہم کرتا ہے جو اکثر و بیشتر تم مجھ پر کرتے رہتے ہو۔ خاص طور پر میری حالیہ علالت کے دوران اور میں اس موقع پر تمہاری مہربانیوں پر اظہار تشکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی......

اور ہاں ایک بات اور۔ جاؤ اور جناح سے ملو اور مجھے بتاؤ وہ کیسے ہیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ کام کرنے کے عادی ہیں اور اب جب کہ میں وہاں نہیں ہوں ان کو ستانے اور پریشان کرنے کے لئے وہ پہلے سے زیادہ کام کررہے ہوں گے۔ اور اب نیک خواہشات کے ساتھ خدا حافظ۔ (۷)

کانجی دوار کا واس نے لکھا ہے کہ اس خط کو پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ میں مئی میں جو رتی سے ملنے گیا تھا وہ محض اتفاق نہیں تھا بلکہ یہ ایک پیغام تھا جو رتی کی روحانی قوت نے مجھے پہنچایا تھا۔ قلبی تعلق کی ایک دلیل تھی یا اس وقت جب جسم سو رہا ہو خواب کے ذریعے پیغام رسانی کی ایک مثال۔ خیالات کی منتقلی Telepathy اب ایک مصدقہ حقیقت ہے۔ فزیکل ریسرچ سوسائٹی اور ڈیوک یونیورسٹی کے نفسیات پر ریسرچ کرنے والے پروفیسر خیالات کی منتقلی کی بنیاد کو نہیں سمجھتے لیکن میرے علم اور ان تعلیمات کے مطابق جو مسز اینی بیسنت کی کتابوں اور ان کی شخصیت سے میں نے اکتساب

کی ہیں، قلبی تعلق یا خیالات کی منتقلی در حقیقت شعور یا تحت الشعور کی طبعی جسم سے باہر ملاقات ہے۔ میں یہاں اس کی مزید وضاحت نہیں کرسکتا بس یہاں اتنا عرض کرنا کافی ہوگا کہ مادام بلا واتسکی اور مسز اینی بیسنت کی ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جو انہوں نے طبعی حالت کی باہر کی دنیا پر لکھی ہیں۔ رتی کو غیر طبعی دنیا سے رابطہ پیدا کرنے کا بے حد شوق تھا اور اس نے اس بارے میں اپنے عقائد و معتقدات کی توثیق کے لئے نہایت مشکل اور خطرناک تجربات کئے۔ وہ اس سلسلے میں علم حقیقی کی خواہشمند تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ علم ان کو وسیلہ اور ذرائع کی مدد سے نہیں بلکہ حلقہ حاضرات سے حاصل ہو سکتا ہے انہوں نے ۲۱ نومبر ۱۹۲۴ء کو مجھے لکھا:

”تمہارے خط کا شکریہ، ہاں اگر موقع ملے تو ضرور آؤ اور اگر تم مجھے فون کر کے بتا دو تو میں تم سے ملاقات کے لئے گھر پر ہی رکی رہوں گی۔ میں ایک مسئلے میں تم سے تبادلہ خیال کرنے کے لئے بہت بے چین ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میری مدد کر سکتے ہو۔ حال ہی میں اتصال روح کے موضوع پر میں بہت منہمک رہی ہوں اور مجھے بے حد شوق ہے کہ مزید معلومات حاصل کروں اور سچائی کیا ہے یہ جان سکوں۔ یہ ایک ایسا الجھا دینے والا موضوع ہے کہ میں اس سلسلے میں جتنا سنتی ہوں اتنا ہی الجھتی جاتی ہوں اگرچہ میرا شوق مزید بڑھ جاتا ہے۔ میرے خیال میں ہمارے شہر میں روحانی علم رکھنے والے حلقے میں تم ایک ایسی معتبر

شخصیت ہو جس کے علم حاضرات پر ہر کوئی اعتبار کر سکتا ہے۔ میں کسی عقیدے سے وابستہ نہیں ہوں اور نہ میں معتقدات کی قائل ہوں۔ لیکن حال ہی میں مجھ کو حسن اتفاق سے یہ تجسس ہوا کہ روحانی عناصر کا مطالعہ کروں اور اب میں اس معاملے میں اتنی آگے بڑھ گئی ہوں کہ جب تک ذاتی تسلی حاصل نہ کرلوں اسے چھوڑ نہیں سکتی' اگرچہ مجھے پورا احساس ہے کہ اس نوعیت کے معاملات میں کسی شخص کو مطلوبہ شہادت نہیں ملتی۔ بہر حال مجھے تجسس ہے کہ اس سلسلے میں تم میری مدد کر سکتے ہو اور بتا سکتے ہو کہ میں کون سا وسیلہ اختیار کروں یا کسی روشن ضمیر پیشہ ور شخص کو تجویز کرو۔ میں چاہوں گی کہ میں اس وقت تک اپنی شناخت کو ظاہر نہ کروں جب تک کہ تم معلومات حاصل کرو۔ مجھے بجا طور پر امید ہے کہ تم میری مدد کر سکو گے۔اپنے اور اپنی اہلیہ کے لئے میری نیک خواہشات قبول کرو۔(۸)

کانجی دوار کا داس نے رتی کے اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ رتی کے تجسس و تلاش کی شدت کے پیش نظر میں ان کو یہ بتا کر مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ غلط راستے پر چل رہی ہیں چنانچہ مجھے ان سے بحث کرنا پڑی اور انہیں دلائل دینا پڑے۔ دسمبر ۱۹۲۴ کو بمبئی میں تھیوسوفیکل کنونشن منعقد ہوا جس سے اینی بیسنٹ' جے کرشن مورتی اور جناراجہ داس نے خطاب کیا۔ ان افراد کی تقاریر

سے رتی کو کافی مدد ملی پھر مسز جیمز کزنز نے رتی سے ملاقات کر کے ان سے مختلف مسائل پر طویل گفتگو کی۔ رتی نے مسز جیمز کزنز کی گفتگو سے بڑے نتائج اخذ کیے۔ انہوں نے ۲۸ دسمبر ۱۹۲۴ کو ایک خط میں لکھا کہ

مجھے مسز کزنز سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ... وہ بڑی پرکشش بہت صابر اور سہارا دینے والی خاتون ہیں حالانکہ میں حلقہ حاضرات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں جس پر کسی وسیلے کا کنٹرول ہو خواہ وہ وسیلہ' پیشہ ور ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے بے حد شوق ہے کہ میں اس معاملے کا ذاتی تجربہ حاصل کروں جس پر مجھے بھرپور یقین ہے۔

رتی جناح نے جن کو خوبصورتی اور حسن سے بے پناہ لگاؤ تھا اپنے اس خط میں تھیوسوفیکل کونشن میں موجود جناراجہ داس کی بیوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ

"اس موضوع سے ہٹ کر اس (جناراجہ داس) کی بیوی کتنی پرکشش شخصیت کی مالک ہے اس کا چہرہ دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ یہ چہرہ ایسا ہے جس کو صرف چہرہ کی حد تک نہیں بلکہ بنظر غائر دیکھا جاتا ہے۔ اس چہرے میں آنکھیں اتر جاتی ہیں۔ مجھے پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ تابناک چہرہ کسے کہتے ہیں میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں اس کی اسیر ہو گئی ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم کوشش کر کے جب وہ بمبئی میں ہو گی میری اس سے ضرور ملاقات

کراؤ گے۔"

رتی نے اس خط میں کانجی دوار کا داس سے ایک کتاب "ٹوورڈس دی اسٹارز" کے بارے میں رائے طلب کرتے ہوئے لکھا کہ اس کتاب کے موضوع کے ساتھ مصنف نے اپنی تمسخر آمیز خود اعتمادی کی بنا پر ظلم نہیں کیا ہو گا۔ (۹)

رتی جناح نے کانجی دوار کا داس سے روحانیت، غیر طبعی حالت، روحانی اتصال، خیالات کی منتقلی، حلقہ حاضرات اور روشن ضمیری کے موضوع پر مسلسل خط و کتابت کی۔ (۱۰)

رتی کو مسز اینی بیسنٹ، کرشنا مورتی، جناراجہ داس اور کانجی دوار کاداس کے قرب نے نام نہاد حیرت انگیز روحانی مظاہرے کے مطالعے پر مائل کر دیا تھا اور وہ نہ صرف خود ہمہ وقت اسی تجسس میں مستغرق رہتی تھیں بلکہ ان کی خواہش تھی کہ محمد علی جناح بھی اس موضوع میں دلچسپی لیں اور ایسی کتابوں کا مطالعہ کریں جن سے اس موضوع کی حقیقی صورتحال کی تصدیق ہوتی ہو۔ رتی نے ۱۲ اپریل ۱۹۲۵ کو کانجی دوار کاداس کو ایک مفصل خط تحریر کیا جس میں انہوں نے اپنی کتابوں سے دلچسپی، اپنی صورت حال اور جناح کے رویے کا بھی تذکرہ کیا ہے وہ لکھتی ہیں:

> کتابوں کا شکریہ میں ان کتابوں میں غرق ہوں لیکن یہ اتنی مفصل نہیں ہیں جتنی کہ ایچ پی بی کی کتاب "Secret Doctrine" تھی۔ اس کتاب نے جو متعدد اسرار مجھ پر کھولے ہیں وہ بہت قابل ذکر ہیں۔ میرا ذہن بہت الجھا ہوا ہے جیسا کہ سنجیدہ مسائل میں ہونا چاہیے۔ اس موضوع پر اگرچہ میں

نے اکثر معیاری مصنفوں سے رجوع کیا ہے تاہم ایچ
پی بی کے مقابلے میں کسی نے بھی میری کوئی مدد
نہیں کی۔ میں اب بھی "Secret Doctrine" کا
مطالعہ کر رہی ہوں اور اکثر مقامات پر اتنی الجھ جاتی
ہوں کہ غصہ سے کتاب رکھ دیتی ہوں۔ یہ عجیب
چکرا دینے والی کتاب ہے۔ اس موضوع پر اگرچہ
میں خاصا مطالعہ کر چکی ہوں لیکن میری نظر سے
کبھی کوئی کتاب اتنی آسان فہم اور اسی قدر مشکل
نہیں گزری۔ میں چاہتی ہوں کہ ایک ایسا شخص
مل جائے جو ان الجھا دینے والے امور پر میری
رہنمائی کرے۔ ایک ایسا شخص جس کا علم اس
وقت میری الجھن دور کر دے جب میں شدید الجھی
ہوئی ہوتی ہوں۔ برسبیل تذکرہ اگر کبھی اس
موضوع پر کوئی لیکچر وغیرہ ہو تو مجھے اطلاع دینا۔
میں اس موضوع پر دوسروں کے خیالات سنوں۔
اس سے بہتر یہ بھی ہے کہ اگر کوئی جریدہ ہو جو
مجھ کو تازہ ترین حالات سے باخبر کرے۔ لائٹ
نامی جریدے سے میں باخبر ہوں لیکن کیا اس کا
کوئی ہندوستانی جریدہ مدمقابل ہے۔ میں رفتہ رفتہ
لیکن مکمل تیقن کے ساتھ جے (۱۱) کی توجہ اس
موضوع کی جانب مبذول کر رہی ہوں کبھی ضد اور
کبھی خوشامد کے ذریعے میں نے ان سے
"The Spirit of irene" پڑھوالی ہے جس کا

تذکرہ میں نے تم سے اس وقت کیا تھا جب میں تم کو "Towords the Stars" مستعار دے رہی تھی۔ میں اس وقت تم کو یہی کتاب دینا چاہتی تھی لیکن وہ ملی نہیں تھی۔ در حقیقت جب سے میں روحانیت کی طرف مائل ہوئی ہوں یہ سب سے زیادہ نتیجہ خیز پارۂ شہادت ہے جو میرے مطالعے میں آئی ہے۔ بہر حال "جے" کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ (واقعہ) لائق توجہ اور ناقابل انکار ہے اس کی سفارش و تصدیق کرنے کا کوئی اور پہلو نہیں۔ نہ ہی نفاست فکر اور نہ کوئی خاص ادبی اہلیت اگرچہ یہ ایک ٹھوس شہادت کو پیش کرتی ہے لیکن اس میں کوئی ایسا پہلو نہیں جو ماننے والوں کو اپیل کر سکے۔ علاوہ ازیں پورے تجربے کا نتیجہ ایسا ہے کہ جو ہم جیسے رد و کد کرنے والوں کو اپیل کرے۔ یہ واقعہ ایک قتل کا سراغ لگانے اور آخر کار قاتل کو عدل کی منزل سے گذارنے سے متعلق ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ فیصلہ قابل تقلید ہو گا۔ جرائم کی تاریخ میں ایک رسوائے زمانہ جرم "Boscomb" کا قتل ہے جو ایک غریب باورچن کے گرد گھومتا ہے جسے لندن سے "bosecomb" لایا گیا تھا اور پھر وہ قتل کر دی گئی۔ قتل کی تفصیلات ہولناک ہیں یہ جرم نفسانیت کا شاخسانہ تھا۔ پولیس مجرم کی چالاکیوں سے دھوکہ کھا گئی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا پھر تم یقین کر سکتے ہو

کہ اس نے حلقہ حاضرات سے کام لینے کی کوشش کی۔ بہرحال اسے مطلوبہ سراغ مل گیا اور شہادت اس نوعیت کی تھی کہ وہ بدنصیب شخص پھانسی چڑھ گیا۔ اس کتاب میں مختلف گواہوں کے نام اور عہدے بھی ظاہر کئے گئے ہیں اور جب کہ اس کتاب کے دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں نہ تو پولیس حکام کی جانب سے اور نہ ہی کسی اور طرف سے اس کتاب میں شامل تفصیلات کے بارے میں کوئی تردیدی لفظ سامنے آیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہر شخص بڑی معقولیت کے ساتھ یہ سوچ سکتا ہے کہ مصنف اپنے علم کی بنا پر بات کر رہا ہے "جج" بھی اس مقدمے کے تمام واقعات میں کوئی بھی نقص نہیں نکال سکے۔ اندیشہ ہے کہ ہم شاید کشمیر نہ جا سکیں کیونکہ جناح "باؤلا کیس" میں مصروف ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ ہم بمبئی میں ہی رہیں گے ... میں نے آرٹسٹ چٹرجی کو لکھا ہے جس کے پتے کے لئے میں تمہاری شکر گذار ہوں، میں نے اس سے اپنی تین مختلف سائز کی تصویریں بنانے کو کہا ہے۔ جواب کا بے چینی سے انتظار ہے اور امید ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو قبول کر لے گا۔ (۱۲)

کانجی دوارکا داس ہر ہفتے رتی کو مختلف موضوعات پر کتابیں بھیجا کرتے تھے کیونکہ رتی کو مطالعہ کا گہرا ذوق تھا وہ ہر قسم کی کتابوں میں دلچسپی رکھتی تھیں لیکن روحانیت اور ادب سے متعلق کتب ان

کی توجہ کا ہمیشہ مرکز رہتی تھیں۔ خصوصاً جب رتی اور کانجی دوارکا داس کی ملاقات ہوتی تو بیشتر وقت کتابوں کے ہی موضوعات پر گفتگو ہوا کرتی تھی۔ کانجی دوار کا داس اکثر رتی سے اہم کتابوں کے بارے میں ان کی رائے بھی معلوم کرنے کے لئے خط لکھا کرتے تھے بقول کانجی دوار کا داس میں اکثر کتابوں پر ان کے خیالات و تبصرے معلوم کرتا تھا اس وقت چونکہ میں تمام خط اپنے قلم سے لکھا کرتا تھا اس لئے ان کی نقول محفوظ نہیں، البتہ ان خطوط کو جناح بھی پڑھا کرتے تھے اور میرے تبصروں و تنقیدوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ (۱۴)

رتی جناح مسلسل مطالعہ، مافوق الفطرت اور ماورائے امکان باتوں پر غور و فکر کرنے کی وجہ سے شدید ذہنی دباؤ کا شکار رہنے لگی تھیں لیکن وہ کسی طرح بھی اپنے ان نام نہاد روحانی تجربات سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھیں۔ کانجی دوار کا داس کے نام ان کے ایک خط سے ان کی ذہنی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

> ہاں مجھے خوابوں کے سفر کے بارے میں علم ہے جس کا تم ذکر کرتے ہو لیکن میں خواب عالم بیداری میں دیکھا کرتی ہوں۔ میں مذاق نہیں کر رہی ہوں تم نے اپنے خط میں جس قسم کے تجربے کا ذکر کیا ہے اس کا میں نہایت خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کروں گی لیکن میری دوا خوردہ نیند میں نجات کا کوئی پہلو نہیں۔ علاوہ ازیں پانچ چھ گھنٹے سے زیادہ نیند اور آرام ذہن کو تو پر سکون کر دیتا

ہے مگر مقاومت کرنے والی جسمانی بے چینی کو کوئی اہمیت نہیں۔ میں بہت کم خواب دیکھتی ہوں اور خواب دیکھنے کے بعد میں جاگ جاتی ہوں اور مجھے احساس ہو جاتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور بس! میری روح بہت بوجھل ہے اور اگرچہ میں مشاق رہتی ہوں اور تمنا کرتی ہوں، خدا جانتا ہے کس قدر دل سے اور کس قدر شدت سے، لیکن پھر بھی میری تحقیق ناکام ہی رہتی ہے۔ میں ایک عجیب بے چینی محسوس کر رہی ہوں اور چاہتی ہوں کہ کوئی ایسا نفسیاتی طاقت رکھنے والا مل جائے جو میری مدد کر سکے۔ میری غیور روح اس موضوع کی ہمہ گیری اور وسعت کے آگے سر تسلیم خم کر دیتی ہے اور میرے اندازے کے مطابق ہم میں سے وہ لوگ جو مخفی بصیرت یا اسی طرح کی نفسیاتی قوت رکھتے ہیں اپنی ان صفات و فضیلت کی بناء پر عالمی شعرا اور مغنیوں کے ہم پلہ قرار پاتے ہیں۔ حکماء اور فقراء بھی اسی بناء پر عالمی پیغام بروں کے دوش بدوش دکھائی دیتے ہیں بہر حال ہم لوگ فی الحال اتنے کم نظر اور نابینا ہیں کہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ روح ہمارے نیم دیوانگی میں مبتلا شعور پر کیا کچھ منکشف کرے گی لیکن ذہن جس چیز سے اکثر بغاوت کرتا ہے اور قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اسے ہماری اندر کی مخفی بصیرت یا چھٹی حس بڑی آسانی سے قبول کر لیتی ہے اور اکثر فکر و انہماک

دیتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس کو اپنے
بارے میں کوئی قدیم یا ابتدائی علم حاصل ہو گیا ہو
... میں بہت لکھ چکی لیکن مجھے یقین ہے کہ میری
یہ باتیں ہمدرد ہاتھوں میں ہوں گی اور فہم رکھنے
والی نگاہیں وہ سب پڑھ رہی ہوں گی جو میں نے
لکھا ہے۔ (۱۴)

انکشاف ذات اور تسخیر روح کے مراحل کے ساتھ ہی ساتھ رتی کو
بلا واسطہ خدا کی معرفت روحانی یعنی تھیوسوفی سے بھی دلچسپی پیدا
ہوگئی تھی اور وہ باقاعدہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کی رکنیت حاصل کرنا
چاہتی تھیں۔ جولائی ۱۹۲۵ء میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کا کنونشن اڈیار
(مدراس) میں ہونے والا تھا رتی نے اس اجلاس میں شرکت کا
فیصلہ کر لیا۔ سوئے اتفاق وہ کنونشن کے آغاز پر اڈیار نہ پہنچ سکیں
کیونکہ اچانک ان کی بلی بیمار ہوگئی تھی لیکن ایک ہفتے بعد جب وہ
اڈیار پہنچیں تو کانفرنس کے منتظمین نے ان کا پرتپاک خیرمقدم کیا۔
اس دوران رتی جناح نے نہ صرف کنونشن کے شرکاء کی طول طویل
تقریریں دلچسپی اور انہماک کے ساتھ سنیں بلکہ مسز اینی بیسنٹ سے
تھیوسوفی کے موضوع پر طویل بات چیت کی۔ مسز اینی بیسنٹ رتی کو
بہت زیادہ پسند کرتی تھیں چنانچہ اڈیار میں انہوں نے رتی جناح سے
ملاقات کے بعد کانجی دوارکاداس کو مشورہ دیا کہ وہ رتی جناح کا
خیال رکھیں کیونکہ وہ ایک دکھی خاتون ہیں۔ (۱۵)

اس کنونشن میں جو اپنے اختتام کو پہنچتے پہنچتے تقریبا بین الاقوامی ہو
گیا تھا رتی کی ملاقات متعدد ایسے افراد سے ہوئی جو تھیوسوفسٹ
نظریات پر بھر پور یقین رکھتے تھے۔ لیکن رتی کو صرف مسز اینی

بیسنت کی شخصیت نے ہی سب سے زیادہ متاثر کیا جس کے جواب میں رتی کے وہ ستائشی جملے پیش کئے جا سکتے ہیں جو انہوں نے کانجی دوارکاداس کے نام اپنے خطوط میں لکھے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ رتی نے جناراجا داس کی شخصیت میں بھی دلچسپی ظاہر کی کیونکہ وہ "توجہ" کا حصار باندھنے پر کمال رکھتا تھا۔ رتی نے کنونشن کے دوران ہی جناراجا داس سے درخواست بھی کی تھی کہ وہ کسی چیز کو اپنی روحانی "توجہ" سے مسحور کر دیں تاکہ وہ چیز اس کی محافظ و مددگار ثابت ہو سکے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کانجی دوارکاداس کو بھی اس قسم کی عملیات پر عبور حاصل تھا چنانچہ جب رتی ۱۹۲۶ میں دوبارہ لندن جا رہی تھیں تو انہوں نے کانجی دوارکا داس کو لکھا کہ میں یورپ اور امریکہ کے چند ماہ کے دورے پر جا رہی ہوں ... اس لئے کسی چیز کو اپنی "توجہ" سے مسحور کر دو تاکہ وہ مجھے تم سے رابطے میں رکھے۔ کانجی دوراکاداس نے ابتداً تردد کیا لیکن بعد میں اسے لکھا کہ وہ کوئی قیمتی پتھر اسے بھیج دے وہ اپنی سی ہر ممکن کوشش کرے گا چنانچہ رتی نے اس کو ایک سبز پتھر بھیج دیا جسے کانجی نے اپنی توجہ سے مسحور کر دیا۔ رتی اگست ۱۹۲۶ کے آخری ہفتے میں واپس لوٹیں اور یکم ستمبر ۱۹۲۶ کو کانجی دوارکاداس کو خط میں لکھا

> "اگر تم ہفتے کے دن فارغ ہو تو ہمارے ساتھ رات کا کھانا کھاؤ تم نے اپنی نیند پوری کر لی ہو گی جو پچھلے ہفتے ہمارے ساتھ صبح کے ۵ بجے تک جاگ کر گنوائی تھی اگر مجھے کبھی صبح کے پانچ بجے تک جاگنا پڑے تو میں عام طور پر لیٹتی نہیں ہوں اور اسی کو میں اپنے لئے مناسب سمجھتی ہوں بہر حال

ضرور آؤ "جے" اور میں دونوں ہی بہت خوش ہوں گے۔" (۱۶)

محمد علی جناح کو ابتداً رتی کے ان مشاغل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر ان مافوق الفطرت باتوں پر رتی اور کانجی دوار کا داس کا مذاق اڑایا کرتے تھے لیکن اس عدم دلچسپی کے باوجود وہ اس بات سے خوش تھے کہ اس طرح رتی کی مصروفیت کا ایک سبب پیدا ہو گیا ہے۔ وہ خود کو بیکار محسوس نہیں کرتیں بلکہ تمام دن ان مشاغل میں جس میں کتابوں کا مطالعہ بھی شامل تھا' خود کو مصروف رکھتی تھیں۔ ۱۹۲۶ کے شروع میں ہی رتی غیر محسوس کن طور پر بیمار رہنے لگی تھیں ان کی بیماری کا تعلق خالصتاً" نفسیات اور ذہنی دباؤ سے تھا۔ اسی دوران اتفاقاً" رتی کے پاؤں میں سوئی ٹوٹ گئی جس نے خطرناک شکل اختیار کر لی حتیٰ کہ رتی چلنے پھرنے سے معذور ہو گئیں انہوں نے کانجی دوار کا داس کو اپنی جزوی صحت یابی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا:

"میں اب بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں اور اگر میرے پاؤں بد صورت اور سوجے ہوئے نہ ہوتے تو میں حسب معمول ہشاش بشاش ہوتی' اب حالت یہ ہے کہ میں اپنی سہیلیوں اور دوستوں سے ملنے لگی ہوں اور آج رات سینما بھی جا رہی ہوں خواب گاہ کی جوتیاں پہن کر کیونکہ میرے جوتوں کی کوئی بھی جوڑی ایسی نہیں جو میرے موٹے اور ہاتھی جیسے پاؤں اپنے اندر سما سکے۔ ایکسرے لیا گیا ہے اور پتہ چلا ہے کہ ٹوٹی ہوئی سوئی اب بھی موجود ہے اس

لئے میں یہ طے کرنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ
ایک اور آپریشن کرالوں۔ (۱۷)

رتی جناح جیسا کہ ان کے خطوط سے ظاہر ہے غیر معمولی طور پر دانشمند، ذہین، متاثر کن اور ایک نیک دل رکھنے والی خاتون تھیں ان کی ہمدردیوں کا دائرہ نہایت وسیع تھا ان کے کردار کا ایک مضبوط ترین پہلو ان کی جانوروں سے غیر معمولی دلچسپی اور ہمدردی بھی تھی۔ وہ نہ صرف اپنے پالتو جانوروں سے ہی شفقت کے ساتھ پیش آتی تھیں بلکہ ہر بیمار جانور ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لیتا تھا۔ بمبئی اور خصوصاً مالا بار ہل کے اکثر لوگ یہ جانتے تھے کہ رتی انسانوں سے لے کر جانوروں تک سب کے دکھ بانٹ لینا چاہتی تھیں۔ جب بھی وہ کسی بیمار کتے کو دیکھتی تھیں تو لوگ یقین کرنے لگتے تھے وہ جائیں گی اور اس کا دکھ دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گی۔ رتی نے بہت سے کتے اور بلیاں پال رکھی تھیں اور وہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ یکساں انسانیت کا اظہار کرتی تھیں لیکن یہ عجیب بد قسمتی تھی کہ ان کے بہت سے پالتو جانور ان کی غیر معمولی مہربانی اور خبر گیری کے باوجود مر گئے جس کے نتیجے میں جہاں ایک طرف رتی کی جانوروں میں دلچسپی مزید بڑھ گئی وہاں ان کے یہاں مزید گداز پیدا ہو گیا۔ کانجی دوار کا داس نے رتی کی شخصیت کے اس پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"میں نے اور رتی نے بمبئی کے پنجرہ پول (بھولیشور) چمبور اور کلیان میں وہاں کے کوائف کی تحقیق پر کئی ماہ ایک ساتھ کام کیا۔ ہم دونوں کئی ہفتے تک بیمار جانوروں کی دیکھ بھال کے انتظامات کا

جائزہ لیتے رہے کیونکہ یہ جانور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی بنا پر بیمار ہو گئے تھے۔ اس نے اور میں نے پنجرہ پول کے ٹرسٹیوں کو خطوط لکھے اور پنجرہ پول کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے کئی تعمیری تجاویز پیش کیں"۔ (۱۸)

اس ضمن میں رتی اور کانجی نے بمبئی کے اخبارات میں بھی لکھا ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ کو انہوں نے مشترکہ دستخطوں سے ہندوستانی پریس کے نام ایک خط جاری کیا جس کا متن یہ تھا:

"ہم آپ کے اخبار میں اشاعت کے لئے اس خط کی ایک نقل منسلک کر رہے ہیں جو ہم نے "پنجرہ پول" کی مجلس انتظامیہ کے چیئرمین کو ارسال کیا ہے۔ اب تک ہم کو اس خط کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے شاید مذکورہ با اختیار شخص کو کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ ہی حالات میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ہم لوگ پچھلے ہفتے پنجرہ پول گئے تھے اس کے مکینوں کی حالت کسی بھی غیور ٹرسٹی کے لئے ایک فرد جرم ہے۔ ہم نے کتوں کو دیکھا جن کی کھال سے خون اور پیپ بہہ رہا تھا اور وہ ایکزیما کے آخری مرحلے میں تھے زخمی کتے جن کا گرد و غبار اور بے توجہی کی بنا پر گوشت گلنے لگا ہے اور وہاں مقیم جانوروں کے ڈاکٹر کے اپنے اعتراف کے مطابق اس نے کبھی اس بات کا نوٹس بھی نہیں لیا۔ ۲۶ کتوں میں سے صرف پانچ ایسے

ہیں جن کو چوٹ نہیں لگی ہے۔نگرانوں کی سنگ دلی
کی کیفیت یہ ہے کہ یہ جانور ایک ہی خانے میں بند
کر دیئے گئے ہیں اور ان کو دیکھ کر ہر شخص کا دل
دکھنے لگتا ہے۔ ہو سکتا تھا کہ ذار سی توجہ سے اس
جرم کی تلافی ہو جاتی لیکن دو کمروں والے خانے
وہاں خالی پڑے تھے۔ وہاں جتنے بھی کتے ہیں ان
میں سے بیشتر کو دیکھ کر یہ تاثر ہوتا ہے کہ وہ بھوک
کے آخری مرحلے میں ہیں۔ پینے کا پانی اتنا ہی گندا
تھا جتنا کہ ہمارے پچھلے دورے کے موقع پر تھا۔
کوڑا کرکٹ پھینک دینے کے بجائے ایک خانے میں
اکٹھا کر دیا گیا ہے جس پر مکھیوں کے جھتے ہر وقت
بھنبھناتے رہتے ہیں.... اس سے کسی قدر کم
صورت حال ہم نے بھولیشور کے مکینوں کے
درمیان دیکھی۔ ہماری اس نشان دہی پر کہ بیمار
کتوں کو الگ رکھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے ہمیں
جانوروں کے ڈاکٹر نے بتایا کہ اس شاخ میں تمام
کتے داخل کیے گئے اور دیکھ بھال و علاج کے بعد
صحت مند کتوں کو چمبور بھیج دیا گیا۔ بالالفاظ دیگر
آہستہ آہستہ ان کو اذیت دے کر موت کی طرف
دھکیل دیا جاتا ہے۔ چمبور جسے دیکھ کر مقتل بھی
غنیمت نظر آنے لگتا ہے۔ گھوڑوں اور مویشیوں کے
لئے جو وارڈ مخصوص ہیں وہ بھی بے توجہی کے شکار
ہیں اور ہم نے کمیٹی کو جو مشورے دیئے ہیں وہ
مختلف النوع ہیں اور ان پر کوئی خرچ بھی نہیں آتا

اور حالات بھی بہتر بنائے جا سکتے ہیں۔ اموات کی شرح ایک ایسی کہانی بیان کرتی ہے جس پر نہایت بے رحم اور بے حس نگرانوں کو بھی رحم آجاتا۔ دریں حالات ہم بمبئی کے عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ حرکت میں آئیں اور مذکورہ نگرانوں کو حرکت میں لانے کے لئے اقدام کریں۔ (۱۹)

مختلف اخبارات میں رتی جناح اور کانجی کی مشترکہ اپیل شائع ہونے پر اس ضمن میں رد عمل ظاہر ہونے لگا۔ دی انڈین ڈیلی میل نے ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ کی اشاعت میں لکھا کہ:

"گذشتہ ہفتے ہم نے مسز ایم اے جناح اور مسٹر کانجی دوار کاداس کا ایک مفصل خط ان دگرگوں حالات کے بارے میں شائع کیا ہے جن میں بمبئی کے "پنجرہ پول" میں کمزور ناتواں جانور اور خاص طور پر کتے رکھے جاتے ہیں۔ مسز جناح اور مسز سروجنی نائیڈو نے یہ دکھ بھرے حالات سن کر کانجی دوار کا داس کی معیت میں جائے واقعہ کا دورہ کیا تھا۔ مسز نائیڈو کے کانجی دوار کاداس کے نام ایک خط سے مطبوعہ واقعات کی تصدیق ہوتی ہے۔ (۲۰)

دی انڈین ڈیلی میل نے اپنی اسی اشاعت میں کانجی دوار کا داس کے نام مسز سروجنی نائیڈو کے خط کا متن بھی اس توقع کے ساتھ شائع کیا تھا کہ شاید اس خط کے مندرجات کے مطالعہ کے بعد عوام کا ضمیر بیدار ہو اور وہ ان مجبور جانوروں کی مدد کے لئے آگے

بوھیر۔ جو اپنے نگرانوں کی عدم توجہی کی بنا پر روز بروز موت سے قریب ہو رہے تھے۔

کانجی دوارکا داس، سروجنی نائیڈو اور رتی جناح کو سماجی نوعیت کے مسائل سے بھی بے حد دلچسپی تھی وہ معاشرے کی اصلاح اور خصوصاً" غیر اخلاقی اور غیر انسانی رویوں اور رجحانات کی بیخ کنی کے لئے ہمہ وقت پروگرام بناتے رہتے۔ ان پروگراموں کے بارے میں اکثر محمد علی جناح سے بھی مشورہ کیا جاتا اور وہ نہایت سنجیدگی سے تمام امور پر غور کرنے کے بعد اپنی تجاویز ان کے سامنے رکھتے۔ خصوصاً ۱۹۲۲ سے ۱۹۲۷ کے دوران کانجی، رتی اور نائیڈو نے جہاں انسداد بے رحمی حیوانات کے لئے جدوجہد کی وہاں انہوں نے بمبئی کے بازار حسن سے کم عمر لڑکیوں، لڑکوں اور جنسی بیماریوں میں مبتلا افراد کو صحت مند اقامتی ماحول میں منتقل کرنے کے لئے بھی کام کیا۔ کانجی دوارکا داس نے اپنی کتاب میں اس حوالے سے بھی کچھ تفصیلات درج کی ہیں اور لکھا ہے کہ ہماری ان کوششوں کے نتیجے میں قانون اطفال کے بارے میں بمبئی کی لجسلیٹو کونسل میں ایک بل منظور ہوا جس پر مئی ۱۹۲۷ء میں عمل درآمد کیا گیا۔ (۲۱)

کانجی دوارکا داس، محمد علی جناح کے با اعتماد دوستوں میں سے تھے چنانچہ اس حوالہ سے نہ صرف رتی سے آخر دم تک ان کے مراسم برقرار رہے بلکہ رتی کے انتقال کے بعد بھی وہ محمد علی جناح سے اس قدر قریب رہے کہ ۱۹۳۴ میں جب قائداعظم اپنی خود اختیاری جلاوطنی ترک کر کے ہندوستان واپس آرہے تھے تو انہوں نے کانجی دوارکا داس کو بھی ایک خط کے ذریعے اپنے بمبئی پہنچنے کی اطلاع دی تھی، انہوں نے لکھا کہ

"میں ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ کو مارسیلز کی بندرگاہ سے بذریعہ "ایس ایس ملوجا" روانہ ہونگا اور امید ہے کہ ۴ جنوری ۱۹۳۴ کو بمبئی پہنچوں گا۔ میں ایک طویل عرصہ کے بعد تمام دوستوں سے ملاقات کا متمنی ہوں۔ (۲۲)

کانجی دوارکاداس کے یہ تعلقات جناح سے قیام پاکستان تک نیاز مندانہ طور پر برقرار رہے۔

حوالہ جات:

۱۔ کانجی دوارکاداس کی محولہ کتاب: Ruttie Jinnah: The Story of a Great Friendship ص ۱،

کانجی دوارکاداس نے فروری ۱۹۱۴ میں بھی ایک مرتبہ رتی کو بمبئی کی ایک سڑک پر دیکھا تھا تفصیلات کے لئے پیش نظر کتاب کا باب "خوبصورتی اور ذوق آرائش" ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ کانجی دوارکاداس کی محولہ کتاب ص ۱۲

۳۔ کانجی دوارکاداس ص ۷، ۸

۴۔ ایضاً ص ۱۵

کانجی دوارکاداس نے اپنی دیگر کتابوں India's Ten year's to Freedom اور Fight for Freedom میں بھی قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں تفصیلات درج کی ہیں اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ محمد علی جناح اپنی سیاسی بصیرت تدبر اور فراست کی بنا پر

ہندوستان کے تمام رہنماؤں میں سب سے افضل اور ممتاز تھے۔

۵- کانجی دوار کاداس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah ص ۱۶

۶- ایضاً" ص ۲۴-۲۵

۷- ایضاً" ص ۲۶

۸- ایضاً" ص ۲۷-۲۸

۹- ایضاً" ص ۲۹-۳۰

۱۰- کانجی اور رتی کی تمام خط و کتابت کانجی کے پیپرز میں موجود ہے یہ پیپرز کانجی نے یونیورسٹی آف پنسیلوانیا (امریکہ) کو عطیہ کر دیئے تھے جو وہاں محفوظ ہیں۔

۱۱- رتی جناح نے اپنے خطوط میں محمد علی جناح کا "جے" کے مخفف سے تذکرہ کیا ہے ان کے لیٹر ہیڈس پر بھی "آر جے" لکھا ہوتا تھا۔

۱۲- کانجی دوارکاداس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah ص ۳۳ تا ۳۵

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رتی جناح نے ۱۹۲۴ میں لندن میں ایک مصور Laslie. W. Lang سے واٹر کلر میں اپنی ایک تصویر بنوائی تھی لیکن نمعلوم وجوہات کی بناء پر اسے وہ وصول نہ کرسکیں۔ حتی کہ ان کا فروری ۱۹۲۹ میں انتقال ہوگیا۔ رتی جناح کے انتقال کے تقریباً سترہ سال بعد جب محمد علی جناح اپنی قائدانہ صلاحیتوں کی بنا پر پوری دنیا میں موضوع گفتگو بنے ہوئے تھے مذکورہ مصور نے ان کو گرفتن ہاؤس ہوٹل

دی ویلی۔ آکٹن لندن سے ۲۹ جنوری ۱۹۴۶ کو ایک خط لکھا اور اس تصویر کو خریدنے کی پیش کش کی۔ مصور نے اپنے خط میں لکھا۔"میں ۱۹۲۴ء میں آپ کی اہلیہ سے لندن میں ملا تھا اور ان کی ایک تصویر "واٹر کلر" میں بنائی تھی ۔ میرے پاس وہ تصویر موجود ہے۔ میں اس کو آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں کیا آپ اسے خریدنا پسند کریں گے۔ اگر ایسا ہو تو میں اس کا ایک فوٹو گراف آپ کی منظوری کے لئے آپ کو ارسال کر سکتا ہوں۔ اصل تصویر لندن میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اگر لندن میں آپ کا کوئی ایسا شخص ہے جس کو آپ یہ تصویر دکھانا پسند کریں یا میں یہ تصویر آپ کی منظوری کے لئے بذریعہ بحری جہاز آپ کو خریداری کے مقصد کے لئے جو پتہ آپ درج کریں اس پر ارسال کر سکتا ہوں۔ یہ تصویر "کارڈ بورڈ" پر جس کا سائز ۲۸ ۱/۲ انچ اور ۲۱ انچ ہے بنائی گئی ہے اور اس کی قیمت ۵ سو گنیاں (سونے کا سکہ) ہیں۔ مجھے یہ سن کر خوشی ہوگی کہ آپ میری پیش کش میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ کا صادق۔ ایس ای ڈبلیو لینگ"

قائد اعظم پیپرز یا دیگر دستاویزی ذرائع سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ قائد اعظم نے اس خط کا کیا جواب دیا بہرحال یہ بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ قائد نے اس خط کو اپنے دستاویزات میں محفوظ رکھا۔ (دیکھئے قائد اعظم پیپرز' فائل نمبر ۱۱.۵' دستاویز نمبر ۹)

۱۳- کانجی دوارکا داس' ص ۳۶

۱۴- ایضاً" ص ۳۱- ۳۲

۱۵- ایضاً" ص ۴۱
۱۶- ایضاً" ص ۴۴
۱۷- ایضاً" ص ۴۶
۱۸- ایضاً" ص ۴۸
۱۹- ایضاً" ص ۴۸-۴۹
۲۰- ایضاً" ص ۵۰
۲۱- ایضاً" ص ۵۲ تا ۵۴
۲۲- دیکھئے کانجی دوارکاداس کی محولہ بالا کتاب India's Fight for freedom, ص ۴۰ ، ۴۱ ، ۴۴
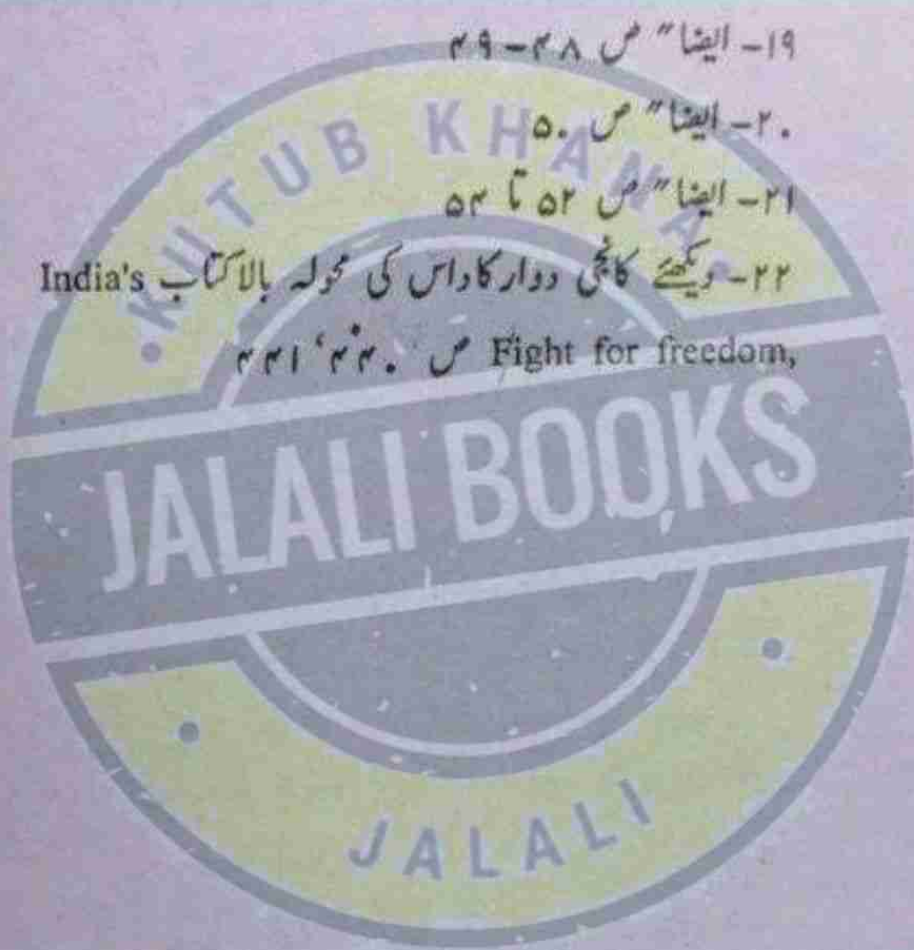
خوش گفتاری اور حاضر جوابی

رتی جناح اپنے دور کی خواتین میں جہاں اپنی دیگر صفات کی بنا پر نمایاں اور ممتاز تھیں وہاں ان کی شخصیت کا ایک پہلو ان کی حاضر جوابی، خوش خلقی اور خوش گفتاری بھی تھا۔ دوران گفتگو وہ لطافت اور بذلہ سنجی کے دریا بہادیتی تھیں۔ ان کے سامنے گفتگو کرنا آسان نہیں تھا۔ وہ امور خانہ داری سے لے کر سیاست ہند تک تمام موضوعات پر بے تکان بولتی تھیں۔ ان کی گفتگو میں جہاں معنی آفرینی ہوتی تھی وہاں دوران گفتگو الفاظ کے استعمال کا بھی ایک مخصوص انداز تھا ایسا انداز جو ان کی شعر و ادب سے فطری دلچسپی کا مظہر تھا۔ قائد اعظم کے تمام سوانح نگاروں نے رتی جناح کی خوش گفتاری، شوخی طبع، بذلہ سنجی اور انگریزوں سے نفرت کے متعدد واقعات رقم کیے ہیں۔ کانجی دوارکاداس نے لکھا ہے کہ:

"اپنی شادی کے فوراً بعد وہ شملہ گئیں۔ جہاں جناح کو انڈین لیجسلیٹو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنا تھی، وہ اور جناح وائسرائے کی کوٹھی پر عشائیہ میں مدعو تھے جب رتی کا وائسرائے لارڈ چیمس فورڈ سے تعارف کرایا گیا تو انہوں نے وائسرائے کو برطانوی انداز میں تعظیم دینے کے بجائے ہندوستانی رسم و رواج کی پیروی کرتے ہوئے دونوں ہاتھ باہم جوڑ کر آداب عرض کیا۔ عشائیے کے بعد ایک اے ڈی سی رتی جناح کو گفتگو کے لئے وائسرائے کے پاس لے گیا تو وائسرائے نے طنزیہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا "مسز جناح آپ کے شوہر کا عظیم سیاسی مستقبل ہے۔ آپ اسے تباہ نہ کریں۔ روم میں آپ کو رومن جیسے آداب اختیار کرنا چاہئیں" مسز جناح نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "جناب والا۔ میں نے وہی کچھ تو کیا ہے۔ ہندوستان میں آپ کا خیر مقدم میں نے ہندوستانی طریقے پر کیا ہے"۔ لارڈ چیمس فورڈ سے رتی جناح کی یہ پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ (۱)

قائد اعظم کے ایک اور سوانح نگار اے اے رؤف نے رتی جناح کی وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ کے روبرو حاضر جوابی کا ایک اور واقعہ رقم کیا ہے۔

ایک تقریب کے موقع پر لارڈ ریڈنگ نے مسز جناح سے دریافت کیا کہ "آیا وہ پسند کریں گی کہ لوگ

ان کو لیڈی جناح کہیں،" رتی جناح نے لارڈ ریڈنگ کو بے ساختہ جواب دیا کہ اگر جناح نے "سر" کا خطاب پسند کیا تو میں ان سے علیحدگی اختیار کرلوں گی۔ (۲)

ایک اور موقع پر وائسرائے لارڈ ریڈنگ نے نئی دہلی میں ایک ظہرانے کے دوران گفتگو کرتے ہوئے رتی جناح سے کہا:

"مسز جناح میری دلی خواہش ہے کہ میں جرمنی جاؤں۔ میں وہاں جانا پسند کرتا ہوں لیکن جا نہیں سکتا" مسز جناح نے فوراً پوچھا "یور ایکسلینسی آپ وہاں کیوں نہیں جاسکتے" لارڈ ریڈنگ نے جواب دیا "جرمن ہم لوگوں کو پسند نہیں کرتے، ہم انگریزوں کو، اس لئے میں وہاں نہیں جاسکتا" رتی جناح نے فوراً تمسخر کے انداز میں کہا "تو پھر آپ ہندوستان کس طرح آگئے" لارڈ ریڈنگ معاملے کی تہہ کو پہنچ گئے اور انہوں نے فوراً گفتگو کا رخ تبدیل کردیا (۳)۔

جی الانا نے رتی جناح کے ایک اہم جماعت مسٹر ایس مسیح کے حوالے سے لکھا ہے:

رتی جناح کے ملبوسات بمبئی میں ہارن بی روڈ کی ایک عالی شان دکان پر تیار ہوتے تھے ... ایک مرتبہ وہ اپنے نئے لباس کے متعلق معلوم کرنے دکان پر آئیں اور انہوں نے جوں ہی دکان سے باہر قدم رکھا تو ایک دل ہلادینے والا واقعہ پیش

آیا۔ ایک بوڑھی عورت سر پر پھلوں کا بھاری ٹوکرا اٹھائے ان کی طرف بڑھی اور ٹوکرا دکان کے سامنے فٹ پاتھ پر رکھ کر رتی جناح سے کچھ پھل خریدنے کی درخواست کرنے لگی۔ اتنے میں ایک انگریز پولیس افسر وہاں پہنچ گیا اور وہ ہارن بی روڈ پر جو انگریزوں اور امراء کے لئے خریداری کا مخصوص مرکز تھا اس ضعیف عورت کو دیکھ کر آگ بگولا ہوگیا۔ اس نے ضعیف عورت کو گالیاں دے کر حکم دیا کہ وہ فوراً وہاں سے چلی جائے۔ یہی نہیں بلکہ اس نے پھلوں کی ٹوکری میں ایسی زوردار ٹھوکر ماری کہ اس کے تمام پھل سڑک پر بکھر گئے۔ رتی جناح یہ منظر دیکھ کر پولیس افسر پر برس پڑیں۔ انہوں نے پولیس افسر سے نہایت غصیلے لہجے میں کہا "تم کو لوگوں کے ساتھ ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہوگا کہ تم یہ کیلے اٹھا کر ٹوکری میں رکھ دو اور اسے جانے دو، ورنہ تم کو پچھتانا پڑے گا" پولیس افسر دم بخود ان کا منہ دیکھنے لگا۔ ان کا انداز اس قدر تحکمانہ تھا کہ پولیس افسر کی اکڑی ہوئی گردن سیدھی ہوگئی اور اس نے جلدی جلدی پھل سمیٹ کر ضعیف عورت کی ٹوکری میں نہ صرف رکھ دیئے بلکہ ٹوکری اٹھانے میں بھی اسے مدد دی۔ مسز جناح نے بڑھ کر اس ضعیف عورت کو پانچ روپے دیئے اور وہاں سے چلی گئیں۔ (۴)

رتی جناح کے تمام واقعات سے انگریزوں کے خلاف نفرت اور وطن دوستی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اپنے عالی مرتبت شوہر کی طرح حق گوئی اور بے باکی کو اپنا شعار رکھتی تھیں۔ جبر و تشدد کے خلاف آواز اٹھانا ان کی بھی فطرت ثانیہ تھی۔ وہ ایک آزاد مزاج خاتون تھیں چنانچہ بسا اوقات وہ غیر ضروری پابندیوں سے اکتا جاتی تھیں۔ خصوصا ان کو خود ساختہ وقار، غیر ضروری خود نمائی اور انانیت سے نفرت تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ انسان خود کو اپنے جذبوں کی تمام تر سچائی کے ساتھ دوسروں پر ظاہر کرے۔ بناوٹ اور تصنع انسان کی نفسیات میں عیب واقع کر دیتی ہے۔ نواب سر یامین خان نے اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے اگست ۱۹۲۷ء میں قائد اعظم کی رتی جناح کے ساتھ شملہ آمد اور سیسل ہوٹل میں قیام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

شام کو مسز جناح ایک کتے کو رکشا میں بٹھا کر ساتھ لاتی تھیں اور مال روڈ پر حسین بخش جنرل مرچنٹس کی دکان پر سے چاکلیٹ خرید کر کتے کو کھلاتی تھیں اور خود لوئر بازار میں جا کر چاٹ خرید کر ہوٹل پر ملتا ہے کھاتی تھیں۔ ایک دن ایک دوست نے اعتراض کیا تو جواب میں کہنے لگیں کہ تم جیسوں کو جو رسومات کے پابند ہیں چڑانے کو ایسا کرتی ہوں (۵)

رتی جناح کی خوش گفتاری، دوسروں کو چونکا دینے کی جبلت اور خوش اطواری کے بارے میں بیگم جہاں آرا شاہنواز نے بھی اظہار خیال کیا ہے انہوں نے رتی جناح سے اپنی ملاقاتوں کے حوالے سے

لکھا ہے

> وہ جب بھی ہمارے گھر کسی تقریب میں شریک ہوتی تھیں تو ہر قسم کے کھیلوں میں حصہ لیتی تھیں اور ان کی موجودگی سے تقریبات میں جان پڑ جاتی تھی۔ (۶)

نواب سریا مین خاں نے لکھا ہے

> وہ نہایت آزاد مزاج تھیں، وائسریگل لاج میں جب کسی فنکشن میں جاتی تھیں تو وائسرائے کی تعظیم میں کھڑی نہیں ہوتی تھیں اور کہتی تھیں کہ آخر کو وہ مرد ہے میں عورت اس کی تعظیم میں کیوں کھڑی ہوں۔ (۷)

بیگم جہاں آرا شاہنواز نے رتی جناح کے مزاج میں موجود ضد کی بھی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے

> وہ کثرت سے ہری مرچیں استعمال کرتی تھیں جب کہ ڈاکٹروں نے ان کو ممانعت کر رکھی تھی۔ میں ان کو اکثر اس بدپرہیزی سے باز رکھنے کی کوشش کرتی لیکن وہ کوئی سنوائی نہ کرتیں۔ وہ دراصل ایسے لوگوں میں سے تھیں جو نقصان کو محسوس کرتے ہیں لیکن اپنے اطراف موجود لوگوں کو چونکا دینے کے لئے جان بوجھ کر وہی کام کرتے رہتے ہیں۔ (۸)

حوالہ جات

۱- کانجی دوارکا داس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah ص ۶۱

۲- اے اے رؤف کی محولہ کتاب Meet Mr.Jinnah ص ۲۲۰

قائد اعظم نے بھی کبھی اپنے نام کے ساتھ کسی خطاب کو پسند نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ صرف "مسٹر جناح" رہنا چاہتے تھے جیسا کہ انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے ایک خط کے جواب میں ۴، اکتوبر ۱۹۴۶ء کو دہلی سے تحریر کیا ہے۔ قائد اعظم نے لکھا کہ "میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کورٹ کا مشکور ہوں جس نے مجھ کو "ڈاکٹر آف لاز" کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جہاں میں کورٹ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں جس کے تحت اس نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ وہاں یہ بات میں بادل نخواستہ عرض کروں گا کہ میں صرف "مسٹر جناح" کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتا ہوں اور صرف "مسٹر جناح" کی حیثیت سے انتقال کرنا چاہتا ہوں۔ میں کسی قسم کے خطاب یا اعزاز کا شدید مخالف ہوں اور میں زیادہ خوش ہوں گا اگر میرے نام کے ساتھ کوئی خطاب نہ ہو۔" دیکھئے سید شمس الحسن کی محولہ کتاب Plain Mr. Jinnah ص ۷۷

۳- کانجی دوارکا داس کی محولہ بالا کتاب، ص ۱۷

۴- جی الانا کی محولہ کتاب Quaid.i.Azam Jinnah ص ۱۷۲

۵- نواب سر یامین کی محولہ کتاب نامہ اعمال، جلد اول،

ص ۲۶۹

۶- بیگم جہاں آرا شاہنواز کا محولہ مضمون The Quaid As I knew him ص ۳

۷- نواب سر یامین خان کی محولہ بالا کتاب، ص ۲۶۹

۸- جہاں آرا شاہنواز، Father and Daughter (لاہور ۱۹۷۱ء) ص ۷۰

علیحدگی اور علالت
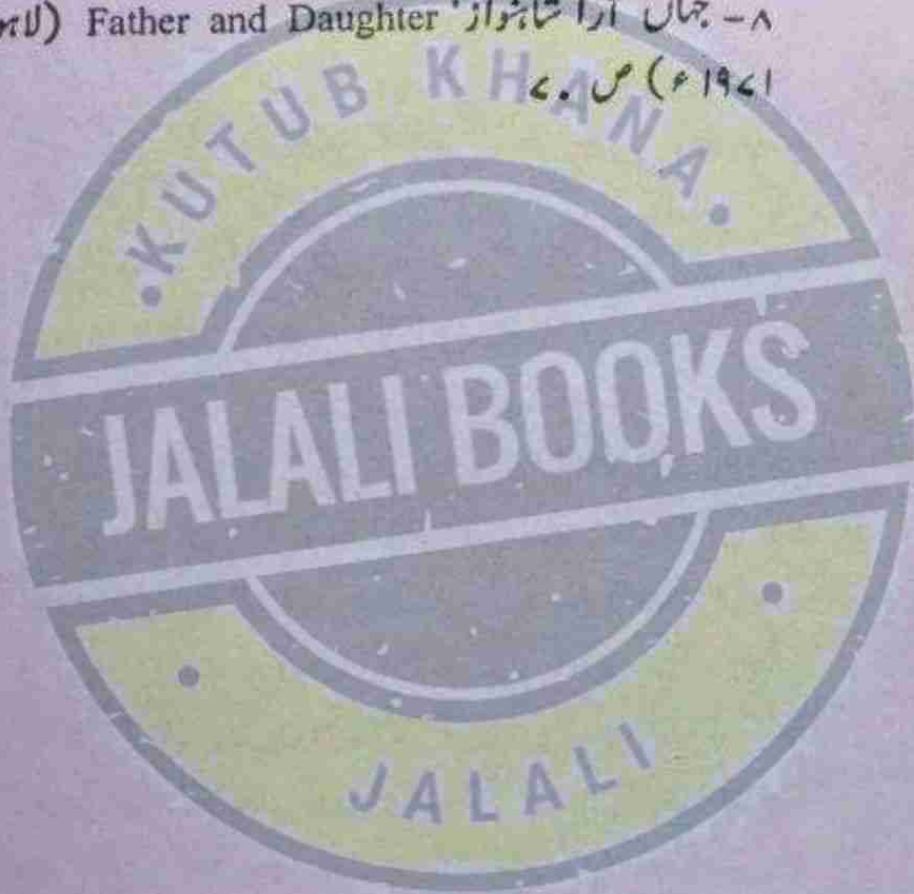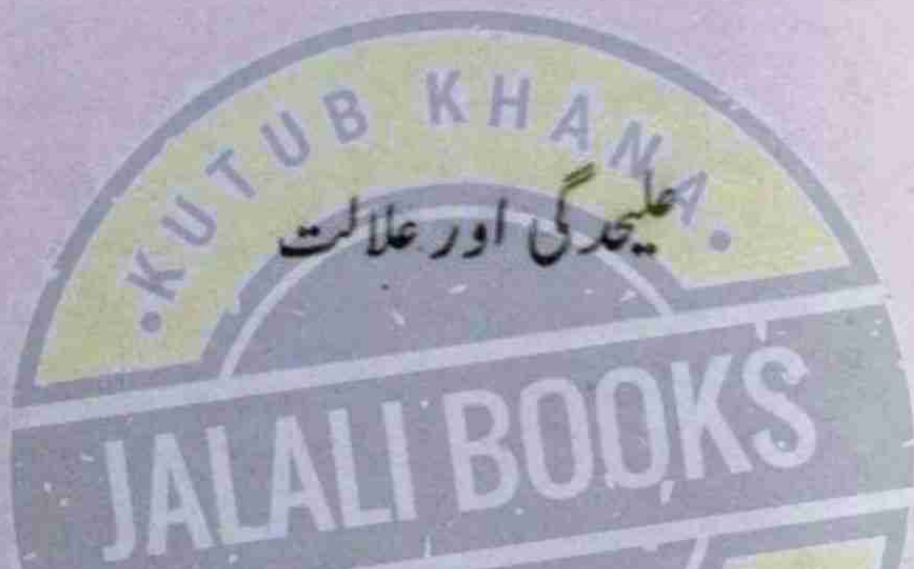
اجلاس ناگپور دسمبر ۱۹۲۰ء میں انڈین نیشنل کانگریس سے علیحدگی کے بعد محمد علی جناح نے کسی حد تک سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کو گاندھی نے جن خطوط پر استوار کیا تھا وہ محمد علی جناح جیسے اعتدال پسند اور خالص آزادی کی بات کرنے والے سیاست داں کے لئے ناقابل قبول تھے چنانچہ انہوں نے اکتوبر ۱۹۲۰ء میں واضح طور پر ایک خط میں گاندھی سے کہا کہ

"آپ نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ ملک کو تباہی کی طرف لے جائے گا۔ آپ کی تحریک نے جو انتہا پسندانہ اور شدت آمیز ہے فی الحال صرف ناتجربہ کار نوجوانوں، عاقبت نااندیش اور ناخواندہ افراد کو

متاثر کیا ہے۔ ان تمام باتوں کا مقصد بدنظمی اور افراتفری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کے کیا نتائج ہوں گے میں ان کے تصور سے ہی کانپ جاتا ہوں"۔ (۱)

پھر انہوں نے اجلاس ناگپور کے موقع پر بھی گاندھی جی کے موقف کی بہت کھل کر مخالفت کی۔ انہوں نے عدم تعاون اور بائیکاٹ پر مبنی گاندھی کے ہتھیاروں کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے گاندھی کے منہ پر کہا "تمہارا راستہ غلط ہے اور میرا راستہ صحیح ہے کیونکہ آئینی اور قانونی طریقہ کار ہمیشہ درست ثابت ہوتا ہے"۔ (۲) بقول مجمدار فولادی اعصاب کا یہ انسان (محمد علی جناح) واحد مندوب تھا جو شروع سے آخر تک اپنے موقف پر ڈٹا رہا۔ (۳)

محمد علی جناح ایک منطقی انسان تھے۔ وہ استدلال پر یقین رکھتے تھے اور مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ چنانچہ گاندھی کا پروگرام فروری ۱۹۲۲ میں جذباتی فیصلوں کی نذر ہوگیا۔

محمد علی جناح اس مدت میں بدلتے ہوئے حالات اور گاندھی جی کی سیاست کا جائزہ لیتے رہے بقول حسن ریاض "مسٹر جناح سخت معقولی، ہر معاملے کو عقل و دلیل کے معیار پر پرکھنے والے، تعمیر کے لئے بنے تھے اور تعمیری مزاج رکھتے تھے"۔ (۴) چنانچہ انہوں نے تمام غیر آئینی تخریبی کاروائیوں سے خود کو دور رکھتے ہوئے وقت کا انتظار کیا اور جب فضا سازگار ہوئی تو ازسرنو میدان عمل میں آگئے۔ اب سیاسی جدوجہد میں شریک ہونے کے لئے ان کے پیش نظر صرف

دو پلیٹ فارم تھے ایک آل انڈیا مسلم لیگ کا اور دوسرا مرکزی اسمبلی کا۔ انہوں نے ان دونوں پلیٹ فارموں کو بیک وقت استعمال کرنے اور نومبر ۱۹۲۳ء میں ہونے والے اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔

سیاسی سرگرمیوں سے کنارہ کشی کے دوران محمد علی جناح دو مرتبہ اپنی اہلیہ رتی جناح کے ہمراہ انگلستان گئے۔ رتی جناح کو بھی کانگریس کی سیاسی حکمت عملی سے اختلاف تھا وہ اپنے سینے میں سوراج حاصل کرنے کی تمنا ضرور رکھتی تھیں لیکن اس تمنا کی تکمیل کے لئے وہ ایک لمحے کے لئے بھی کوئی غیر قانونی طریقہ کار اختیار کرنے کا تصور نہیں کرسکتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ جناح اس ضمن میں آئینی جدوجہد کو جاری رکھیں۔ لہٰذا انہوں نے ۱۹۲۳ء کے انتخابات میں اپنے شوہر کی کامیابی کے لئے بھرپور جدوجہد کی (۵) وہ ۲۴ مئی ۱۹۲۴ء کو لاہور کے گلوب تھیٹر میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پندرہویں ملتوی شدہ اجلاس میں بھی شریک ہوئیں اور اپنے شوہر کی وہ صدارتی تقریر بھی سنی جس میں انہوں نے اپنے ہم وطنوں سے اپیل کی تھی کہ "وہ مقاصد کے حصول کے لئے متحد ہو جائیں اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ملک کے تمام وسائل کو مجتمع کریں"۔ (۶)

رتی جناح نے نئی سیاسی صورتحال میں اپنے شوہر کا ہر قدم پر ساتھ دیا اسمبلی کے اجلاسوں میں وہ پابندی سے جناح کے ساتھ جاتیں اور مہمانوں کی گیلری میں بیٹھ کر اپنے شوہر کی پارلیمانی سرگرمیوں کا جائزہ لیتی تھیں۔ دسمبر ۱۹۲۵ء کے آخری عشرے میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی گولڈن جوبلی کی تقریبات علی گڑھ میں شروع ہوئیں۔ محمد علی جناح اسی دوران سینڈھرسٹ کمیٹی کی کاروائی

مکمل کر کے اپنی اہلیہ کے ساتھ انگلستان سے ہندوستان واپس آئے تھے لیکن انہوں نے علی گڑھ سے موصول ہونے والی دعوت کو قبول کیا اور ۲۴، دسمبر ۱۹۲۵، کو رتی کے ہمراہ علی گڑھ پہنچ گئے۔ انہوں نے ۲۶ دسمبر ۱۹۲۵ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی صنعتی و تعلیمی نمائش کا افتتاح کیا اور ۲۹، دسمبر کو یونیورسٹی کے چوتھے جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کی جس کی صدارت نواب سر مزمل اللہ خاں کر رہے تھے۔ رتی جناح کو تقریبات میں شرکت کا بہت شوق تھا چنانچہ وہ ہمہ وقت اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھیں انہوں نے علی گڑھ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں بھی شرکت کی۔ اس وقت تک محمد علی جناح ایک قوم پرست رہنما کی حیثیت سے شناخت کئے جاتے تھے۔ اور ان کی یہی کوشش تھی کہ ہندو اور مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر سوراج کے حصول کے لئے جدو جہد کریں۔ اپنے اسی موقف کے پیش نظر انہوں نے دسمبر ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ میں اس قرارداد کو ناقابل عمل قرار دیا جس میں مرکزی و صوبائی اسمبلیوں میں مسلم پارٹی بنانے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ (۷)

محمد علی جناح کی سیاسی حکمت عملی یہ تھی کہ ہندوؤں سے اتحاد و تعاون کی بات کر کے ہی ان کے عزائم اور درپردہ منافقت کا پردہ چاک کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنی اس کوشش میں برابر کامیاب ہو رہے تھے۔ وہ اپنا نیشنلسٹ کردار برقرار رکھتے ہوئے مسلمانوں کو غیر راست طریقے پر یہ باور کراتے رہے کہ ہندو سیاسی عمل میں مسلمانوں کی مساوی شرکت کے حق میں نہیں ہیں۔ قائد اعظم نے اپنی اس سوچ کا اعلانیہ اظہار آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس دسمبر ۱۹۲۶ء منعقدہ دہلی میں پہلی مرتبہ کیا۔ انہوں نے بہت واضح

طور پر کہا کہ

"مسلمان اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے بہت پریشان اور نالاں ہیں۔ ہندوؤں اور کانگریسیوں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ بالکل مخالفانہ ہے صرف مشترکہ انتخابات سے قومیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ (۸)

نومبر ۱۹۲۶ء میں محمد علی جناح ایک مرتبہ پھر بمبئی سے مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوگئے۔ اس کامیابی میں جہاں ان کی سیاسی حکمت عملی کو دخل تھا وہاں اس تعاون کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو بمبئی کے عوام کی جانب سے ان کو حاصل تھا۔ محمد علی جناح کی اس انتخابی مہم میں بھی ان کی اہلیہ رتی جناح پیش پیش رہیں جیسا کہ ایم سی چھاگلہ اور کانجی دوارکا داس کے بیانات سے ظاہر ہے۔ یہاں کانگریسی حلقوں اور جناح کے سوانح نگاروں کے اس پروپیگنڈے کی بھی تردید ہوجاتی ہے کہ رتی جناح انتہائی نیشنلسٹ تھیں اور وہ اپنے شوہر کی سیاسی حکمت عملی سے اختلاف کرنے لگی تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو رتی جناح نہ تو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شرکت کرتیں اور نہ ہی وہ اپنے شوہر کی انتخابی مہم میں قابل ذکر کردار ادا کرتیں بقول جوشم اولوا "اگر ایسا ہوتا تو ناگپور ۱۹۲۰ء کے اجلاس سے واپسی پر ہی رتی اپنے شوہر کے ساتھ رہائش ترک کردیتیں" (۹) مگر وہ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی کے ویسٹرن ہوٹل میں منعقد کی جانے والی مسلم رہنماؤں کی کانفرنس کے موقع پر بھی اپنے شوہر کے ہمراہ ہوٹل میں مقیم تھیں۔ اسی کانفرنس میں محمد علی جناح نے وہ تجاویز مرتب کرکے مسلم رہنماؤں کے سامنے پیش کیں جو بعد میں تجاویز دہلی کے نام

سے معروف ہوئیں۔

اس مرحلہ پر اس امر کا اظہار بھی بہت ضروری ہے کہ مولانا محمد علی جوہر جن کی تجویز پر اکتوبر ۱۹۱۳ء میں محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کی رکنیت قبول کی تھی۔ ابتدا" اجلاس لکھنؤ ۱۹۱۶ء اور بعد میں اجلاس ناگپور ۱۹۲۰ء کے بعد سیاسی طور پر محمد علی جناح سے بالکل کٹ گئے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں ایک مرتبہ پھر محمد علی جناح کے قریب آگئے اور پھر یہ قربت ان کے جنوری ۱۹۳۱ء میں انتقال تک برقرار رہی۔ رتی جناح اگست ۱۹۲۷ء میں شملہ کے مقام پر اسمبلی کے سیشن کے موقع پر بھی سیسل ہوٹل میں اپنے شوہر کے ہمراہ مقیم تھیں وہ دسمبر ۱۹۲۷ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کلکتہ میں بھی موجود تھیں لیکن جنوری ۱۹۲۸ء میں کلکتہ سے واپسی پر ان کے درمیان نامعلوم وجوہ کی بناء پر اختلاف پیدا ہوا اور رتی جناح ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ کی کوٹھی سے رہائش ترک کرکے بمبئی کے ایک ہوٹل تاج محل میں منتقل ہوگئیں (۱۰)

محمد علی جناح اور ان کی اہلیہ کے درمیان اختلافات کی نوعیت کیا تھی اس کے بارے میں حتمی طور پر کوئی بات آج تک سامنے نہیں آسکی البتہ قیاس کی بنیاد پر مختلف آرا موجود ہیں۔ ہیکٹر بولائتھو نے لکھا ہے کہ "میاں بیوی کی عمروں کا تفاوت اور ان کے مزاجوں کا اختلاف رنگ لایا۔ ان کے تعلقات کشیدہ ہوگئے۔ بالآخر ان کا باہمی اتفاق بالکل ختم ہوگیا اور ساتھ رہنا بالکل محال ہوگیا۔ علیحدگی کے بعد ایک پارسی دوست نے دونوں میں ملاپ کرانا چاہا تو جناح نے کہا غلطی میری ہے ہمیں آپس میں جس جذباتی ہم آہنگی کی ضرورت ہے اسے پیدا کرنے کا ہم دونوں میں سے کوئی اہل نہیں" (۱۱)

میکٹر بولا ئتھو کی اس روایت سے قطع نظر ایک بظاہر وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ رتی جناح بلحاظ عمر زندگی میں جس شوخی اور گہما گہمی کی متمنی تھیں وہ ان کو جناح کی سنجیدہ سیاست میں نہ مل سکی۔ ابتدا" انہوں نے جناح کو ایک آئیڈیل کی صورت میں قبول کیا لیکن بعد میں وہ ان سے اس رفاقت کی طلب گار رہنے لگیں جو ایک عام میاں بیوی کے درمیان پروان چڑھتی ہے۔ جناح ۱۹۲۳ء کے بعد ایک مرتبہ پھر عدیم الفرصت ہوگئے۔ ان کی سیاسی مصروفیات نے آکاس بیل کی طرح ان کی نجی زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگرچہ اس دوران رتی جناح نے بھی سماجی نوعیت کی مصروفیات میں انفرادی طور پر دلچسپی لی لیکن روایتی ازدواجی زندگی کی تمنا ان کو بے چین کئے رہی۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ ۱۹۲۶ء کے بعد رتی کی صحت روز بروز گرنے لگی۔ وہ مسلسل بے خوابی اور اضطراب کا شکار ہوگئی تھیں۔ اعصابی تھکن نے ان کو آن لیا تھا جس کی بنا پر ان کے مزاج میں چڑچڑاہٹ اور غصہ نمودار ہوگیا تھا۔ کانجی دوار کاداس نے لکھا ہے کہ

> "میں اس علیحدگی کے لئے کسی کو قصور وار نہیں پاسکا۔ ہوسکتا ہے کہ مزاج اور عمر کا تفاوت اس کا سبب ہو لیکن میں اپنے ذاتی علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ رتی کو جناح سے بے پناہ محبت تھی" (۱۲)

جناح کے لئے جو عزت و وقار کو زندگی کا جزو لازم تصور کرتے تھے رتی جناح کی اس طرح اچانک علیحدگی حیران کن تھی۔ دوسروں کو چونکا دینے کی عادت رتی جناح کی طبیعت کا خاصہ تھی لیکن اس

مرحلہ پر وہ سنجیدہ تھیں۔ ایک مشترکہ پارسی دوست نے اس موقع پر مصالحت کی کوشش کی اور رتی جناح سے ملاقات کرکے ان کو باور کرایا کہ یہ علیحدگی محمد علی جناح کے سیاسی مستقبل کے لئے نقصان دہ ہے اس لئے وہ گھر واپس چلیں مگر رتی جناح راضی نہیں ہوئیں چنانچہ یہ صاحب محمد علی جناح کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ مجھ کو آپ سے کچھ نجی و ذاتی گفتگو کرنا ہے محمد علی جناح نہ اپنی نجی زندگی کو کبھی منظر عام پر لائے اور نہ ہی انہوں نے کسی کو اس حوالے سے گفتگو کا موقع دیا، پارسی دوست کی بات سے حیرت زدہ رہ گئے۔ انہوں نے اپنے دفاع میں فوراً دریافت کیا "میری نجی و ذاتی یا آپ کی" پارسی دوست نے جواب دیا "آپ کی" جناح یہ سن کر مشتعل ہوگئے اور انہوں نے دو ٹوک جواب دے دیا کہ "میں کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا وہ باب بند ہوگیا ہے" (۱۳)

تاج محل ہوٹل میں رہائش کے دوران رتی جناح کی صحت مزید گرنے لگی حتی کہ ان پر غشی کے دورے پڑنے لگے مگر وہ ہوٹل ہی میں مقیم رہیں۔ محمد علی جناح ان دنوں سائمن کمیشن کی ہندوستان آمد کی بنا پر شدید مصروف رہے لیکن جیسے ہی ۳۱، مارچ ۱۹۲۸ء کو سائمن کمیشن کے ارکان انگلستان روانہ ہوئے محمد علی جناح نے بھی لندن جانے کا پروگرام بنالیا۔ اسی اثنا میں رتی جناح "پی اینڈ او" نامی جہاز سے ۱۰، اپریل کو بغرض علاج پیرس چلی گئیں۔ رتی جناح کے ساتھ ان کی والدہ سفر کررہی تھیں (۱۴) رتی جناح کی پیرس روانگی کے تقریباً ایک ماہ بعد یعنی ۵، مئی ۱۹۲۸ء کو جناح "ایس ایس راجپوتانہ" نامی جہاز سے روانہ ہوئے اس سفر میں ان کے ہمراہ ان کے قریبی دوست دیوان چمن لال اور سری نواس آئنگر بھی

تھے۔ دیوان چمن لال نے رتی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"میں ہمیشہ سے رتی جناح کا بڑا مداح تھا۔ آج دنیا میں کوئی عورت حسن و دلکشی میں اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ایک خوب صورت، اور خود سر دوشیزہ تھیں اور جناح میں ان کو سمجھنے کی قطعی صلاحیت نہیں تھی (۱۵)

رتی سے محمد علی جناح کی علیحدگی اور ہندوستان کی عمومی سیاسی صورتحال کے تناظر میں جناح جیسے مستقل مزاج اور باہمت شخص کی نفسیات قدرے الجھ گئی تھی۔ دیوان چمن لال نے اس سفر کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"بد قسمتی سے محمد علی جناح اب ہندوستان کی سیاست سے بیزار اور متنفر ہو چکے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ملک کا اہم ترین مسئلہ ہندو مسلم اتحاد ہے اور اسے سب سے پہلے سلجھانا اور طے کرنا ہو گا۔ یہ محض کہنے کی بات نہیں بلکہ ایک ٹھوس تجویز ہے اور اگر ہم یہ مسئلہ طے کرلیں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری متحدہ قوم کی آواز کو کوئی طاقت نہیں دبا سکے گی: (۱۶)

چمن لال نے مزید لکھا کہ

"آج جناح بہت مایوس نظر آتے ہیں وہ ہندوستان کے ان چند سیاست دانوں میں سے ہیں جن کی سیاست ذاتی اغراض و مقاصد سے پاک ہے ان کی دیانت داری مسلمہ ہے اور اس میں شبہ کی کوئی

گنجائش نہیں۔ بایں ہمہ وہ انتہائی تنہا شخص ہیں۔
(۱۷)

محمد علی جناح نے چونکہ تمام عمر اپنی نجی زندگی کو سیاسی زندگی کا حصہ نہیں بننے دیا اس لئے ان کے سیاسی مزاج کی تشکیل اور اتار چڑھاؤ میں ان کی نجی زندگی کے اثرات کی تلاش بے سود نظر آتی ہے۔ وہ اپنی سیاسی فکر میں مستحکم تھے چنانچہ ان کی سیاسی زندگی میں ان کی نجی زندگی کا پرتو کہیں بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اسٹینلے والپرٹ نے لکھا کہ

لندن میں جناح کی کوئی سیاسی مصروفیت نہیں تھی بلکہ وہ اپنے قدیم دوستوں سے ملاقات کرنا چاہتے تھے ان دوستوں میں ریمزے میکڈانلڈ اور لارڈ ریڈنگ شامل تھے پھر وہ آئرلینڈ کے رکن پارلیمنٹ فیزبراکوے کی دعوت پر جو حال ہی میں ہندوستان کا دورہ کرکے آئے تھے ڈبلن چلے گئے (۱۸)

دیوان چمن لال جنیوا سے جب پیرس پہنچے تو ان کو اطلاع ملی کہ رتی جناح "وشانزے لیزے کلینک" میں داخل ہیں اور کسی حد تک بستر مرگ پر ہیں۔ دیوان چمن لال نے بتایا کہ

جب میں اپنے ہوٹل پر پہنچا تو وہاں میرے لئے یہ پیغام موجود تھا کہ میں فوری طور پر کلینک پہنچوں، چنانچہ میں نے ٹیکسی سے اپنا سامان اتارا اور اسی ٹیکسی میں کلینک روانہ ہوگیا۔ رتی کو ۱۰۶ درجے بخار تھا اور اس پر ہذیانی کیفیت طاری تھی (۱۹) وہ بمشکل حرکت کرسکتی تھیں لیکن ان کے ہاتھ میں

ایک کتاب تھی جو انہوں نے مجھے دی اور کہا "چم"
مجھے پڑھ کر سناؤ میں نے کتاب ہاتھ میں لی یہ آسکر
والڈ کی نظموں کا مجموعہ تھا "دی ہارلٹس ہاؤس"
نامی نظم کھلی ہوئی تھی۔ رتی نے پھر سرگوشی میں مجھ
سے کہا "چم" ازراہ کرم مجھے یہ نظم سناؤ۔ میں نے
نظم پڑھنا شروع کر دی۔ جب میں ان مصرعوں پر
پہنچا

ترجمہ: نیچے لمبی اور خاموش گلی میں نقرئی پاپوش
پہن کر صبح اس طرح آئی جیسے کوئی سہمی ہوئی
دوشیزہ آہستہ آہستہ قدم بڑھائے۔

تو رتی جناح پر غفلت طاری ہو چکی تھی (۲۰) میں
فوری طور پر ہوٹل آیا اور میں نے جناح کو لندن
ٹیلیفون کیا مگر بد قسمتی سے وہ اس وقت ڈبلن میں
تھے چنانچہ ان کو ڈبلن برقی پیغام بھجوایا گیا اور وہ
دو دن بعد پیرس پہنچ گئے (۲۱)

دیوان چمن لال نے مزید لکھا ہے کہ پیرس کے جارج ففتھ ہوٹل
میں جہاں پر جناح مقیم تھے انہوں نے بوقت ملاقات مجھ سے کہا
"رتی کی والدہ لیڈی پیٹٹ نے مجھے بتایا ہے کہ رتی کی حالت اب
بہتر ہے" میں نے جواب دیا۔ "میں ابھی ابھی کلینک سے آیا ہوں
اور مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رتی کو ۱۰۶ درجے بخار ہے اور
وہ قریب المرگ ہیں"۔ جناح چند منٹ تک خاموش بیٹھے اپنے
جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہے پھر انہوں نے مجھ سے
کلینک ٹیلی فون کرنے کو کہا۔ جب میں نے ٹیلیفون ملایا تو انہوں نے

رتی کی نگراں نرس سے دریافت کیا اور نرس نے میری بات کی تصدیق کر دی۔ انہوں نے کرسی کے ہتھے پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "آؤ چلیں ہم کو اسے بچانا ہے" کلینک پہنچ کر میں نے ان کو وہاں چھوڑ دیا اور خود ایک قریبی کیفے میں تقریباً تین گھنٹے تک ان کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ واپس آئے تو ان کے چہرے سے تشویش دور ہو چکی تھی۔ انہوں نے رتی کے لئے نئے کلینک اور نئے طبی مشیر کا انتظام کر لیا تھا اور تمام معاملات درست ہو گئے تھے۔(۲۲)

رتی جناح تقریباً ایک ماہ پیرس میں زیر علاج رہیں اس دوران جناح نہ صرف نرسنگ ہوم میں رتی کے پاس رہے بلکہ انہوں نے رتی کی مکمل دیکھ بھال اور تیمار داری خود کی۔ کانجی دوارکاداس نے رتی جناح کے حوالے سے لکھا ہے کہ "جناح نرسنگ ہوم میں وہی کچھ کھاتے تھے جو رتی کھاتی تھیں"۔(۲۳)

رتی جناح کی بیماری کے بارے میں متضاد بیانات ہیں کانجی دوارکاداس نے اس بیماری کو بے خوابی اور بے آرامی سے تعبیر کیا ہے۔ جب کہ عزیز بیگ نے قولنج لکھا ہے جو ان کو مصالحہ دار پکوان اور مرچیں کھانے سے ہوا تھا (۲۴) بیگم جہاں آرا شاہنواز نے لکھا ہے کہ رتی جناح ڈاکٹروں کی ممانعت کے باوجود ہری مرچوں کے کھانے پر اصرار کرتی تھیں اور جب میں ان کو روکنے کی کوشش کرتی تو وہ کوئی توجہ نہیں دیتی تھیں۔(۲۵)

پیرس کے نرسنگ ہوم میں ایک ماہ زیر علاج رہنے کے بعد رتی جناح اپنی والدہ کے ہمراہ بمبئی لوٹ گئیں۔ دیوان چمن لال کا کہنا ہے کہ

"بالآخر رتی جناح صحت یاب ہوگئیں اور اس کے بعد میں پیرس سے کینیڈا چلا گیا میرا خیال تھا کہ میاں بیوی میں اب میل ہوچکا ہوگا۔ چند ہفتے بعد میں پھر پیرس آیا اور وہاں ایک دن جناح کے ساتھ رہا مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ تنہا ہیں۔ شام کو میں نے ان سے پوچھا کہ رتی کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا ہماری لڑائی ہوگئی اور وہ بمبئی چلی گئیں۔ یہ بات جناح نے اس قطعیت سے کہی کہ مجھے کچھ اور دریافت کرنے کا یارانہ رہا"

(۲۶)

جی الانہ نے لکھا ہے کہ بمبئی واپس آنے کے بعد رتی جناح اپنے شوہر کے ہاں جانے کے بجائے اپنے بھائی کے ساتھ رہنے لگیں۔ شاید جذباتی اعتبار سے وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنا اختلاف رکھتے تھے کہ ان کے لئے مل جل کر رہنا ممکن نہ تھا (۲۷) لیکن اس تمام اختلاف کے باوجود ان کی محبت کو زوال نہیں آیا تھا ان کے دل ایک دوسرے کے لئے دھڑکتے تھے جیسا کہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۲۸ کو رتی نے ایک خط پیرس سے بمبئی آتے ہوئے "ایس ایس راجپوتانہ" نامی جہاز سے جناح کو لکھا ہے۔ یہ خط نہایت پردرد اور محبت سے بھرپور تحریر ہے (۲۸) وہ لکھتی ہیں۔

ایس ایس راجپوتانہ (بحری جہاز)

مارسیلز، اکتوبر ۱۹۲۰ء

ڈارلنگ

تم نے جو کچھ بھی کیا اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔

اگر میرے رویے میں تمہارے احساس بے پایاں نے کوئی بے التفاتی یا کم مائیگی پائی ہو تو بھی میرے محبوب یقین جانو کہ میرا دل صرف گداز اور درد بے کراں ہی کا مسکن تھا۔ میرے محبوب یہ وہ درد تھا جو آزار سے پاک تھا۔ جان عزیز! ویسے بھی جب بھی کوئی شخص زندگی کی حقیقت (جو بہر حال موت ہے) سے اتنا مانوس ہو جائے جیسا کہ میں ہو چکی ہوں تو پھر اس کے لئے زندگی کے خوشگوار اور دل آویز لمحات کی یادیں ہی باقی رہ جاتی ہیں اور باقی سب کچھ عدم حقیقت کی دھند میں لپٹ کر نیم پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے میرے محبوب تم مجھے اس پھول کی طرح یاد کرنے کی کوشش کرو جسے تم نے (شاخ گل) سے چنا ہو۔ اس پھول کی طرح نہیں جسے تم نے روند ڈالا ہو۔

جان من! میں نے زیادہ دکھ شاید اس لئے اٹھائے ہیں کہ میں نے ٹوٹ کر محبت کی ہے۔ اور میں نے اتنی ہی شدید اذیت برداشت کی ہے جتنی شدید میری محبت ہے۔ میرے محبوب، مجھے تم سے محبت ہے۔ اگر میری محبت میں کوئی کمی ہوتی تو میں تمہارے ساتھ ہی چمٹی رہتی کہ ایک خوب صورت پھول کو تخلیق کرنے والا پھول کو ...... کو بکھیرتا نہیں۔ انسان اپنے تصور کو جتنا بلند کر لیتا ہے۔

وہ اتنی ہی پستی میں گر جاتا ہے۔

میرے محبوب! میں نے تم سے محبت کی ہے، ایسی محبت جو محبت کے مستحق چند ہی لوگوں کو میسر آتی ہے۔ میں تم سے یہ التجا کرتی ہوں کہ ہمارا المیہ جو محبت سے شروع ہوا تھا وہ محبت کے ساتھ ہی انجام کو بھی پہنچے۔

جان من! شب بخیر و خدا حافظ

رتی

پس تحریر! میں نے پیرس میں تمہیں خط لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ وہ خط یہاں سے حوالۂ ڈاک کروں لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے تازہ خط لکھوں۔ "آر"

حوالہ جات

۱۔ شریف الدین پیرزادہ Quaid-i-Azam Jinnah's Corrcespondence (کراچی: ۱۹۷۷ء)، ص ۸۷، ۸۸

۲۔ میکٹر بولا تھو کی محولہ کتاب Jinnah : Creator of Pakistan ص ۸۵

۳۔ ایس کے مجمدار Jinnah and Gandhi (کلکتہ ۱۹۶۶ء) ص ۷۸

۴- حسن ریاض، پاکستان ناگزیر تھا (کراچی ۱۹۷۰ء) ص ۱۴۹

۵- ایم سی چھاگلہ کی محولہ کتاب Roses in December ص ۱۱۷

۶- مطلوب الحسن سید کی محولہ کتاب Muhammad Ali Jinnah-A political Study ص ۳۰۹

۷- نواب محمد یامین خاں کی محولہ کتاب، نامۂ اعمال، جلد اول، ص ۲۶۲

۸- رئیس احمد جعفری کی محولہ کتاب، خطبات قائد اعظم۔ ص ۶۶

۹- جوشم اولوا کی محولہ کتاب Leaders of India ص ۸۲

۱۰- ہیکٹر بولائتھو کی محولہ بالا کتاب ص ۹۱

۱۱- ایضاً

۱۲- کانجی دوارکاداس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah ص ۵۴

۱۳- ہیکٹر بولائتھو نے یہ روایت اپنی محولہ بالا کتاب کے اصل مسودے میں درج کی تھی۔ لیکن بعد میں نامعلوم وجوہ کی بنا پر کتاب کی اشاعت کے وقت یہ روایت حذف کر دی گئی۔ بولائتھو کی کتاب کے اصل ٹائپ شدہ مسودے کی فوٹو کاپی قائد اعظم اکادمی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۱۴- اسٹینلے والپرٹ کی محولہ کتاب Jinnah of Pakistan ص ۹۵

۱۵- میکٹر بولا تھو کی محولہ بالا کتاب، ص ۹۲
۱۶- ایضاً" ص ۹۱
۱۷- ایضاً" ص ۹۱
۱۸- اسٹینلے والپرٹ کی محولہ بالا کتاب ص ۹۲
۱۹- دیکھئے جمیل الدین احمد کی، مرتبہ کتاب Quaid.i. Azam as Seen by his contemporarics (لاہور ۱۹۶۶) میں شامل دیوان چمن لال کا مضمون The Quaid.i.Azam As I knew him ص ۱۷۲
۲۰- دیوان چمن لال کی میکٹر بولا تھو سے گفتگو، دیکھئے میکٹر بولا تھو کی محولہ بالا کتاب، ص ۹۲
۲۱- دیوان چمن لال کا محولہ بالا مضمون- ص ۱۷۲
۲۲- ایضاً" ص ۱۷۲
۲۳- کانجی دوارکاداس کی محولہ بالا کتاب ص ۵۵
۲۴- عزیز بیگ کی محولہ کتاب Jinnah and His Times ص ۳۱۲
۲۵- جہاں آرا شاہنواز کی محولہ کتاب Father and Daughter ص ۷۰
۲۶- دیوان چمن لال کی میکٹر بولا تھو سے گفتگو، دیکھئے میکٹر بولا تھو کی محولہ بالا کتاب ص ۹۲
۲۷- جی الانہ کی محولہ کتاب Quaid.i.Azam Jinnah: The Story of a Nation ص ۱۷۵
۲۸- رتی کا جناح کے نام خط "قائد اعظم پیپرز" فائل نمبر ۸۹۰، ڈیپارٹمنٹ آف نیشنل آرکائیوز اسلام آباد-

خط کے عکس کے لئے دیکھئے پیش نظر کتاب کا ضمیمہ نمبر ۵۔
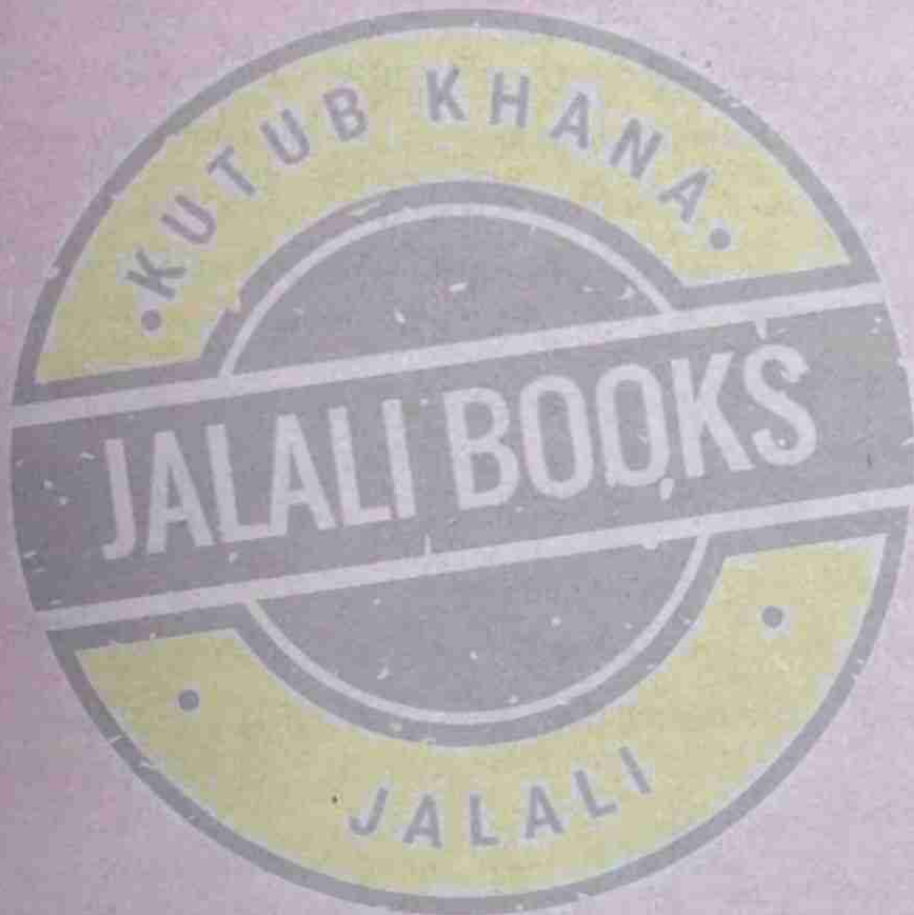
انتقال پر ملال

محمد علی جناح پیرس سے لندن گئے اور لندن سے ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۸ کو "رزنک" نامی جہاز سے بمبئی واپس پہنچے۔ اس وقت ہندوستان کی سیاسی فضا بے پناہ مکدر تھی۔ ہر طرف نہرو رپورٹ زیر بحث تھی جس میں تجاویز دہلی سے صریحاً انحراف کیا گیا تھا۔ محمد علی جناح کو بھی اخبار نویسوں نے اس رپورٹ پر اظہار خیال کی دعوت دی لیکن انھوں نے یہ کہہ کر نہرو رپورٹ پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا کہ "ابھی ان کو رپورٹ کا تفصیلی مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا ہے"۔(۱)

ہندوستان آمد کے تقریباً دو ماہ بعد تک جناح نے نہرو رپورٹ پر کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ ۲۸ دسمبر کو انھوں نے کلکتہ میں ایک کل جماعتی کانفرنس میں تقریر کی۔ جس میں پہلی مرتبہ کھل کر انھوں نے

نہرو رپورٹ پر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اس کانفرنس میں ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں محمد علی جناح کی تمام تجاویز کو رد کر دیا گیا۔ وہ اس صورت حال سے اس قدر دلبرداشتہ ہوئے کہ انھوں نے کلکتہ سے بمبئی واپس جاتے ہوئے اپنے ایک پارسی دوست جمشید نوشیرواں جی سے کہا کہ "آج ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا اس طرح جدا ہو رہے ہیں کہ وہ اب آپس میں کبھی نہ مل سکیں گے۔" (۲)

محمد علی جناح جس دم ہندو اور مسلم انڈیا کی جدائی پر اظہار تاسف کر رہے تھے اس وقت ان کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ ایک اور جدائی بمبئی میں ان کی منتظر ہے اور یہ جدائی تھی رتی جناح کی۔ رتی جناح کی بمبئی واپسی کے بعد اگرچہ رتی سے ان کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے جدا تھے۔ محمد علی جناح ہر شام رتی سے ملنے جاتے اور گھنٹوں پرانے دنوں کی باتیں کرتے رہتے۔ اس طرح رفتہ رفتہ ان کے درمیان فاصلے کم ہو رہے تھے۔ (۳)

کانجی دوارکاداس نے رتی جناح کے آخری ایام کی کچھ تفصیلات درج کی ہیں۔ ان تفصیلات کو اگرچہ مصدقہ نہیں کہا جاسکتا لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں کسی حد تک صداقت ہے۔ کانجی دوارکاداس نے لکھا ہے کہ جنوری اور فروری ۱۹۲۹ء میں رتی مسلسل بیمار رہیں اور اس بیماری نے ان کی ہمت پست کر دی تھی۔ وہ بمشکل ہی کبھی شام کو تفریح کے لئے باہر نکلتی تھیں۔ ۲۸ جنوری ۱۹۲۹ سے چونکہ دہلی میں اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے محمد علی جناح اس اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی روانہ ہو گئے۔ نتیجہ یہ کہ رتی بالکل تنہا رہ گئیں۔ بمبئی میں صرف کانجی دوارکاداس

ہی ایک ایسے شخص تھے۔ جن سے رتی کے دوستانہ مراسم تھے اور جو پابندی سے رتی سے ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ۲ فروری کو رتی نے ایک دعوت میں شرکت کی اور ۱۲ فروری کو وہ رات کا فلم شو دیکھنے سینما گئیں۔ (۴) اس زمانے میں بمبئی میں فسادات ہورہے تھے۔ اس لئے بحیثیت اعزازی پریذیڈنسی مجسٹریٹ کانجی دوارکاداس کی مصروفیات میں بھی بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ وہ کئی دن رتی سے نہ مل سکے۔ رتی کی طبیعت اب بھی غیر معمولی طور پر ناساز تھی وہ ہر وقت پریشان اور سراسیمہ رہتی تھیں اور جب یہ کیفیت بڑھ جاتی تو ان پر غشی طاری ہوجاتی تھی۔ ۱۸ فروری کی صبح بھی ان پر غشی طاری ہوگئی تھی۔ کانجی دوارکاداس نے لکھا ہے

> کہ ۱۹ فروری کو ٹیلیفون پر ان کو اطلاع ملی کہ رتی پر بے ہوشی طاری ہوگئی ہے اور پھر اس بے ہوشی نے اس قدر طول پکڑا کہ اپنی انتیسویں سالگرہ کے دن یعنی ۲۰ فروری ۱۹۲۹ کی شام کو وہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ (۵)

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

جس وقت رتی کا انتقال ہوا محمد علی جناح دہلی میں تھے چنانچہ ان کو ٹیلیفون پر فوری طور پر اطلاع دی گئی۔ دیوان چمن لال نے جو اس موقع پر دہلی میں جناح کے ساتھ تھے لکھا ہے کہ

> میں جناح کے ساتھ ویسٹرن کورٹ میں بیٹھا ہوا تھا کہ بمبئی سے ایک ٹرنک کال موصول ہوئی۔ جناح

نے ٹیلیفون پر نہایت سنجیدگی سے بات کی اور نہایت آہستگی سے کہا "میں آج رات چل پڑوں گا" پھر جب ٹیلیفون پر بات چیت ختم ہوگئی تو وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا۔ رتی بہت شدید بیمار ہیں اور میں آج رات ضرور روانہ ہوجاؤں گا۔ پھر کچھ توقف کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا۔ "تم جانتے ہو کون بات کررہا تھا۔ یہ میرے خسر تھے۔ میری شادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ ہم نے ایک دوسرے سے گفتگو کی۔" میں نے جناح سے اصرار کیا کہ وہ اگلی صبح فرنٹیر میل سے چلے جائیں کیونکہ نائٹ ٹرین ان کو جلدی بمبئی نہیں پہنچائے گی۔ پھر مجھے کچھ پتہ نہیں چلا۔ البتہ بعد میں معلوم ہوا کہ جب جناح کو ٹیلیفون پر اطلاع دی گئی تو رتی شدید بیمار نہیں تھیں بلکہ ان کا انتقال ہوچکا تھا۔ (۶)

۲۱ فروری ۱۹۲۹ء کے اخبار پائنیر، الہ آباد میں "مسز جناح" اور سول اینڈ ملٹری گزٹ میں "مسز جناح انتقال کرگئیں" کے عنوانات کے ساتھ رتی جناح کے انتقال کی خبر ان الفاظ میں شائع ہوئی۔

"بدھ کی شب رتی بائی جناح زوجہ محمد علی جناح ممبر لیجسلیٹو اسمبلی کا انتقال ہوگیا۔ مسز جناح جو کچھ عرصے سے شدید بیمار تھیں سر ڈنشا اور لیڈی پیٹٹ کی واحد صاحبزادی تھیں۔ وہ بمبئی کی سوسائٹی میں ایک معروف شخصیت تھیں۔ مسز جناح جو بروقت نہیں

پہنچ سکے ہیں توقع ہے کہ آج صبح پہنچ جائیں گے۔(۷)

۲۲ فروری ۱۹۲۹ کی صبح جناح غمزدہ اور دل گرفتہ بمبئی پہنچ گئے۔ کانجی دوارکاداس، کرنل سوکھے اور ان کی اہلیہ ان کو گرانٹ روڈ اسٹیشن لینے گئے اور پھر وہ سیدھے مج گاؤں میں واقع خوجہ سنت جماعت کے قبرستان پہنچ گئے۔ کانجی دوارکاداس کا بیان ہے کہ اسلامی رسم و رواج کے مطابق جب تک تدفین کا کام مکمل نہیں ہوگیا میں ان کے پاس بیٹھا رہا۔ جناح نے بڑی ہمت سے کام لیا ابتداً گہری خاموشی رہی پھر انہوں نے اسمبلی کی کارروائی کے بارے میں گفتگو شروع کردی۔(۸)

جس وقت رتی کی میت قبر میں اتاری جانے لگی اس وقت جناح کا صبروتحمل قائم نہ رہ سکا اور اپنے جذبات کو چھپانے کی جو کوشش وہ کررہے تھے ختم ہوگئی۔ انہوں نے سب سے قریب ترین رشتہ دار ہونے کی بناپر سب سے پہلے قبر پر مٹی ڈالی اور بچوں کی طرح سسک سسک کر رونے لگے۔(۹)

۲۳ فروری ۱۹۲۹ کو سول اینڈ ملٹری گزٹ نے "مسز ایم اے جناح کی تدفین" کے عنوان سے خبر شائع کی جس میں کہا گیا تھا۔

"مسٹر محمد علی جناح کی اہلیہ مسز جناح کی تدفین آج مسٹر جناح کے دہلی سے یہاں پہنچنے کے فوراً بعد ہوگئی۔ بمبئی بار اور بمبئی کی محمڈن کمیونٹی کے ممتاز ارکان نے تدفین میں شرکت کی۔ مسز جناح کو مج گاؤں کے خوجہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔" (۱۰)

رتی جناح کے انتقال پر جہاں اعزاء واحباب' سیاسی رہنماؤں اور

حکمرانوں نے اظہار تعزیت کیا وہاں بیشتر اخبارات و رسائل نے تعزیتی اداریئے بھی شائع کئے۔ ۲۱ فروری ۱۹۲۹ کو وائسرائے ہند لارڈ ارون نے ایک ٹیلیگرام کے ذریعے محمد علی جناح سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا۔

> "مجھے ابھی یہ غمناک خبر ملی ہے۔ برائے مہربانی میری اور لیڈی ارون کی جانب سے پرخلوص تعزیت قبول کیجئے۔" (۱۱)

خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالے "تبلیغ نسواں" میں "غم ناک خبر" کے عنوان سے سیاہ حاشیہ میں ایک تعزیتی شذرہ تحریر کرتے ہوئے لکھا۔

> "نہایت افسوسناک اور غمگین کرنے والی خبر آئی ہے کہ بمبئی میں جناح بیگم کا انتقال ہوگیا۔ مرحومہ پارسی قوم کے ایک کروڑ پتی خاندان میں پیدا ہوئی تھیں اور ہندوستان کی بے پردہ خواتین میں سب سے زیادہ خوب صورت مانی جاتی تھیں۔ انہوں نے مسٹر محمد علی جناح بیرسٹر بمبئی سے شادی کی تھی اور شادی سے پہلے مسلمان ہوگئی تھیں ان کی تعلیم و تربیت اعلٰے درجے کی ہوئی تھی۔ وہ ہر ملکی و قومی جلسے میں شریک ہوتی تھیں۔ ان کے شوہر بڑے سیاسی لیڈر ہیں ..... مرحومہ تمام دنیا کی سیاحت کرچکی تھیں۔ چند ماہ پہلے وہ ایران گئی تھیں جو ان کے اجداد کا قدیمی وطن ہے۔ وہیں سے بیمار ہوکر آئیں اور انتقال ہوگیا۔ ان کی موت

ہندوستان کی تعلیم یافتہ خواتین میں ناقابل تلافی نقصان اور کمی کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت کرے اور ان کے والدین اور شوہر کو صبر کی توفیق دے۔" (۱۲)

تحریک خلافت کے رہنما مولانا محمد علی جوہر نے بمبئی سے دہلی واپسی پر جناح سے یکم مارچ بروز جمعہ ملاقات کی اور اس جانکاہ صدمے پر ان سے اظہار تعزیت کیا۔ بعد میں مولانا محمد علی جوہر نے اپنے اخبار "ہمدرد" میں "مسز جناح کی مصالحانہ مساعی" کے عنوان سے ایک طویل اداریہ قلم بند کیا۔ جس میں جزوی طور پر انھوں نے رتی جناح کے انتقال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کیا۔ (۱۳) لاہور کے روزنامہ انقلاب نے ۲۸ فروری ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں ایک تعزیتی شذرہ شائع کیا جس میں کہا گیا تھا کہ

"مسز جناح اپنے شوہر کی مانند زبردست سیاسی شعور رکھتی تھیں اور اصلاح معاشرہ کے کاموں میں بہت سرگرمی سے حصہ لیا کرتی تھیں۔ بمبئی کے گورنر لارڈ ولنگڈن کے خلاف جب تحریک چلائی گئی تو مسز جناح اس تحریک کے کارکنوں کی صف اول میں تھیں" ۔ (۱۴)

رتی جناح کے انتقال پر بلاتفریق مذہب و ملت ہر شخص نے افسوس کا اظہار کیا سروجنی نائیڈو جو قائداعظم محمد علی جناح کی مداح اور رتی کی دوست تھیں، رتی کے انتقال کے وقت امریکہ کے دورے پر گئی ہوئی تھیں۔ انھوں نے رتی جناح کے انتقال کی خبر ملنے پر نیویارک سٹی سے ۲ مارچ ۱۹۲۹ کو کانجی دوارکاداس کو ایک خط میں لکھا۔

''میں اچانک ساکت ہو کر رہ گئی ہوں اور میری تمام طاقت جواب دے گئی ہے اس حسین چہرے پر جس سے مجھے محبت تھی منوں مٹی پڑ گئی ہے اور اس بات کو ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا جب کہ مجھے دو دن قبل اطلاع ملی۔ کسی نے مجھے اتفاقیہ اور سرسری طور پر ٹیلی فون کے دوران بتایا جو یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ نوعمر لڑکی مجھ کو کس قدر عزیز تھی۔ تم نے مجھے تار کیوں نہیں بھیجا۔ میں کیوں اپنی اس دلی کیفیت کو نہیں سمجھ پائی جو واقعی وجدانی پیغام تھا اور میں نے خود تم کو تار کیوں نہیں دیا۔ ۲۰ فروری کو جو رتی کی انتیسویں سالگرہ کا دن تھا۔ میں اندیشوں اور واہموں کے نرغے میں تھی لیکن میں نے ان کو خلط ملط کر دیا۔ یہ ایک حقیقی خوف اور اندیشہ تھا۔ لیکن میں نے اس پر خود کو یقین نہ کرنے پر آمادہ کیا اور خود کو سمجھاتی رہی۔ میں پر یقین ہوں کہ میرا خط اس کی سالگرہ پر اس ہفتے جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئی ہوگی ہندوستان پہنچ گیا ہوگا۔ بے چاری لڑکی۔ بے چاری حیرت ناک حد تک مصیبت زدہ لڑکی۔ میں یہ الفاظ نہ صرف تمہاری تسکین کے لئے لکھ رہی ہوں کہ تمہارے دل میں رتی کے لئے موجود اس دوستی' اور شفقت کے اعتراف کے طور پر بھی لکھ رہی ہوں جس کی رتی بھی قدر کرتی تھی ...... تم ان لوگوں میں سے ایک ہو جو محسوس کر سکتے ہو کہ وہ غیر معمولی' بے خوف اور شریف

روح رکھنے والی' ہستی تھی۔ تمہارا شکریہ۔ اس کے
نام پر میری خاطر۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ رتی
میرے دل کے کتنے قریب تھی۔ اس کی مضبوط
اور دکھی روح کے لئے جو ہمیشہ آزادی کی خواہشمند
تھی۔ نجات کا کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ اس کی
والدہ اور اس کے شوہر دونوں میرے ذہن میں
ہیں اور میں ان کے دکھ میں ان کے نقصان میں
اور ان کے کرب میں شریک ہوں" (۱۵)

کانجی دوارکاداس اور رتی جناح کے ایک اور مشترکہ دوست اور
تھیوسوفیکل سوسائٹی کے سرگرم رہنما کرشنا مورتی نے بھی جو امریکہ
کے دورے پر تھے۔ یکم اپریل ۱۹۲۹ء کو کانجی دوارکاداس کے نام
ایک خط میں رتی کے انتقال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ

"میں اپنی پچھلی ملاقات میں سمجھا تھا کہ وہ جلد صحت
یاب ہوجائیں گی کیونکہ وہ پہلے سے بہتر نظر آرہی
تھیں۔ جب سے تمہارا برقیہ ملا ہے۔ میں ان کے
بارے میں اکثر سوچتا رہتا ہوں۔ مجھے ان کے
انتقال پر بہت افسوس ہے لیکن یہ خوشی بھی ہے کہ
وہ اپنے آخری دنوں میں زیادہ عرصے تک بیماری کی
اذیت میں مبتلا نہیں رہیں۔" (۱۶)

رتی کی تدفین سے فارغ ہوکر محمد علی جناح نے کانجی دوارکاداس
سے کہا کہ وہ ان سے اگلی شام کو ملیں کیونکہ جناح کو علم تھا کہ رتی
کے انتقال سے قبل کانجی دوارکاداس ہی وہ شخص تھے جو رتی سے
برابر ملتے رہے تھے۔ اگلی شام کو جناح سے ملاقات کا احوال بیان

کرتے ہوئے کانجی دوارکاداس نے لکھا ہے کہ

"میں نے ایسا غم زدہ اور ایسا اداس شخص پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے دو گھنٹوں کی ملاقات کے دوران مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے اپنا دل نکال کر رکھ دیا میں صبر و تحمل اور ہمدردی کے ساتھ ان کی گفتگو سنتا رہا۔ البتہ کبھی کبھی ایک آدھ لفظ کہہ دیا کرتا تھا۔ لیکن دوران گفتگو میں نے محسوس کرلیا کہ جناح نے رتی کے انتقال کے دکھ کو اپنے قلب میں تصویر کرلیا ہے ..... اور پھر وہ اپنی زندگی کے اختتام تک اس صدمے سے بحال نہیں ہوسکے۔" (۱۷)

رتی کے انتقال نے جناح کو ایک ایسی تنہائی سے ہم کنار کر دیا کہ وہ آئندہ برسوں میں کبھی اس تنہائی کے حصار سے باہر نہیں نکل سکے۔ انہوں نے خود کو سمیٹ لیا اور مکمل طور پر تنہائی پسند ہوگئے۔ رتی کی موت نے ان پر ایک ایسا شدید ردعمل چھوڑا کہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ انیس سالوں میں انہوں نے بلاواسطہ یا بالواسطہ کبھی رتی کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس کا نام لیا۔ بقول کانجی دوارکاداس

"میں نے رتی کی کوئی تصویر کبھی ان کے گھر میں نہیں دیکھی۔ رتی کے پاس زمرد کے بڑے خوبصورت ذخیرے تھے' نادر اشیاء تھیں اور کتابوں کے پہلے ایڈیشن تھے جو ایک عمدہ میوزیم بناسکتے تھے لیکن جناح نے جو کچھ کیا وہ یہ کہ انہوں نے ان تمام چیزوں کو صندوقوں میں بھر دیا اور پھر ان

چیزوں کے بارے میں سب کچھ بھول گئے"۔ (۱۸)

قائد اعظم کے ڈرائیور سید عبدالحیٔ کا بیان ہے کہ ٹل گبز روڈ کے بنگلے پر جو کمرہ مجھے رہنے کے لئے دیا گیا تھا اس سے متصل ہی اسٹور روم تھا۔ اس اسٹور روم میں پرانے اخبارات، جست کے بنے صندوق اور پرانے برتن و دیگر سامان رکھا رہتا تھا۔ اسی کمرے میں رتی جناح کی تصاویر بھی لگی ہوئی تھیں۔ اس اسٹور روم میں کبھی کبھی قائداعظم آیا کرتے تھے یا میں پرانے نشان زدہ اخبارات کے تراشے کاٹ کر فائل بناتا تھا۔ مجھے دینا کی آیا اسٹیلا نے ایک مرتبہ بتایا کہ ان صندوقوں میں دینا کی والدہ رتی جناح سے متعلق سامان بند ہے۔ (۱۹)

قائد اعظم کے ایک اور ڈرائیور محمد حنیف آزاد کے مطابق قائداعظم کبھی کبھی یہ صندوق کھلوانے کا حکم دیتے تھے۔ جست کے اس جہازی صندوق میں بے شمار کپڑے تھے۔ ان کی مرحوم بیوی اور لڑکی کے، جب وہ چھوٹی سی بچی تھی۔ یہ کپڑے باہر نکالے جاتے تو صاحب بڑی غمگین خاموشی سے ان کو دیکھتے رہتے۔ ایک دم ان کے دبلے پتلے شفاف چہرے پر غم و اندوہ کی لکیروں کا ایک جال سا بکھر جاتا۔ "اٹ از آل رائٹ۔ اٹ از آل رائٹ" کہہ کر وہ اپنی آنکھ سے مونوکل اتارتے اور اسے پونچھتے ہوئے ایک طرف چل دیتے۔ (۲۰)

محمد علی جناح کو رتی سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ رتی کے انتقال کے بعد ایک عرصے تک خود کو بحال کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ بیگم حاتم بھائی طیب جی کے مطابق بیوی کی موت کے بعد قائداعظم کے مزاج میں چڑچڑا پن آگیا تھا۔ وہ بجھ کر رہ گئے تھے، وہ ضابطے کے

بڑے پابند تھے۔ انہیں اپنے جذبات پر حد درجہ قابو تھا۔ چنانچہ لوگ یہ اندازہ نہیں کرسکتے تھے کہ ان کو اپنی بیوی سے کتنی محبت تھی اور ان کے مرنے کا انہیں کتنا دکھ ہوا۔ مگر جو لوگ قائداعظم سے اچھی طرح واقف تھے وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ رتی کی جدائی سے وہ بے حد اداس ہوگئے تھے، اور خود کو تنہا محسوس کرتے تھے۔ (۲۱)

حوالہ جات

۱- نہرو رپورٹ پر قائداعظم کے ردعمل کے لئے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "قائداعظم کے ۷۲ سال"۔(کراچی ۱۹۸۶)
۲- ہیکٹر بولائتھو کی محولہ کتاب، ص ۹۵
۳- کانجی دوارکاداس کی محولہ کتاب Ruttie Jinnah ص ۵۶
۴- ایضاً، ص ۵۶
۵- ایضاً، ص ۵۷
۶- دیوان چمن لال کا محولہ مضمون ص ۱۷۲، ۱۷۳
یہاں یہ امر وضاحت طلب ہے کہ سرڈنشا پیٹٹ اور محمد علی جناح کے تعلقات رتی کی شادی کے بعد نہ صرف ختم ہوگئے تھے بلکہ سرڈنشا پیٹٹ نے ان تعلقات کو بحال کرنے کی کبھی کوشش بھی نہیں کی۔ ایم سی چھاگلہ نے لکھا ہے کہ سر ڈنشا پیٹٹ نے اپنی بیٹی کو کبھی معاف

نہیں کیا اور کبھی اس سے نہیں ملے، حتیٰ کہ جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے نہ اس کے جنازے میں شرکت کی اور نہ ہی میت کا چہرہ دیکھا دیکھئے ایم سی چھاگلہ کی محولہ کتاب Roses in December ص ۱۲۰)

اس بارے میں کہ سرڈنشا پیٹٹ کے رتی سے تعلقات بحال ہوئے تھے یا نہیں متعدد آراء ہیں۔ قائداعظم کے اکثر سوانح نگاروں نے یہی ظاہر کیا ہے کہ آخر دم تک باپ بیٹی کے درمیان کوئی تعلق نہیں تھا جبکہ رتی کی ماں اور بھائی نے قائداعظم سے رتی کی شادی کو ذہنی طور پر قبول کرلیا تھا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ کو اے بی راجپوت کا ایک مضمون "Ruttie's Marriage with Jinnah" روزنامہ ڈان کراچی کے میگزین میں شائع ہوا تھا جس میں اے بی راجپوت نے یہ لکھا تھا کہ سرڈنشا پیٹٹ نے "رتی" سے مرتے دم تک مصالحت نہیں کی تھی ——— اے بی راجپوت کی رائے کا تعاقب کرتے ہوئے ایم عزیز حاجی ڈوسا نے جو بمبئی کے رہنے والے ہیں اور حال کراچی میں مقیم ہیں روزنامہ ڈان کی ہی ۱۲ جنوری ۱۹۹۰ کی اشاعت میں ایک مراسلہ شائع کرایا جس میں انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح اور سرڈنشا پیٹٹ سے اپنے خاندانی مراسم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ جب رتی جناح علالت کے وقت تاج محل ہوٹل بمبئی میں مقیم تھیں تو سرڈنشا پیٹٹ اپنی علیل بیٹی کی تیمارداری کررہے تھے۔ انہوں نے رتی کے علاج پر معروف پارسی ڈاکٹر فیروزشاہ مودی کو مقرر کیا تھا جبکہ ایک اور ماہر جرمن معالج ڈاکٹر لینسر بطور کنسلٹنٹ کے رتی کو دیکھ رہے تھے۔"

۷- دیکھئے دی پائینز الہ آباد' ۲۲ فروری ۱۹۲۹ ص ۳۱ کالم ۳- علاوہ ازیں دیکھئے سول اینڈ ملٹری گزٹ کی اشاعت ۲۳ فروری ۱۹۲۹ ص ۴ کالم ۲

۸- کانجی دوار کاداس کی محولہ کتاب' ص ۵۷

۹- رتی جناح کی تدفین کے بعد قائداعظم کے گریہ کا تذکرہ قائداعظم کے تقریباً تمام سوانح نگاروں نے کیا لیکن کانجی دوار کاداس اور ایم سی چھاگلہ اس ضمن میں اس بنا پر معتبر ہیں کہ وہ چشم دیدگواہ بھی ہیں (دیکھئے کانجی دوار کاداس کی محولہ بالا کتاب' ص ۵۸ اور ایم سی چھاگلہ کی محولہ بالا کتاب' ص ۱۲۱)

۱۰- دیکھئے سول اینڈ ملٹری گزٹ کی اشاعت ۲۴ فروری ۱۹۲۹ ص ۴ کالم ۵- یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سول اینڈملٹری گزٹ نے اپنی یکم مارچ ۱۹۲۹ کی اشاعت میں رتی جناح کی ایک تصویر بھی شائع کی تھی- خوجہ سنت جماعت کا قبرستان اب ویسٹ بمبئی (ڈونگری) کی حدود میں آگیا ہے- ایک اعتبار سے یہ قائد اعظم کا خاندانی قبرستان ہے کیونکہ اس میں قائد اعظم کی ہمشیرگان مریم بائی عابدین پیر بھائی' رحمت قاسم بھائی جمال' قائد اعظم کے بھانجے بیرسٹر اکبر اے پیر بھائی اور دیگر اعزاء دفن ہیں- مریم عابدین پیر بھائی کا اسی سال کی عمر میں ۱۰ جون ۱۹۶۴ کو انتقال ہوا تھا اور بیرسٹر اکبر پیر بھائی کا ۶۶ سال کی عمر میں ۱۸ فروری ۱۹۷۴ کو انتقال ہوا-

۱۱- یہ ٹیلیگرام انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ''لارڈ اورن پیپرز'' میں محفوظ ہے- ٹیلی گرام کا متن

مجھ کو قائداعظم اکادمی کے سابق بانی ڈائریکٹر پروفیسر شریف المجاہد نے فراہم کیا۔

۱۲- دیکھئے خواجہ حسن نظامی کے رسالے ''تبلیغ نسواں'' دہلی کی اشاعت برائے فروری ۱۹۲۹ء

۱۳- ہمدرد ۵ مارچ ۱۹۲۹ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے محمد سرور کی مرتب کردہ کتاب ' مولانا محمد علی : بحیثیت تاریخ ساز (لاہور، ۱۹۶۲) ص ۳۲-۳۴-

۱۴- روزنامہ انقلاب' لاہور ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء

۱۵- کانجی دوارکاداس کی محولہ بالا کتاب ص ۶۱- ۶۲

۱۶- ایضاً ص ۶۳

۱۷- ایضاً ص ۵۸

۱۸- ایضاً ص ۶۰

۱۹- قائداعظم کے ڈرائیور سید عبدالحئی کی مصنف سے دسمبر ۱۹۸۶ میں گفتگو۔

۲۰- سعادت حسن منٹو کی محولہ کتاب ''گنجے فرشتے'' میں شامل محمد حنیف آزاد کا انٹرویو' ص ۴۸

رضوان احمد نے لکھا ہے کہ قائداعظم کو اپنی اہلیہ سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے ایک وقف صرف اس مقصد کے لئے قائم کر دیا تھا کہ مرحومہ کے مزار پر برابر پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی رہے (دیکھئے : رضوان احمد کا مضمون ''رتن بائی : قائداعظم محمد علی جناح کی رفیقہ حیات'' مطبوعہ روزنامہ ''جنگ'' کراچی' ۲۱ فروری ۱۹۸۵ء ص ۳
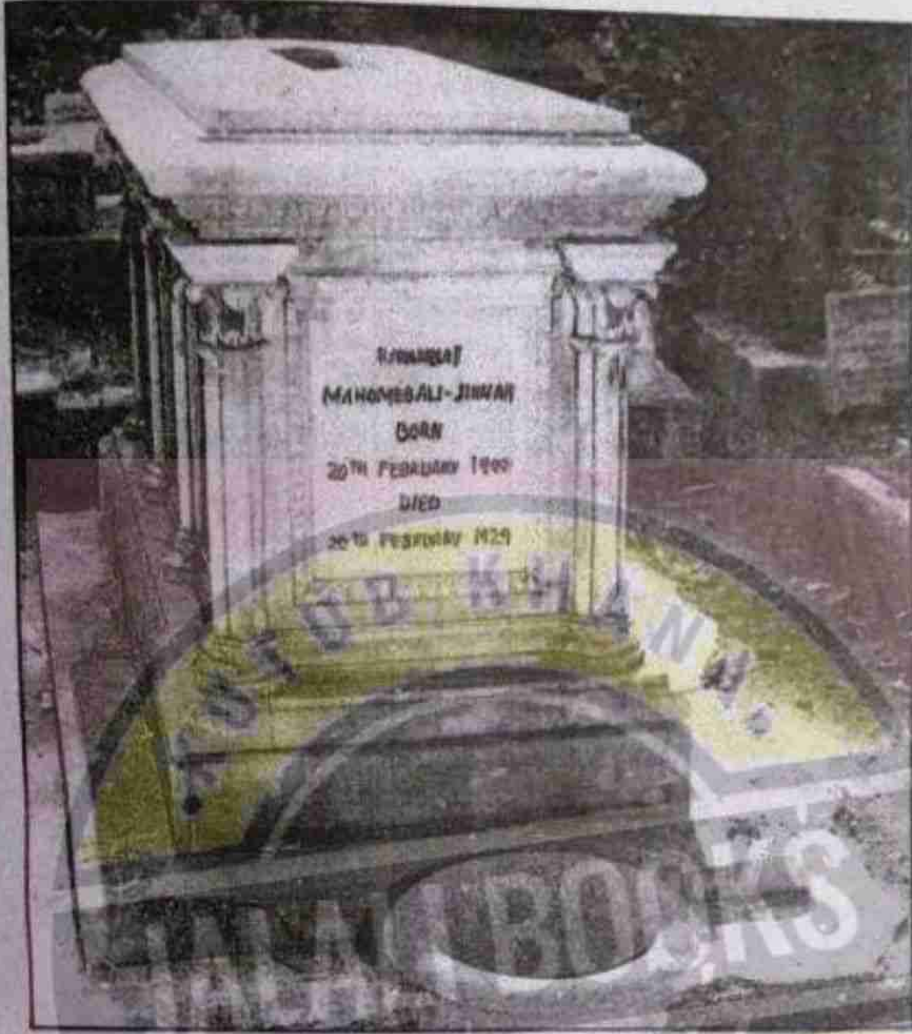
ہو کا عالم ہے نہ اپنا نہ پرایا کوئی
نہ کوئی دوست جو اب اشک بہانے کو رکے
نہ کوئی شاخ جو تعظیم سے سائے کو جھکے
نہ کوئی ہاتھ جو رکھ دے مرے سینے پہ گلاب
سب ستم خوردہ و مجبور سبھی پا بہ رکاب
سب کے سینوں پہ ہے خود اپنی ہی قبروں کا عذاب
خیریت پوچھنے والے یہ بھلا کیا جانیں
اپنی ہی مرگ جواں سال کا نوحہ ہوں میں
اپنی ہی قبر کا ٹوٹا ہوا کتبہ ہوں میں
یہ بھی اک رسم ہے کہتے ہیں کہ زندہ ہوں میں (۱)

رضی اختر شوق، شمارہ نمبر ۲ مطبوعہ سہ ماہی سیپ۔ کراچی

ضمیمہ ا

Books of Ruttie Jinnah

ARLAN, MICHAEL
The London Venture
(other books by Arlan 'The Romantic Lady, Piracy, These Charming People, The Green Hat)
The book is signed — Ruttie June '25

BARKER, A. T.
The Mahatma's letters to A.P. Sinnett, London, T. Fisher Unwin, 1923
Remarks: *To, one of the noblest — kindness and greatest of mankind from her friend*

BEESLEY, LAWRENCE
The Loss of the R.M.S. Titanic; its story and its lessons. London, William Heinemann, 1912
Remarks: Sd/ — *Ruttie Petit*

BELLOC, H
On Anything, London, Methuen, n.d.
Sd/ — *Ruttie, March, 1925*

BELLOWS, WILLIAM
Dictionnaire Francais Anglaiset. Anglais, Francais, Paris, Hachette, 1921
Sd/ — *Ruttie — Paris, 22nd Feb. 1923*

BESANT, ANNIE
How a World Teacher Come London. The Theosophical Publishing, 1926
Sd/ — *Kanji Dawarkadas, October 1926*

BESANT, ANNIE
Thought Power — its control and culture

BESANT, ANNIE
How India Fought for Freedom. Madras, The Theosophical Publishing House, 1915
Sd/ — R. D. Petit

BINESCO, ELIZABETH
Balloons

BLACK, JACK

You Can Not Win, 1927

(It seems Ruttie used to buy her books from 'Thacker and Co. Ltd., Bombay', as quite a few books have their stamp on them)

BLACKMORE, R. D

Lorna Doone; a Romance of exmoor. Londdn, Humphrey Milford 1925

Remarks: Sd/ — *Dinna Jinnah* — Lawar IV, Autane Teree Cleweldy Keppestone East Bowna?

BLAVATSKY, H. P

Isis Unveiled: A Master Key to the Mysties of Ancient and Modern Sciences and the Elegy. London, The Theosophical Publishing House, 1923

Sd/ — Ruttie, Madras, 26 Dec. 1925

BROADBENT, ALBERT

An Emerson Treasury. London, George C. Harrap, n.d.

Sd/ — Rutty D. Petit

Sd/ — Ruttie Petit (at another page)

BRONTE, CHARLATTE

Shirley. New York, Thomas Y. Cromwell & Co.

To dear Rutty from Manek Feb. 18th 1912

BURNS, ROBERT

The Poetical Work of Robert Burns. London, William Collins, n.d.

Remarks: (written by penciles) From Mr. John Curria F Visram Ebraham Esq. with compliments and best thanks for your kindness in Paris

BURTON, RICHARD F

The Qasidah of Haji EL Yezdi: A Lay of the Higher Law. London, Hutchinson, 1914

Remarks: Sd/ — Ruttie Petit 9th Oct. 1916

CAINE, HALL

The Woman thou Gavest Me Being the Story of Mary O'neil. London, William Heinemann, 1913

Remarks: Sd/ — Rutty D. Petit

COKE, DESMOND

Our Modern Youth: An Exuberance. London, Chapman Hall, 1924

Remarks: Rutee, Muneer, 24B, Bay

DEBALZACHONORAC

Eugenie Grandet. London, H. M. Dent, 1910
Remarks: Sd/ — Ruttie Petit 16.4.1913
A Doll's House. 1879, Made Moiselle de Mampen, a Romance of Love and Passion
Sd/ — R. Petit

DOYLE, ARTHUR CONAN

The Wanderings of a Spiritualist. London, Hodder and Stoughton, n.d.
Remarks: Sd/ — Ruttie, Simila, Sept. 1924

DUMAS, ALEXANDER

The Count of Monte Cristo. Vol.2
Remarks: Sd/ — Rutty D. Petit

DUMAS, ALEXANDER

Twenty Years After. New York, Crowell & Co.
Remarks: Sd/ — Rutty Petit 1.8.1912

DUMAS, A

The Regent's Daughters. London, Collin's Dear Type Press
Sd/ — Rutty

DUMAS, ALEXANDER

Louise Dela Valliere. London
Remarks: Sd/ — Rutty Petit

ELIOT, GEORGE

Adem Bede, London, Word Lock & Co. 1910

ELIOT, GEORGE

Silas Harner. London, Collins Type Press, n.d.
Remarks: Sd/ — Rutty D. Petit, marked sentences

FLAMMARION, CAMILLE

Silas Harner. London, Collins Type Press, n.d.
Remarks: Sd/ — Ruttie 29th January 1925 B.Bay

FRANKAN, GILBERT

The Women of the Horizen: A Romance of 1913. London, Chatto & Windus
Sd/ — Ruttie Petit, March 1915

FROWDE, HENRY

Vanity Fair. London, Oxford Univ. Press

Golven, Manuel Nacha regules. Authorised translation from the original Spanish by Leo Ongley

HARDING, GEORGINA

The Triumph of Death From the Italian Jabriele D'annuzio, 1914

HOPE, LAURENCE

The Garden of Kama and other Lover Lyrics from India. London, W. Heinemann, 1912

Remarks: Sd/ — Lady Petit, 1914

How to make good pictures: a book for the amateur photographer

Remarks: Ruttie

ILBERT, COURTENCY

The New Condition of India. London, University of London Press, 1923

Remarks: Sd/ — Ruttie, December 1923

JOSSE, EDMUND *ed.*

A Century of French Romance

KINGSLEY, CHARLES

Ypatia. London, Collins Type Press, n.d.

Remarks: Sd/ — Ruttie D. Petit

LAWRENCE, D. H.

Women in Love. London, Martin Secker, 1921

LEADBEATER, C. W

Chauvoyance.

And is presented to D.P. (Dinshaw Petit) from H.P. (Hamabai Petit)

LE QUEUX, WILLIAM

Things I Knew About Kings' Celebretie & Crooks. London, Eveleigh Nash & Grayson Ltd., 1923

Signed by Ruttie Jinnah, Bombay, Dec. 1923

This must be the Ist ed. of the book

LOVELL, ARTHUR

Imagination and its Wonders

LUCAS, NETTEY

The Autobiography of a Crouk. London. T. Fisher Unwin, 1925
Remarks: Sdl — Rutty. Mandley, 25th May, 1925

LYTTON, LORD

Herald; the Last of the Saxon Kings by the Right Honourable. London
Remarks: Sdl — Ruttie Pitit

LYTTON, LORD

The Last Days of Pompeie. London, Collins Type Press
Remarks: Sdl — Dina Jinnah Cwniner June 1934

LYTTON, LORD

Leila — or, the Siege of Granada, Cakderon the Courtier and the Pilgrims of the Rhine

FLATHER, J. H.

The Days of Ancient Rome and other Poems, Cambridge, University Press, 1907
Remarks: Rutty Petit 20.1.1922
Petit Hall Bombay India. Ruty D. Petit Pets Hall, Bombay

MACABE, JOSEPH

Spiritualism: A Popular History 1817

MAYNE, ETHED

Colburn. London, Methuen, 1912
Remarks Sdl — R. Petit

MERCIER, C. A.

Spiritualism and Sir Oliver Lodge

MILTON, JOHN

Milton's Paradise Lost. Cambridge, Univ. Press, 1910
Book 1—2
Marked Pages: Introduction, life of Milton (marked important) Milton's life Falls into *Three Clearly Defined Division*
2. Fix the Date of the Composition of the publication of Paradise Lost.
Appendix — very important
1608, 1639 *Lyrical period*
Milton was very fond of the organ between 1649-1660 Milton produced *no less* than eleven pamphlets
Marked Lines: Truth usually lies half—way between extremes perhaps it does so love

Lines written in Ruttie's handwriting

MILTON, LORD
The Cambridge Milton for School. Book 1-2, 1910
Remarks: Rutty Petit, under-line sentences and notes

MOORE, GEORGE
Celibates by George Moore. London, 1895
Remarks Sd/ — Rutti Petit

MURRAY, OSWARD
The Spiritual Universe: A Cosmic Philosophy, based on Teachings in Supernal States. London, Duckworth, 1924
Remarks Book studied by Ruty

ORAKE, M AND LORD*(MRS.)
Phychic Light. Continuity of Law and Life

ORCZY, BARONESS
The Elusive Pimpermal (a romance). London, Hutchinson & Co., Paternost Row

ORCZY, BARONESS
The True Woman. London, Hutchinson & Co. Paternost Row
Ruttie's name in the inside page

PANKHURST, EMMELINE
My Own Story. London, Eveleigh Nash, 1914
Remarks Sd/ — Ruttie Petit marginal notes

PEARCE, CHARLES E
Unsolved Murder Mysteries.
Rhys, Ernest *ed.*
The Prelude to Poetry, the English Poets in the Defence and Praise of Their Own Art
Remarks: This book belongs to P.P. Ginwala, Trinity Hall, Cambridge, March 1912
Romantic tragedies: stories about: Mary Ashford, Rose Carrigton, Adelaide Bartlett

SABATINI, RAFAEL
Fortunes' Fool
The names of some chapters 'The shadow of the gallows', The Walls of Pride

SABATINI, RAFAEL
The Trampling of the Lilies, a Romance

SCOTT, WALTER
Ivanhoe. London, Collins Type Press, 1830
Remarks Sd/ — Rutty D. Petit

SCOTT, C. A. DAWSON
Twenty and Three Stories. London, Thornton Butterworth
Remarks Sd/ — Rutty 2nd July 1925

SHAW, BERNARD
Love Among the Artists. London, Constable, 1914
Remarks Sd/ — R. P

SHAW, BERNARD
The Quintissence of Ibsenism. London, Constable & Co., 1913
Now completed to the Death of Ibsen
Sd/ — R. Jinnah 4 January 1924

SOUTHGATE, HENRY
Many Thoughts of Many Minds Being a Treasury of Reference
Remarks: *The book belongs to Hamabadi Frangee Petit and is dated 6th Feb.*

THACKERAY, W. M.
Novels by Eminent Hands. London, Collins, Clear Type Press, n.d.
Remarks Sd/ — Ruttie: Lines marked p.321 I dare do all that may become a men, who dares do more, is neither more nor less

THACKERY, W. M.
Variety Fear. London, Hodder and Stoughton, n.d.
Remarks Sd/ — Rutty Petit

THACKERAY, W. M.
The Virginians. London, Collins Type Press, 1859
Remarks: Sd/ — Rutty D. Petit

STEEVENS, G. W.
With Kitchener to Khartum. London, Thomas Nelson, n.d.
Remarks: Sd/ — Rutty Petit

WALLACE, LEW

Ben-Hur — London, George Routledge, n.d.
Remarks: Sd/ — Rutty D. Petit

WELLS, H. G
Marriage

WILDE, OSCAR
The Happy Prince and Tales. Illustrated by Charless Robinson. London, Duckworth & Co.
Remarks: Sd/ — Ruttie
The world's great classics: Tmothy Dwight, Iusten McCarthy, Richard Henry-Staddard, Pavlvan Dyke, Albert Elleny Bergh (Colonial Press)

YRATHER, W
Instinct of the Herd in Peace and War
(There are the following words inscribed in this book. With love to Ruttie from her friend June 1927)
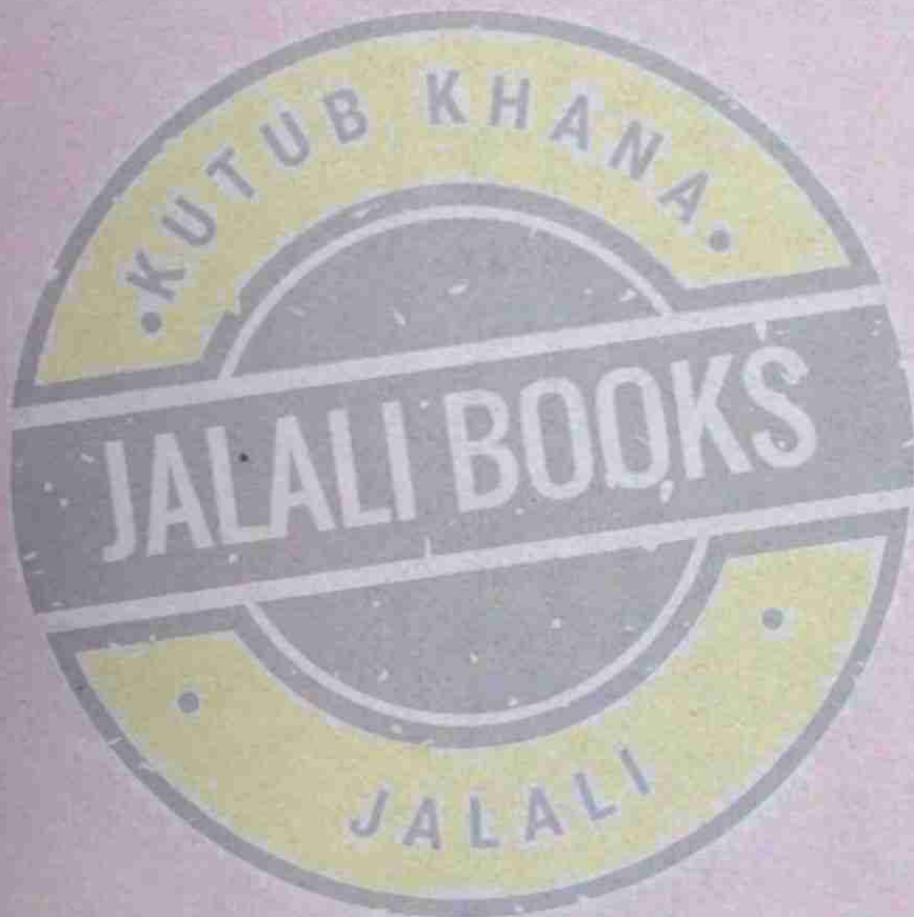
ضمیمہ ۳

LIST OF RUTTIE'S JEWELLERY

1. One emerald & diamond necklace with five cabouchon emerald drops and one square emerald in centre.
2. One Pearl & diamond necklace of two rows. Fourteen large Pearls encircled with diamonds.
3. One Hair ornament of diamonds rubies and emerald with two large diamonds in centre (Egyptian scabbard pattern).
4. One Pendant of Corals diamonds and enamal (Madusa's head).
5. One Pr. of large diamonds ear tops.
6. One ring of two large diamonds.
7. One emerald whoop ring with small diamonds (3 emeralds)
8. One Ruby whoop ring with small emeralds (3 rubies)
9. One Pair diamond and ruby long ear rings.
10. One Pair long ear rings of diamond, Pearls and Onyx.
11. One Pair ear rings of Indian nose ring pattern — one of uncut emeralds and diamonds and one of uncut rubies and diamonds.
12. One Pair ear rings of small emeralds and small diamonds (Indian)
13. One diamonds & Onyx buckle pattern brooch.
14. One Pair Bracelets of diamonds & enamal (Indian Pattern).
15. One Pearl necklace of three rows with old Indian hanging ornament One enamel slides on either side.
16. One Long Pearl chain of small Pearls.
17. One gold trinket box studded with agate and Pearls.
18. Pendant with diamonds & rubies.

19. One Pendant of Coloured Pearls and diamonds.
20. One brooch crescent and stars of diamonds & rubies.
21. One Pendant of Lnyx and chrystal with diamonds (Maddonna)
22. Three rings One of opal, One of diamond Crescent shapte and One diamond circle One old enamel ornament. All the above Ornaments are Contained in a small Crocodile Jewel case.
23. One dark Blue leather box containing
24. One arulet of Turquoise.
25. One Old Indian arulet on gold ribbon.
26. One diamond butterfly hair Ornament.
27. One Pair red enamel and Pearl ear rings.
28. One Blue leather long box containing.
29. One large gold chains Purse with sapphere and diamond and mount.
30. One small all gold chain Purse.
31. One very small gold chain purse with three gold mohurs inside it.
32. One Brown leather Jewel box containing packets of loose 'stone's as lows.
33. One Packet loose pearls and old mount.
34. 36 loose Turquoise
35. 11 Rubies 9 rubies.
36. 12 rubies, 1 separate ruby (Perhaps Imitation)
37. 10 emeralds small, One packet of small loose pearls.
38. One Box of 2 loose emerald drops One cut and one uncut.
39. Four diamonds, 10 diamonds, Four diamonds, 2 diamonds, Four diamonds, 2 long shaped and Two round.
40. One heavy gold chain flexible and One gold chain link pattern with Pearl and gold pencil.
41. One Pair ruby and diamond bangles.
42. One Pair diamond bracelets (Indian setting).
43. One gold necklace studded with small pearls.
44. One diamond and sapphire Crescent brooch.
45. One red enamel and pearl heart shaped brooch.
46. One green enamel and pearl swan pattern brooch.
47. One watch chain of rose diamonds and rubies.
48. One necklace of pearls diamonds and rubies (Festoom Pattern)
49. One Jeney shaped gold ring.
50. One emerald and diamond bar brooch (Four emeralds missing)
51. One cap embroidered with pearls.
52. One gold wrest watch.
53. One ear Indian earrings One of carved agate and pearls, and One of carved and pearls.
54. One bracelet of small diamonds and small emeralds.
55. One Blue leathers box containing three neck chains.
56. One red agate chain, One green onyx chain, one coloured stones chain.

57. One Red box containing.
58. One pair gold joligree work bracelets.
59. One Pearl and ruby bracelet, One gold and diamond bracelet.
60. One Pair flexible gold bracelets, One green stone bracelets.
61. One Pair old chinese gold bracelet flexable.
62. One carved gold bird brooch.
63. One (20) dollar piece of gold.
64. One coral bead chain.
65. One Purple bead chain.
66. One Pair double gold ring earrings.
67. One Pair earrings lapis lazub and chrystal.
68. One glass bottle with enamel stoppies.
69. One Blue box containing.
70. Two Silver Purses.
71. One Carved Silver anklet, One beetle ornament of Silver.
72. Two gold arnulets One plain and One snaks pattern.
73. One enamel rainty cases, 1 rainty case, One gold looking glass
74. One gold match box on chain, one gold whistle, One Toy gnee.
75. One gold Pin brooch with gold Mohur, One glass ball.
76. One Silver box, One PKI of broken gold Pin brooches.
77. Eight gold Ornaments such as Card Case, Scent bottle, looking glass Pin Cushon etc. etc. Three bangles.
78. One Pearl broken agate earrings.

ضمیمہ ۳
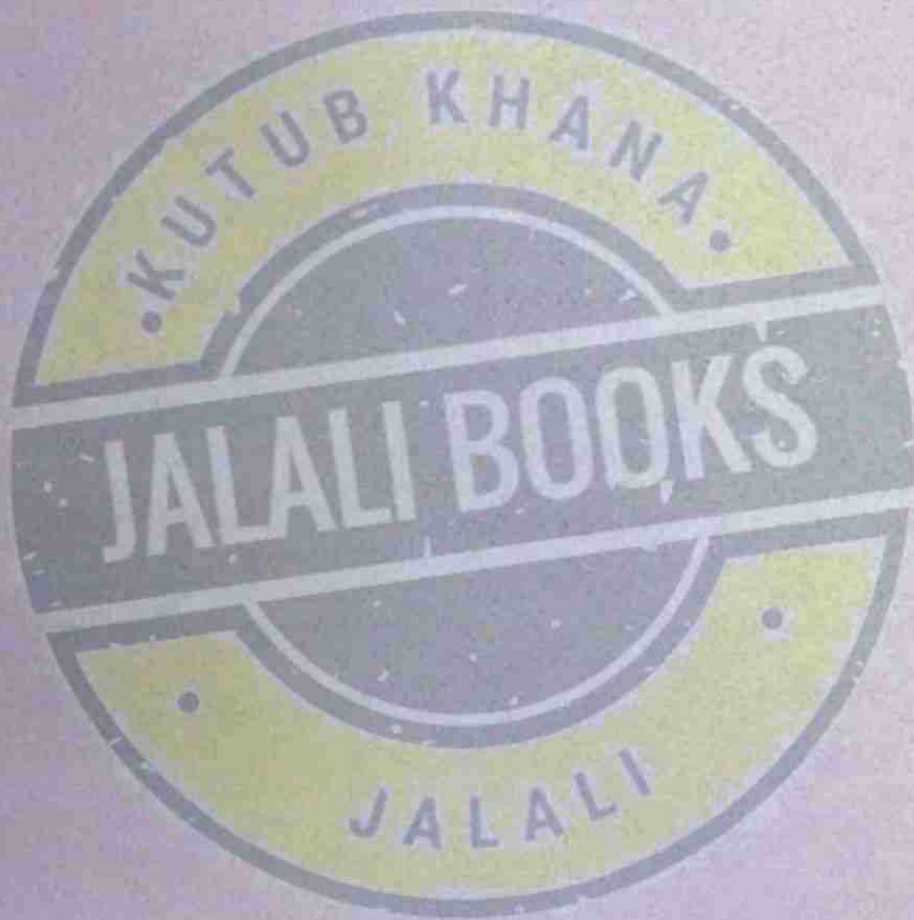
Quid's Will, executed on May 30, 1939, in Bombay

1. This is my last Will and testament; all other wills testaments of mine stand cancelled.

2. I appoint my sister Fatima Jinnah, Mr. Mahomedalli Chaiwalla, Solicitor, Bombay, and Nawabzada Liaquat Ali Khan of Delhi as my executrix and executors and also my trustees.

3. All shares stocks and securities and current accounts now standing in the name of my sister Fatima Jinnah are her absolute property. I have given them all to her by way of gifts during my life time and I confirm the same, and she can dispose them of in any manner she pleases as her absolute property.

4 I now hereby bequeath to her my house and all that land with appurtenances, out-houses, etc., situated at Mount Pleasant Road, Malabar Hill, Bombay, including all the furniture, Plates, silver and motor cars in its entirety as it stands absolutely and she can dispose it of in any manner she pleases by will, deed or otherwise.

5. I also direct my executors to pay her during her life time Rs. 2,000/- two thousands per month (for her maintenance and other requirements for her).

6. I direct my executors to pay per month Rs. 100/- one hundred to my sister Rahemat Cassimbhoy Jamal during her life time.

7. I direct my executors to pay per month Rs. 100/- one hundred to my sister Mariam Abdenbhoy Peerbhoy during her life time.

8. I direct my executors to pay per month Rs. 100/- one hundred to my sister Shereen during her life time.

9. I direct my executors to pay per month Rs. 100/- one hundred to my brother Ahmed during his life time.

10. I direct my executors to set apart Rs. 2,00,000 [two lacs or (two hundred thousands)] which will at 6% bring an income of Rs. 1,000/- one thousand and pay the income thereof whatever it be to my daughter every month for her life or during her life time and after her death the

corpus of two lacs so set apart to be divided equally between her children, males or females, in default of any issue the corpus to fall into my residuary estate.

11. I direct my executors to pay the following by way off gifts to the institutions mentioned:

(A) I bequeath Rs. 25,000/- Twenty five thousands to the Anjumane-Islam School, Bombay, situated at Hornby Road, Opposite Boribunder Station, and next to THE TIMES OF INDIA Buildings.

(B) I bequeath Rs. 50,000/- Fifty thousands to the University of Bombay.

(C) I bequeath Rs. 25,000/- Twenty five thousands to the Arabic College, Delhi.

12. Subject to the above, all my residuary estate including the corpus that may fall after the lapse of life interests or otherwise to be divided into three parts—and I bequeath one part to Aligarh University, one part to Islamia College, Peshawar, and one part to Sindh Maddressa of Karachi.

A codical was executed on October 25, 1940. It reads:

This is my codicil to the Will. I have an account with the National Bank of India Bombay as account NO. 2 and also I hold (500) Five hundred shares of the Reserve Bank of India now in the possession of he Bank Standing in my name but purchased out of the money from the account No. 2

This account and all moneys deposited and invested were given to me personally by various public spirited donors to use them and do what I liked with them for the uplift of the Musulmans. I therefore have full and absolute power to dispose them of in any way I may consider proper. I also have received a donation of one lac to use it for the purpose of establishing Muslim League press and paper in such manner as I may consider proper.

I now having full power of disposition bequeath the same to my executors and they are to use the capital and/or interest thereof in any way they may consider proper relating to this account.

Besides this amount and 500 shares of the Reserve Bank I have other accounts of mine own in the National Bank of India and also in the Imperial Banks at Bombay and New Delhi but those and all other accounts abroad with any Bank or Banks are my own absolute property and will be governed by will of mine that I have already made.

ضمیمہ ۵

عکس

S.S. Rajputana
Marseilles 5 Oct. 1928.
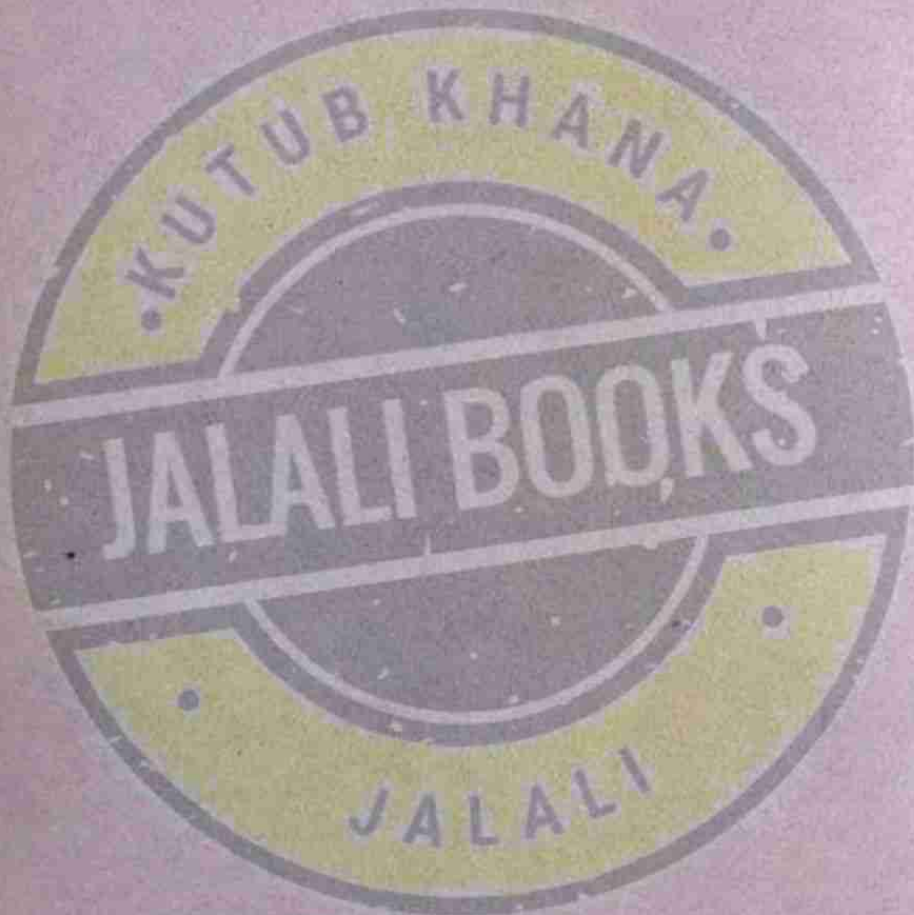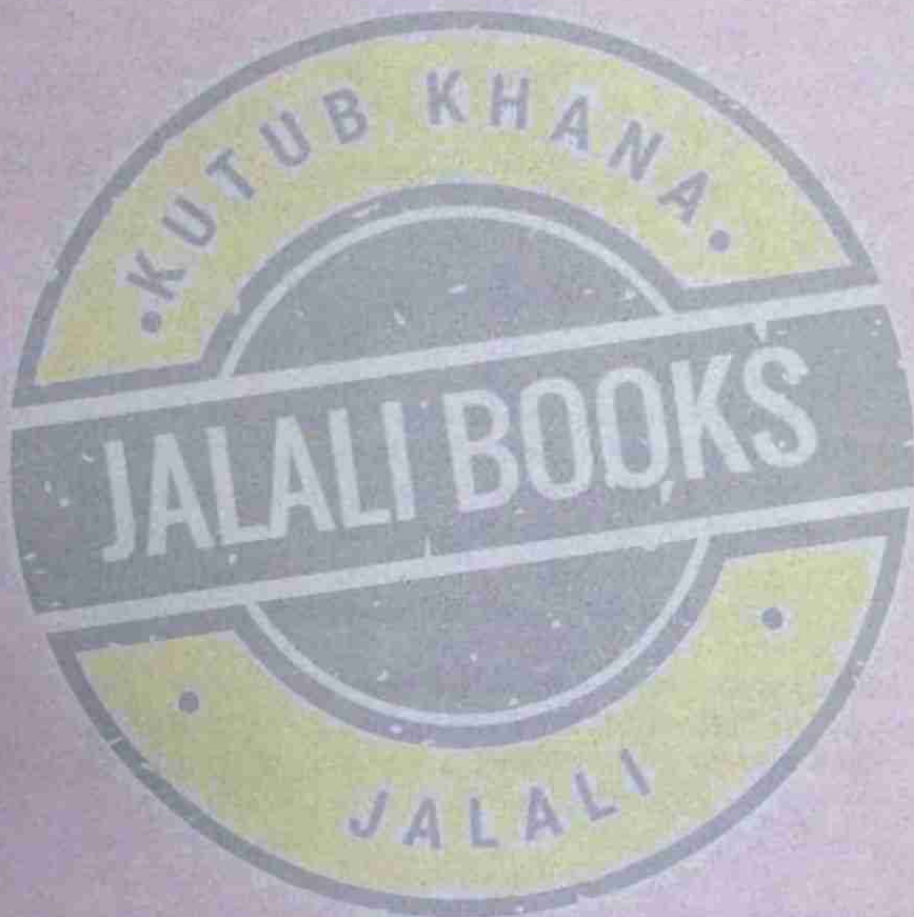
Darling – thank you for all you have done. If ever in my bearing your once tired senses found any irritability or unkindness – be assured that in my heart there was place only for a great tenderness & a greater pain – a pain my love without hurt. When one has been as near to the reality of Life – (which after all is Death) as I have been dearest, one only remembers the beautiful & tender moments & all the rest becomes a half veiled mist of unrealities. Try & remember me beloved as the flower you plucked & not the flower you tread upon.

I have suffered much sweetheart because I have loved much. The measure of my agony has been in accord to the measure of my love.

Darling I love you – I love you – and had I loved you just a little less I might have remained with you – only after one has created a very beautiful blossom one does not drag it through the

mine. The higher you set your ideal the lower it falls.

I have loved you my darling as it is given to few men to be loved. I only beseech you that our tragedy which commenced with love should also end with it.

Darling Goodnight & Goodbye

Ruttie

I had written to you at Paris with the intention of posting the letter here. but I felt that I would rather write to you afresh from the silence of my heart. R.

کتابیات (اردو)

۱- جعفری، رئیس احمد، قائداعظم اور ان کا عہد، لاہور : مقبول اکیڈمی ۱۹۶۶ء

۲- حسن ریاض، سید، پاکستان ناگزیر تھا، کراچی : جامعہ کراچی، ۱۹۷۰ء

۳- خلیق الزماں، چودھری، شاہراہ پاکستان، کراچی : انجمن اسلامیہ، ۱۹۶۷ء

۴- دیسنوی شہاب الدین، محمد علی جناح، دہلی : مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۰ء

۵- رضوان احمد، قائداعظم کے ابتدائی تیس سال، کراچی : مرکز تحریک پاکستان، ۱۹۷۷ء

۶- رضی حیدر، خواجہ، قائداعظم خطوط کے آئینے میں، کراچی : نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۵ء

۷- رضی حیدر خواجہ، قائداعظم کے ۷۲ سال، کراچی : سورتی اکیڈمی، ۱۹۷۶ء

۸- ساجد، زکریا، قائداعظم میری نظر میں، کراچی : قائداعظم اکادمی، ۱۹۸۵ء

۹- شفیق بریلوی، محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک، کراچی : نفیس اکیڈمی ۱۹۸۰

۱۰- عبدالرحمن ناطق، قائداعظم کا سفر لندن، بمبئی : مکتبہ سلطانی، ۱۹۴۶ء

۱۱- قادری، محمود احمد، تذکرۂ علمائے اہل سنت - کانپور - مکتبہ اہلسنّت ۱۳۹۱ھ

۱۲- مدنی، حسین، احمد، سول میرج اور لیگ، دہلی : جمعیت

علماء ہند' ۱۹۴۶ء
۱۳- منٹو سعادت حسن' گنجے فرشتے' لاہور : مکتبہ شعر وادب' سن ندارد
۱۴- یامین خان 'محمد' نامہ اعمال' لاہور : گوشۂ ادب' ۱۹۷۰ء

رسائل و اخبارات

اسٹیٹس مین' کلکتہ۔ سول اینڈملٹری گزٹ' لاہور۔ پیسہ اخبار' لاہور ہندو' مدراس۔ روزنامہ جنگ' کراچی۔ روزنامہ ہمدرد' دہلی۔ السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا' دہلی۔ ویکلی سوراجیہ' مدراس۔ روزنامہ ڈان کراچی۔ روزنامہ نوائے وقت' کراچی۔ روزنامہ دی اسٹار' کراچی۔ ماہنامہ ڈیبو نائر بمبئی۔ ماہنامہ ہمایوں' لاہور۔ روزنامہ حریت' کراچی۔ پاکستان ٹائمز' لاہور۔ ہفت روزہ اخبار خواتین' کراچی۔ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ۔ لاہور دی پائنیر الہ آباد روزنامہ عصر جدید' کلکتہ۔ ہفت روزہ. ہمدرد' دہلی۔ روزنامہ انقلاب لاہور ماہنامہ تہذیب نسواں دہلی۔ ماہنامہ رابطہ' کراچی

Bibliography

AHMAD, JAMIL-UD-DIN *ed.*
Speeches and Writings of Mr. Jinnah (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1964).

AHMAD, RIAZ
Quaid-i-Azam Jinnah As Magistrate (Rawalpindi: Alvi Publishers, 1984)
Quaid-i-Azam Mohammed Ali Jinnah: The Formative years 1892-1920 (Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research 1986)

ALLANA, G
Quaid-e-Azam Jinnah: The Story of A Nation (Karachi: Ferozsons Ltd., 1967)

ALVA, JOACHIM
Leaders of India (Bombay: Thacker & Co., 1943)

BAWANY, YAHYA HASHIM
Rare Speeches and Documents of Quaid-i-Azam (Karachi: Arif Mukati, 1987)

BEG, AZIZ
Jinnah and His Times: a biography (Islamabad: Babur & Amer Publications, 1986)

BOLITHO, HECTOR
Jinnah: Creator of Pakistan (London: John Murray, 1954)

CAMERON, JAMES
An Indian summer (London: nd)
Collected works of Mahatma Gandhi (New Delhi: Publications Division, Ministry of Information and Broadcasting, Govt. of India, 1965)

COLLINS, LARRY AND LAPIERRE, DOMINIQUE
Freedom at midnight (New York: Simon & Schuster, 1975)

DANI, AHMED HASSAN *ed.*
World Scholars on Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah (Islamabad: Quaid-i-Azam University, 1979)

DATTA, V.N. AND CLIGHORN, B.E. *(eds.)*
A Nationalist Muslim and Indian Politics Being the Selected Correspondence of the late Dr. Syed Mahmud (Madras: Macmillan, 1974)

DWARKADAS, KANJI
Gandhiji: Through My Diary Leaves 1915-1948 (Bombay: 1950)
Ruttie Jinnah: The Story of a Great Friendship (Bombay: Kanji Dwarkadas, 1963)
Ten Years to Freedom (Bombay: Popular Prakashan, 1968)

EDWARDES, S.M.
Memoirs of Sir Dinshaw Manackjee Petit (Oxford: Oxford University Press, 1923)

GUNTHER, JOHN
Inside Asia (New York, Harper & Brothers, 1939)

JAHAN ARA SHAH NAWAZ (BEGUM)
Father and daughter: A Political Autobiography (Lahore: Nigareshat, 1971)
Quaid-i-Azam and Muslim Women (Karachi: National Book Fondation, 1976)

JALAL, HAMID
Pakistan: Past and Present (London: Stacey International, 1976)

JINNAH, FATIMA
My Brother (Karachi: Quaid-e-Azam Academy, 1987)

MEHTA, VED
Mahatma Gandhi and His Apostles (New York, Penguin Books, 1977)

MUJAHID, SHARIF AL
Quaid-i-Azam Jinnah: Studies in Interpretation (Karachi: Quaid-i-Azam Academy, 1981)

MUSHIRUL HASAN ed.
Mohamed Ali in Indian Politics: Select Writings 1917-1919, Vol. 2 (Karachi, Royal Book Co., 1985)

NANDA, B.R.
The Nehrus: Motilal and Jawaharlal (London: Allen & Unwin, 1954)

PANDIT, VIJAYA LAKSHMI
The Scope of Happiness: A Personal Memoir (London: Weidenfeld and Niccolson, 1979)

PHILIPS, C.H. AND WAINWRIGHT, MARY DOREEN
The Partition of India: Policies and Perspectives 1935-1947 (London: Allen & Unwin, 1968)

PIRZADA, SYED SHARIFUDDIN
Foundation of Pakistan (Karachi: National Publishing House, 1969)
Quaid-i-Azam Jinnah's correspondence (Karachi: Guild Ghar, 1966)
Some Aspects of Quaid-i-Azam's Life (Islamabad: National Council for Historical and Cultural Research, 1978)

QUAID-I-AZAM PAPERS
(Islamabad: National Archives of Pakistan)

QURESHI, FAZAL HAQUE
Every Day with Quaid-i-Azam (Karachi: Sultan Ashraf Qureshi, 1976)

RAVOOF, A.A.
Meet Mr. Jinnah (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1955)

REED, (SIR) STANLEY *ed.*
The Indian year book 1920 (Bombnay: Bennett, Coleman & Co., 1921)

SAIYID, MATLUBUL HASAN
Mohammad Ali Jinnah: A Political Study (Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1945)

SHAMSUL HASAN, SYED
Plain Mr. Jinnah (Karachi: Royal Book Co., 1976)

SHERWANI, LATIF AHMED
The Partition of India and Mountbatten (Karachi: Council For Pakistan Studies)

WHITE, M. BURK
Interview with India (London: 1951)
Who's Who of British Members of Parliament 1919-1945 (Sussex, Harvester Press, 1979)
Who was who 1951-1960 (London: Adam & Charles Black, 1984)

WOLPERT, STANLEY
Jinnah of Pakistan (New York: Oxford University Press, 1984)

خواجہ رضی حیدر نے ان مشکلات کے سامنے سپر انداختہ ہونے کے بجائے اس چیلنج کو قبول کیا ہے اور یہ مرحلہ کوہ شکنی کامیابی سے طے کرلیا ہے" خواجہ رضی حیدر کی تحریر میں ایک دل پذیر انشائی حسن اور مطالعاتی کشش موجود ہے۔ جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں برمحل حوالہ جات کا اہتمام اور نتائج کا استخراج ان کی تصانیف کو مستند اور معیاری بناتا ہے۔ وہ اردو میں رائج تحقیق کی زبان کے پابند نہیں بلکہ انہوں نے اردو میں جزوی طور پر "Larry Collins and Dominque Lapierr" کے انداز تحریر کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تاثراتی تاریخ نویسی کی جانب زیادہ مائل نظر آتے ہیں جیسا کہ مختلف علمی و ادبی شخصیات پر ان کے تحریر کردہ مضامین اور کتابچوں کے انداز بیان سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

قائداعظم کی ازدواجی زندگی اگرچہ ایک اہم اور نازک موضوع ہے لیکن اس میں مضمر ایک رومانی حسن اس بات کا متقاضی تھا کہ اس موضوع پر کوئی ایسا شخص قلم اٹھائے جو زبان و بیان پر نہ صرف قدرت رکھتا ہو بلکہ اس کی تحریر میں بھی دلکشی اور اثر پذیری موجود ہو۔ خواجہ رضی حیدر نے پیش نظر کتاب میں شاید یہ حق ادا کر دیا ہے۔ یہ کتاب قائداعظم کی رفیقہ حیات کی ہی سوانح عمری نہیں بلکہ قائداعظم کی زندگی کا بھی ایک ایسا اہم باب ہے جس پر ابھی تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ عوام و خواص دونوں ہی اس کتاب کو نہ صرف پسند کریں گے بلکہ خوجہ رضی حیدر کی تحقیقی کاوشوں، دیدہ ریزی اور انداز تحریر کی بھی داد دیں گے۔

(ایک مضمون سے اقتباس)

حسن عسکری فاطمی
پروفیسر، شعبہ صحافت
وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، کراچی

RETAIL PRICE RS. 200/=

مصنّف ایک نظر میں

نام: خواجہ رضی حیدر

ولدیت: حکیم قاری احمد پیلی بھیتی (مرحوم)

پیدائش: ۱۹۴۶ء (پیلی بھیت، یوپی، متحدہ ہندوستان)

تعلیم: ایم۔اے (جامعہ کراچی)

ملازمت: سینیئر سب ایڈیٹر، روزنامہ "حریت" کراچی (۱۹۶۶ء تا ۱۹۸۱ء)
سینیئر ریسرچ فیلو، قائداعظم اکادمی، کراچی (۱۹۸۱ء تا حال)

تصانیف: قائداعظم کے ۷۲ سال، قائداعظم خطوط کے آئینے میں، قراردادِ پاکستان
تذکرۂ محدث سورتی
علمی اور ادبی شخصیات پر آٹھ مختصر کتابیں

تراجم: قائداعظم: حیات و خدمات (پروفیسر شریف المجاہد)۔
قراردادِ پاکستان (لطیف احمد خان شیروانی)
میرا بھائی (محترمہ فاطمہ جناح)

مضامین: قائداعظم، تحریک پاکستان، شخصیات تحریک پاکستان، علماءِ پاک و ہند، اردو ادب اور دیگر موضوعات پر تین سو سے زائد مطبوعہ مضامین، تقریباً تیس کتابوں پر مقدمات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے لیے پچاس سے زائد پروگرام تحریر کیے۔

زیرِ طبع کتب: قائد شناسی (مضامین کا مجموعہ)، علامہ اقبال اور قائداعظم (ایک تجزیہ)
سیرِ چراغاں (شخصی خاکے)، بے دیارِ شام (شعری مجموعہ)

ناشر
ویلکم بک پورٹ (پرائیویٹ) لمیٹڈ
مین اردو بازار کراچی۔ فون: ۲۶۳۳۱۵۱